

مفکر اسلام حضرت مولانا سید حسن علی ندوی  
 کے فکر انگیز خطبات کا مجموعہ

# خطباتِ علی میاں

جلد پنجم  
 احکام و مسائل

میں ترتیب

مولوی محمد رفیع علی میاں نیپالی  
 جاسم مہم، سناپ، یوپی، انڈیا

دارالاشاعت  
 لاہور، پاکستان



ترجمہ: متعلقہ مآثر و مدد کے تحت ملے ہوئے ہیں

۱. غلبہ و اشرف عثمانی دار الاشاعت کراچی  
 ۲. ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء بمطابق ۱۹۴۱ء  
 ۳. ۴۴۸ صفحات



## فہرست عنوانات

۱۹	انتساب
۲۰	خطبات کی اہمیت
۲۱	حرف مفتی
۲۳	وعوت و اسلام کا کام
۲۵	زندہ رہنا ہے تو ۔۔۔ میر کارواں بن کر رہو
۲۷	قیہ کی سپہائیں و بنی قوہ امیر جمہور
۲۹	توحید کی امانت سینوں میں ہے تارے
۳۲	منہب قیہات خالصت طلب وقت کا قرینہ
۳۵	امت مسلمہ کا فرض منصبی
۴۱	کارواں ملت کا جنیل القدر مسافر
۴۲	دل کہے اور دل ہے:
۴۳	کیف لفظ فاق شتم و صد سالہ رہبر و مرشد
۴۴	کارواں ملت کا جلیل القدر مسافر
۴۵	تین قسم کی قربانیاں۔
۴۶	ملت کا مفاد و تمدن پر سمجھ
۴۸	معدنہ ملت اسلام کی تقدیر کا
۵۰	موجودہ صدی کو کسی مقسم کی حواش:
۵۱	اسلام ایک تعمیر پذیر دین نہیں
۵۱	بڑی ذمہ داری۔



صفحہ	عنوان
۵۲	زمانہ ثباتِ تعمیر کا نام ہے:
۵۳	مذہبِ زندگی کا گمراہ ہے:
۵۴	مذہب کی تاریخ کی بعض آزمائشیں:
۵۵	ان ظالموں کا یہ مسلک ہے کہ: کس ہے کتاب:
۵۶	بصلا سیتاں افراسیاب کی:
۵۷	آسان اور پرچ:
۵۸	عہدِ جدید خود کشی پر:
۵۹	ظلم و تشدد سے غلط فہمیاں:
۵۹	مذہبِ انارتہ مذہب:
۶۱	ضرورتِ تبلیغ
۶۱	ایک جلیل القدر صحابی سیدنا ابو یوسف انصاری:
۶۲	دورانِ جہاد ایک آدمی کا غلط آفسیہ بیان کرنا:
۶۳	سیدنا ابو یوسف انصاری کا صحیح تفسیر کی طرف متوجہ کرنا:
۶۳	سکافہ کراچی کوئی جدوجہد اور اس کے نتائج:
۶۴	دینی جدوجہد کے دوران صرف پھنسی کا تصور:
۶۴	ہر جہاد میں عارضی جتنی کا خیال:
۶۴	پھنسی سے کونسا ماحول یعنی دوزخ پر دستِ نقصان:
۶۶	بلندیِ ہمت و نظریہ سب سے کمزوری ہے جدوجہد کی ضرورت:
۶۷	شانِ نزول کی مختصر تفصیل:
۷۰	خود کشی آیا ہے:
۷۰	نکلت رونا:
۷۱	قیامت تک کی منہ نیت:



صفحہ	عنوان
۷۶	ہدایت انور نبوت سے محروم ہرزمن:
۷۶	فرصت کو غنیمت جاننے:
۷۷	آٹھارہ سال کا اندازہ کیجئے:
۷۷	بارشیں ابر باران بنو:
۷۹	تیا ایمان
۷۹	تین نور ایمان میں فرق:
۸۰	مشاہدے اور تجربے سے زیادہ نبی کی خبر پر یقین:
۸۱	کیونہ صفا پر آغاز دعوت:
۸۳	حقیقی ایمان کیا ہے؟
۸۳	ایک صحابی کا واقعہ:
۸۳	حضرت ابو ہریرہ کا واقعہ:
۸۴	حضرت ابوذر غفاری کا واقعہ:
۸۴	حضرت عبداللہ بن ابی سہل کا واقعہ:
۸۴	تازہ ایمان کی کشش:
۸۵	ہماری دعوت:
۸۶	آج تازہ ایمان کی شد یہ ضرورت:
۸۹	مسلم خواتین کی علمی و دینی خدمات:
۸۹	علم مرد و عورت: دونوں کے لئے:
۹۰	عورت کی تعلیم کے بغیر نظام حیات کا حال:
۹۰	تاریخ اسلام میں طبقہ نسواں کے کارنامے:
۹۲	خواتین اسلام کی ذمہ داریاں:
۹۳	ایک اعلان دشمنانیت بالحق:



صفحہ	عنوان
۹۷	دنیا بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد
۱۰۳	آگ سے خوف..... اسباب آگ سے بے خوف
۱۰۹	سوفیصدی اسلام مطلوب ہے
۱۱۷	ولاوی کشمیر میں توحید خالص کا پہلا پیغام اور اس کے علمبردار
۱۱۹	حضرت میر سید علی بہدانی کی تہذیب
۱۲۰	محبت و خیریت لازم و ملزوم
۱۲۳	ایک تاریخی حقیقت
۱۲۷	تبلیغی جماعت
۱۲۷	مولانا الیاس صاحب کی دینی فکر
۱۲۷	تحریک کا آغاز و حوج
۱۲۸	عالمین کے خلاف جماعت کا استحکام
۱۲۹	فردی کوتاہی و تقصیر کا لازم جماعت پر عائد نہ کیجئے
۱۳۰	تبلیغی جماعت کے بارے میں علامہ سید سلیمان ندوی کی رائے
۱۳۰	خدا را اور اسوئے
۱۳۳	عزم مصمم اور قوت فیصلہ ملت اسلامیہ کی ایک اہم ضرورت
۱۳۴	دنیا میں رہنا ہے تو صرف مسلمان بن کر
۱۳۵	اسلام چند رسومات و تقریبات کا نام نہیں
۱۳۶	دل بدل جائیں گے تو تعلیم بدل جائے سے
۱۳۸	نشان ہیں ہے زندہ قوم کا
۱۳۳	اصلاح و استغاثہ سے کوئی مستغنی نہیں
۱۳۳	اصلاح و استغاثہ سے کوئی مستغنی نہیں ہوتا!



صفحہ	عنوان
۱۴۳	ایمان کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے
۱۴۶	حضرت سید صاحب کا واقعہ
۱۴۶	اللہ والوں کے یہاں کی باتیں رحمانت کا نتیجہ ہیں
۱۴۸	ہمارے اکابرین کا رتبہ
۱۵۳	مختب دماصور راست
۱۵۳	ایک مثالی رہنما امت کی ضرورت
۱۵۷	عشق کے در و مند کا طرز کلام اور ہے
۱۶۵	امت مسلمہ کا وجود غزوہ بدر کا صدقہ ہے
۱۵	غزوہ بدر حقائق دین کا سامن ہے
۱۷۸	قرآن کریم میں عورتوں کا مقام
۱۷۸	صحیح معاشرہ کی تشکیل میں عورتیں کیا اہم روں اور کمر بستہ ہیں...
۱۷۹	اقبلی زندگی کی ضمانت
۱۸۲	علمی دنیا میں عورتوں کی خدمات
۱۸۳	قرآن کریم میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے ذکر کا اہتمام
۱۸۳	قرآن مجید میں عورتیں کے نام است مشہل ایکہ سورۃ
۱۸۴	ہندو مذہب میں عورتوں کی دینی خدمات
۱۸۶	ہماری پرہیزگاری بہنوں کی ذمہ داری
۱۸۷	ہماری مستورات نے توجہ نہ کی تو ملک خطرہ میں ہے
۱۸۸	بہنوں کو!
۱۸۹	ترے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب
۱۹۹	نصرت الہی کی شرائط
۱۹۹	تاریخی مطالعہ



صفحہ	عنوان
۲۰۰	حقیقت قرآن
۲۰۰	خدائی قانون ہے لاگ ہے
۲۰۱	قرآن دستورِ حیات ہے
۲۰۳	ہمارے اکابرین کی خدمات
۲۰۳	تم ہر وقت ایک اہم ناکہ پر تھوڑے
۲۰۴	حضر تہ صہ قرآن کا تاریخی حصہ
۲۰۴	کلی قیامت نے دنِ تمہیں باز پرس ہوگی
۲۰۵	معبود نے خدائی بندوں نے سزا پائی
۲۰۶	وہ مہرِ قیامت پر باقی رہے
۲۰۶	حقیقت کی بحث
۲۰۷	شرک ضعف کا سبب ہے
۲۰۸	آپس کی پیمائش سے انتخاب کریں
۲۰۸	دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے
۲۰۸	اسراف سے انتخاب
۲۰۹	مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت
۲۱۱	آپ سے درمندانہ نزویش
۲۱۵	نغیدِ اسلامی تہذیب و ثقافت کے مرکز میں مقیم
۲۱۹	مسلمانوں کی ذمہ داریاں
۲۱۹	خواہشِ ملت میں ان کا مقام اور ذمہ داریاں
۲۱۹	خواہش کی صلاح
۲۱۹	”خواہش“ کا چابی مفہوم
۲۲۰	قرآن مجید میں ”متر فہم“ کی صلاح اور ان کا کردار



صفحہ	مضمون
۲۲۲	"قوام" کا اسلامی مفہوم اور ان کی ہیبت و اخلاق۔
۲۲۳	اپنے "خوبص" اور "عزیزوں" کے بارے میں رسول اللہ کا طرز عمل
۲۲۵	قوامِ نبوت کا طرز عمل
۲۲۶	اہل فکر و تدبیر کا مقصد اور ذمہ داری
۲۲۸	ظلمتِ دین و ملت کا مورچہ
۲۲۹	ملت کے نمائندوں کی فزہری کامیاز
۲۳۰	ملت کے نمائندوں اور منتخب افراد کی ذمہ داری
۲۳۳	دین کی نبوی مزاج اور اس کی حفاظت کی ضرورت
۲۳۸	سیدنا حضرت حسینؑ کا کارنامہ
۲۴۰	قابلِ غور مقام
۲۴۷	دعوت اور حکمتِ دعوت
۲۵۰	واقعات سے مربوط رہنے
۲۵۰	چند واقعات
۲۵۲	مومن یا غیرتھ نہ رہی کی لامیت
۲۵۳	تو مومن کی دعوت میں نہیں بیٹھا یا جانے
۲۵۷	مناور کو کس طرح منارۃ نور بنایا جاسکتا ہے؟
۲۵۷	دین کا اصل مہنوع اور رہنے والی کی قیمت
۲۵۸	آخرت کی عظمت و عظمت
۲۵۹	دین پر عمل کرنے سے دنیا میں بہشت کا سوا
۲۶۱	دین پر عمل کرنے کی برکتیں اور بھگت کے لئے دنیا بھر کے آئے لی
۲۶۱	دین پر ناقص عمل و شریعت نے جسے بخر
۲۶۳	امت محمدیہؐ نے ساتھ اللہ تعالیٰ کا موعود



صفحہ	عنوان
۲۶۳	عقائد و عبادت میں مسلمانوں کا طرز عمل
۲۶۴	ہم نے اپنی زندگی سے لوگوں کو اسلام سے روکا
۲۶۵	وہ کام بشریت پر عمل نہ کرنے کی نحوست
۲۶۵	مقتادہ اعمال کی تاثیر اور معاشرے کے نتائج و اثرات
۲۶۹	دین حق اور دعوت اسلام ایک فلک بوس اور سد بہار و درخت
۲۶۹	قرآن کریم کا اعجاز
۲۸۱	واعیان اسلام کی حکمت و بصیرت
۲۸۲	وہ نازک اور خوف و ہراس کا عالم جس نے اس شخص کی تقریب پیدا کی
۲۸۳	مسلمان چاہے گزشتہوں کا پر قریب اور نفرت انگیز تعارف:
۲۸۳	نازک اور تشنہ میں ڈالنے والی پوزیشن:
۲۸۵	حضرت بھٹنرہن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا حکیمانہ طرز:
۲۸۶	نچاٹ کے دو بارش:
۲۸۷	ایوان شامی میں حضرت جعفری کی تقریر کا اثر:
۲۸۸	فقیدہ کی آزمائش اور حاضر جوابی:
۲۸۹	ایک ڈنڈی و بطوقی معرکہ میں فتح و نصرت:
۲۹۱	اس ملک کی قسمت اسلام سے وابستہ ہے!
۲۹۹	ترتیب خلافت میں حضرت حسین کے مثالی اقدام
۳۰۱	ایمان کی قدر
۳۰۲	نیابت رسول اللہ ﷺ:
۳۰۳	وفاقت نبوی کے بعد:
۳۰۵	عیسائیت کی اصلیت و حقیقت:
۳۲۱	دین ایمان کو جسم و جان پر ترجیح دینا ایمانی تقاضا ہے



صفحہ	موضوع
۳۲۳	بعد استانی مسلمانوں کی غیرت کا اہتمام
۳۲۴	ذاتی مفاد کی ترجیح کا راجحان فخرناک ہے
۳۲۴	غیرت ایمانی کا تقاضا
۳۲۵	اسلام کے لئے کسی مہم پر خطرے کو بھی گوارا نہیں کرنا چاہیے
۳۲۶	ہمسائی موت کے بجائے روحانی موت فخرناک ہے
۳۲۶	ہماری ایمانی حالت قابل تشویش ہے
۳۲۸	صحابہ کرامؓ کے ایمان و عمل کے معنی معیار کی ایک مثال
۳۲۹	کم از کم ایمان کا کوئی نکتہ ضابطہ پورا کریں
۳۲۹	سنت یہی قہوی کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے
۳۳۲	ایمان اور اس کی قیمت
۳۳۲	وطن مانوس چیزوں کا مجموعہ ہے
۳۳۳	ایمان کی حفاظت کیلئے ہر چیز کو قربان کرنے کی ضرورت
۳۳۵	راہِ خدا میں سر دھڑ کی بڑی لگانے کی ضرورت
۳۳۶	مسندِ فہم کی مسافتی کے لئے لائحہ عمل
۳۳۷	حققی مسلمانوں کیسے ایک جگہ فکریہ
۳۳۹	انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت عقیدہ عمل اور دعوت
۳۴۰	زندگن کو خالق کے منشا کے مطابق گزارے!
۳۴۱	اگر ضرورت تھی تو!
۳۴۳	مسلمانوں سے اپیل
	مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی رحمہ اللہ علیہ
۳۴۵	کا پیغام خواتین اسلام کے نام
۳۵۰	قرآنی قصوں کی اہمیت و افادیت



صفحہ	موضوع
	دعوتِ دین میں حکمت و وسعت اور ہر زمان و مکان کے لئے اس کی ہم آہنگی
۳۵۹	ایک دیر نہ آرزو کی تکمیل
۳۵۹	قرآن کریم کا موضوع دعوت و ہدایت ہے:
۳۶۰	دعوتِ تبلیغ کا کام تو انہیں ہضوایہ کا پابند نہیں ہے:
۳۶۱	دعوتِ کدھانی اور دکانی حدود:
۳۶۲	آیت دعوت کا: خضر و اعجاز اس کی وسعت اور کیرالی:
۳۶۳	دعوت کا ایک اہم عنصر، واقعات اور مشائس
۳۶۵	ایک مومن کی دعوت کا نمونہ جو اپنے ایمان محلی رکھے ہوئے تھا۔
۳۶۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے دو نمونے
۳۶۷	ایک فرزند اپنے باپ کو دین کی دعوت دیتا ہے:
۳۶۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اہل کاسن انتخاب
	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت
۳۶۹	فطرت انسانی اور حقائق کی بنیاد پر گفتگو:
۳۷۱	زہانتِ قوتِ حق اور مخالفہ کی مداندہ صلاحت سے فائدہ اٹھانا:
۳۷۲	قرآن کریم کا طرزِ اثبات مفصل اور نفی مجمل:
۳۷۳	ولی جوش اور امنگ کے ساتھ اندکاتہ کرہ:
۳۷۴	دل کی آواز موقع و مناسبت کی جستجو نہیں کرتی
۳۷۶	حضرت یوسف علیہ السلام کے طرزِ تبلیغ کا ایک نمونہ
۳۷۷	ایک انوکھا ماحول جس میں حضرت یوسف نے دعوت دی:
۳۷۹	احقر ام و امائد کا مرکز:
۳۸۰	احسان کا ملبوم۔



صفحہ	موضوع
۳۸۱	بھیانگ خوں سے بڑیا، و قاتل قریبات
۳۸۲	آمار فکرو کا سین بڑا یہ
۳۸۳	کبھی تھی:
۳۸۴	اور سنی تھی:
۳۸۵	مرغوب اور پسندیدہ چیز نے آ کر سے طبیعت میں نظام پیدا کیا ہے
۳۸۵	ایک شخص اور سب جرات میں موت کی طرف
۳۸۵	و۔ نے نون کا پھیر دیا
۳۸۶	ہاں صبر و صبر کو کثرت پورے ایک لمحہ میں ملے، ت میں
۳۸۷	ایک قرآنی معجزہ
۳۸۸	ایک ایسے داعی کا صریح کلمہ جو اللہ کی طرف سے اہم کی
۳۸۸	نعمت سے سزاوار ہے
۳۸۹	حضرت موسیٰ کی ولادت اور پیغمبرانِ کثرت کے چتر نمونے
۳۸۹	پیغمبرانِ ولادت کا ایک نقشہ نمونہ:
۳۸۹	نظریات موسیٰ علیہ السلام میں ہمہ دوسرے انبیاء و اہل بیت
۳۸۹	ہمہ دوسرے کثرت ہے
۳۹۰	نبی اسرائیل کی ان کے معجزات کے مقابلہ میں
۳۹۰	جدا گانہ حیثیت و خصوصیت
۳۹۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دو ہی زمنا دریاں
۳۹۱	فرعون کا منصوبہ اور انتظامات کی ناکامی
۳۹۲	فرقِ عادت کا پورا نمونہ
۳۹۳	ایمان و تقویٰ قوتوں کی کاوشیں
۳۹۵	اللہ کا سب سے بڑا بندہ ایک خاص ترین بندہ کے پاس ہوتا ہے



صفحہ	عنوان
۳۹۷	فرعون کی ترکش کا ایک زہریلا تیر:
۳۹۸	حکمت جو غیر اندوہ مکمل معجزہ:
	دعوت میں پیشگی کے ساتھ جوار ہٹا اور کسی حال
۳۹۹	میں اس مقدمہ کو فراموش نہ کرنا:
	فرعون کی فکری جیتہ بازی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
۴۰۰	کی استقامت اور کامیابی:
۴۰۱	فرعون کے ترکش میں ایک ہی تیر تھا جس کو اس نے آزمایا:
۴۰۲	فرعون کی ترکش کا آخری تیر:
۴۰۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل
۴۰۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چار واضح اور فیصلہ کن موقع:
۴۰۶	منصب نبوت اور سیاسی قیادت کا فرق
۴۰۷	فرعون کے وزراء ایک تیر سے دو شکڑ کرنا چاہتے تھے:
۴۰۸	پتھر اندر روح کا تابناک نمونہ:
	ایک راہ شناس مبلغ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی ہم
۴۰۸	سر کرنے کے لئے تیار کیا تھا:
۴۱۰	ہمت شکن اور دل توڑنے والی بات:
۴۱۲	داعی ہر حال میں راوی ہی رہتا ہے:
۴۱۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ اور چاہا اور اللہ تعالیٰ نے کچھ اور کر دیا:
۴۱۴	ہرگز نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ مجھے راستہ بتائے گا:
۴۱۶	پھر کیا ہوا؟
۴۱۷	ارادہ الہی اور اسباب مادی
۴۱۷	مادی اسباب کے سلسلے میں انبیاء اور ان کے مخالفین کا فرق











## اقصاب

بندہ اپنی کئی حقیر سی کوشش و کاوش کا اقتدار بے مادر علمی پر بعد  
 نسیم اسد امین علامہ بنوری نے ڈان کے رئیس اعلیٰ اور حضرت بنوری کے مایہ  
 ناز تلمیذ رشید، غفر و حضر کے رفیق، جبر و کبر و ادبوں سے اٹھ کر غم کی دنیا  
 پر چھا جانے والی ہستی کی جانب کرنے کو سعادت دارین کا موجب  
 سمجھتے ہوں، جو اپنے کردار و گفتار میں سب صالحین کا پرتو نظر آتے ہیں،  
 میری مراد حضرت الاستاذ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر و امت برکاتہم  
 العالیہ کی ذات بابرکات ہیں، جن کی التوا ہستی میں مجھے بیک وقت  
 ایک مرنی و استاذ اور مشفق باب کا عکس نظر آتا ہے۔

محمد رفیع منیر، میان نیپالی حلقہ القاعدہ



## خطبات کی اہمیت

قال رسول الله ﷺ :

عليكم بمجالسة العلماء واستماع كلام الحكماء ، فان الله تعالى يحيى القلب الميت بنور الحكمة كما يحيى الارض الميتة بماء المطر . (المحدث)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

اہل علم کی ہم نشینی اور اہل حکمت کا کلام سننے کو خود پر لازم کرلو، اس لئے کہ حق تعالیٰ جل شانہ قلم مردہ کو نورِ حکمت سے ایسے زندہ فرماتے ہیں جیسے مردہ زمین کو بارش کے پانی سے۔

بحوالہ معنیات ابن حجر مستقلائی



بسم الله الرحمن الرحيم

## حرفِ گفتنی

خطباتِ علی میاںؓ کی پانچویں جلد بعنوان ”احکام و مطالبات“ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، اللہ جل شانہ کا بے انتہا فضل و احسان میرے ساتھ رہا اور اس ذاتِ عالی نے ان منتشر خطبات کی ترتیب کے سلسلے میں ہر مرحلہ پر نیکیاں و دروہرت فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مولانا علی میاںؓ کا رد و جواب، بصیرت و فروز پیغام بطور دستاویز آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

خطباتِ علی میاںؓ نہ صرف خطبات و تقاریر ہیں بلکہ ایک تاریخی و استواری اور روحانی مجلس ہیں، جہاں ہر قسم کے رنگ و بو اور شخص و نام کن سے قاری لطف اندوز ہوتا ہے، اور ہر خاص و عام اپنے دل میں ایک روحانیت محسوس کرتا ہے، کیونکہ آپؓ کے خطبات میں علیہ السلام کے ساتھ صد اقت و حقیقت، فضیلت و حکمت، فصاحت و بلاغت بدرجہ اتم کا درخشاں نظریاتی ہیں، آپ کی تقاریر و خطبہ نے دورِ حاضر کی قہری و نظریاتی گھٹیاں سلجھانے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے، آپ نے اپنی تقاریر کے ذریعے صرف ہر صغیر و کبیر نہیں بلکہ تمام دنیائے انسانیت کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اپنی ایمانی قوت سے عرب و عجم کو یکساں چھوڑا، اسی کو کسی نے یوں بھی کہا:۔۔۔

اس کے سبب میں قیامت کی فسون کا مری تھی

لوگ آواز کی مدت میں گرفتار ملے

آپ حضرت مولانا علی میاںؓ قدس سرہ کے ان فکر انگیز خطبات کو پڑھیں گے تو محسوس ہوگا کہ حضرتؓ کے اپنی تقاریر سے سوائے دوائے دلوں کا دیکھا ہے، پھول کی پتی سے ہیرے کے جگر کو کیا خوب کاٹا ہے اور سوائے دوائے جذبات کو اپنے مسکوئیں انداز میں بیدار کیا ہے اور پھر ایسا بھی نہیں کہ موکا خنجر و لوں کو جذبات کے رد میں بہہ جانے کیلئے چھوڑ دیا ہو



بلکہ ان کی ہاک و شرمیت محمدیہ ﷺ کے ہاتھ میں چھایا تاکہ اب وہ اپنے جذبات کثرتِ بیعت سے خضوع پہنچاتے رہیں، وہ جذباتِ نوان خطبات کے مطالعے سے ختم ہوتے ہیں، دل کو ایسی نرمی اور دماغ کو ایسی ہائیدگی بخشتے ہیں جو انسان کو پہلے سے زیادہ دین دار اور دانا بن دیتے ہیں، جس کے شمرہ میں وہ اپنے اوپر ایک مسولیت محسوس کرتا ہے کہ میں بھی مسکون ہوں مجھے بھی نیابتِ رسول کے صدقے بحیثیتِ آخری امت ذمہ داری سونپی گئی ہے اور یہ عزم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میں بھی اس ذمہ داری کو ضرور بالضرور چہرہ اکروں گا۔

یہ خود غرضی، نفس پرستی، خود مہر، بے کسی، مفاد پرستی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو اعلیٰ امت و فرمانبرداری، آداب و اخلاق، دیانت داری و ایمان داری، سیرت و احساسِ ذمہ داری کا حضرت مولانا نے درس دیا، اپنے اکابرین و اولیاء اور اتقویاء کے نقشِ قدم سے پھٹنی، دلی معصومہ انسانیت کیلئے پرانے چراغ کی صورت میں میدانِ عمل واضح کیا، اتنی ہی نہیں آج کے اس بد فتن اور بے آشوب دور میں جبکہ دنیا نے انسانیتِ ایمانی دوست سے محروم، دنی چلی جا رہی ہے، دینے نازک مرحلہ پر حضرت نے جذبہ ایمانی قربانی اور دینی جدوجہد کا سبق دیا، دنیا کے عالمِ میر سیناب میں بہ جانے والوں کو رہداریت کا طہر دار بنا کر شاہراہِ دعوت و عزیمت پر گامزن ہونے کا راستہ بتایا ہے۔

آخر میں بندہ ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے شکر یہ ادا کرتا ہے جنہوں نے خطبات کی ترتیب میں واسعے درے۔ قلمے خفے، معاونت فرمائی، خصوصاً پیر و محترم مولوی سید عدنان کا کافیلِ سلسلہ اللہ ذخیرہ حضرت مولانا عبدالحق نافع گل نور اللہ مرقدہ نے جو معاونت فرمائی و وقایعِ مستشرقین ہے، اللہ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے، اسی طرح سب سابق و حق متبرمجہ رشید سلسلہ اللہ نے بھی پروف ریڈنگ کے مرحلہ سے لے کر کتاب کی طباعت تک ہر مرحلہ میں میری معاونت فرمائی، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنے دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین۔ یا رب العالمین۔

والسلام

کتبہ محمد رمضان میاں نیم پالی عواللہ عند

۲۵/شوال ۱۴۳۳ھ ۱۳/دسمبر ۲۰۱۲ء، یومِ الاثنین



## دعوت و اصلاح کا کام

شریعتِ اسلامی نے انہی ہی زندگی اور اجتماعی اصلاح اور اجتماعی ترقی کو حاصل بنایا ہے، اور امت مسلمہ کو ایک جسم قرار دیا ہے کہ اگر ایک عضو میں درد ہو جائے تو تمام جسم بہہ بہکے گا، اس وجہ سے امر یا مکرہ کی وحشی منی غصہ کو ایمان کا خاتمہ اور دین کی بربادی قرار دیا ہے تاکہ جس کی ایسی برقی کے لئے اپنے اندر خوبی و کمال پیدا کریں، غلبہ ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک افراد انویس اور کمال سے کئے نہ جاسے، آراستہ نہ ہوں، اب جو رے اور یہ فرض قائم ہوتا ہے کہ غریبہ تبلیغ کو اس طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے ہمیشہ قوت پائے اور اسلامی فتوے میں (بھریں، ہمدرد اور رسالہ کو پہنچائیں اور احکام خداوندی کے سامنے سرنگوں ہو جائیں، کیونکہ یہ کام خدا کی ولیک اور عبادت اور سعادت عظمیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام کی امانت ہے اس کام کا مقصد وہودان کی مددیت نہیں بلکہ اس سے خود اپنی اصلاح اور عہدیت کا نگہار مقبوض ہے، اگر ہم اس کو صحیح طور پر انجام دیں گے تو عزت و قہر اور اطمینان و سکون کی زندگی پائیں گے۔

(معارف ۲۰: ۱۱) (اسید ابو الحسن علی نقی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)







زندہ رہنا ہے تو..... میرے کارواں بن کر رہو

انگریزی عقیدہ اٹھنے کے بعد برصغیر میں اپنے نیا ایک عقیدہ نے اسلام آباد میں پیدا کیا۔ اس عقیدہ کے پیروکاروں کا جیسا عموماً گویا، اپنے حالات میں سب سے زیادہ ممکن ہو کہ وہ اسلام آباد کے بعد کو قیوم لاہور، مسلمانان ہند کیلئے امید کی کرن تھے۔ یہ عقیدہ جو اہل طبع اسلام آباد کے لئے وہ تھی کہ چنانچہ گاہے ہوتی، وہ اسلام آباد کے لئے تھی۔ اہل طبع اسلام آباد کے لئے تھی۔

[illegible]

الحمد لله تجمده وسبحته وتغفره وتعوذ بالله من شرور أنفسنا  
ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له  
ونشهد أن لا إله إلا الله ونشهد أن محمداً عبده ورسوله الذي أرسله  
الله تعالى بالحق بشيراً ونذيراً وداعياً إلى الله بأذنه وسراجاً منيراً أما  
بعد فلأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم  
واذكروا إذ أنتم قليل مستضعفون في الأرض تخافون أن ينحطفكم  
أناس فأوكم وأهدكم ونصره وورقكم من الطيب لعلكم تشكرون

میرے بھائی اور عزیز دوستوں میں نے آپ کے سامنے سورہ انفال کی یہ آیت پڑھی جو فوری طور پر میرے ذہن میں آئی۔ کسی بھی طاقت نے میری کان میں کہا، اس عظیم مجمع کو، کچھ جو انہوں کی حدود میں تھا، اسے ہمارے سامنے ہے، اس غیر معمولی اتحاد کا تصور پچھلی صدی ہجری میں بڑے بڑا جنگ جو، غیر معمولی دور میں، جو مسلمہ ہندو، جہاد پرست اور بڑے سے بڑے ہندو مت پرستوں کے ساتھ ہوا، اس کا تصور ہمیں آج بھی نہیں آتا۔



ایک قصبے میں، دو بزرگوار عرب سے سرت مندر پار تے اور نوزبان، قہر رب، قانون، اقامت اور نسل، انداز، کسی بھی رشتہ سے بزرگوار عرب سے نہ ملک نہیں سمجھوں کی اتنی بڑی تعداد کچھ ہو سکتی، قرآن مجید میں آیت پر وہم رہا فوراً کچھ اور پہلی صدی ہجری کے اس حادثہ، یہ کچھ وہ مسلمانوں کے ساتھ یہ طریقہ میں قرآن آئے تھے۔

قرآن مجید مسلمانوں کو مخاطب کر کے (ایمن بنی بعد اس وقت چند چار سے زیادہ تھی) کہتا ہے: ”ہر قوم قبیلہ کے تھے، زمین میں انہوں نے کچھ ہوتے تھے، ہر وقت ڈرتے تھے کہ تم کو دین نیچا مار کے اٹک لے جائے، یہاں پر قرآن مجید نے انھیں کچھ انکسول کیا ہے، اس کے معنی تھیں مارا اور مار کر لے جائیں، اسات یہ تھی کہ تم قدر تھے، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو چھوڑ دینے کو تیار ہلا، صرف قرآن کا قہر ہمیشہ نیچے اس پر غیظ لوکل آئے، کچھ کافی بہت قرآن مجید کے ساتھ مندر چڑھیں آیت میں چوتھ مارا، چھانے کی تعمیر متعالی کی ہے۔

”یومذکر لیطعموا نور اللہ لہوا اھم“

یہ صاف دینی لفظ نہیں ہے، اس کے سبب الفاظ تخر میں اسے غلط میں ایک دینی، صحت تصور ہے، حاکمیت یہ تھی کہ مسلمانوں کی زندگی کا پراغ، اور اسلام نے چراغ کو، ہر وقت نکل کر با سنا تھا، اس کے کچھ نے سیکھنے کی پہلے ہی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ سنی پھر تھے، چھایا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے دو مہینے چھ قرآن میں یہ الفاظ متعالی کئے ہیں اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے حاکمیت کی تھی، اور یہی تصور قرآن کی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”فاز اھکم وایدھکم مصروفہ وورقھکم من الطیبت نعلکم منکر و“

اور تم کو پناہ دی اور تم کو نصرت دی اور تم کو ہادی ہادی کے ذریعہ تمہاری جامع کی اور نصرت کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے طالع دیو کے چیزوں میں سے تم کو، طالع فرمایا تاکہ تم شکر اور شکر، حیرات کا غلط ماس ہے، طاقت سے کے کہ مطلق ایمان و اختیار طاقت تک اور طاقت سے اس میں جو طاقت ہوتی ہے، اور اعزاز و تعالیٰ اسے حاصل ہوتے ہیں، جو قانون ساری کی طاقت، آزادیوں و خواہش کی اور پستی کی و برتری حاصل ہوتی، یہ سب طاقت میں آتا ہے۔

”ورورقھکم من الطیبت نعلکم منکر و“



کہ شاید تم شکر کرو اور تمہارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو۔

آج میں انسانوں کا جنگل دیکھ رہا ہوں اور اس وقت کو یاد کر رہا ہوں، جب چند ہزار مسلمانوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے یہ احسان بتایا تھا، لیکن آج ہماری کیا حالت ہو گئی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اپنے فضل و کرم سے ایک قصبہ میں دین کے خادموں کی ایک آواز پر دینے کے لئے دو دروازوں سے کتنے انسانوں کو جمع کر دیا ہے، ہر مسلک کے لوگ یہیں اس طرح جمع ہو گئے ہیں، اگر بے ادبی نہ ہو تو بڑی تشبیہ میدان عرفات کا نقشہ یہاں دکھائی دے رہا ہے، جو طاقت مسلمانوں کو میدان عرفات میں جمع کرتی ہے، وہی طاقت اور سنت ابراہیمی کی وہی کشش ہے، جس نے آج اس قبضہ میں لاکھوں مسلمانوں کو بکھیر دیا ہے۔

”واذن فی الناس بالہجج یا توک رجالا وعلی کلی ضامہ یاتین من کل فج عمیق“

تیسری سپہائیں و جن تو ہے امیر جنود

مکہ مکرمہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو سنت ابراہیمی اور سنت محمدی کی عید ہے۔ مگر وہ مسلمان جمع ہوتے ہیں تو اس میں بھی سنت ابراہیمی اور سنت محمدی کی کشش کو دخل ہے اور آج بھی اس آواز میں وہ فیہ معمولی طاقت اور کشش ہے جس کو اگر مسلمان سمجھ لیں تو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی حکومت میں وہ اثر اور طاقت نہیں جو اب بھی ایران کی آواز میں ہے، اقوام متحدہ سو بار جنے سو بار مرے، امریکا اور روس جیسی بڑی بڑی طاقتیں سرمر کے زندہ ہوں، پھر بھی ان کی آواز میں وہ طاقت و تاثیر نہیں، جو اسلام کی آواز میں ہے، جس طرح مٹا طیس لوہے کے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے، اسی طرح آج بھی اس آواز میں وہ کشش تو انسانی اور مسیحائی ہے جو دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے، ہمیں اور آپ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ دنیا پر جو چیز تھی جس نے قلیل تعداد کو بغیر تعداد پر غالب کر دیا۔

میں نے عربوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو لاشی سے کل شی بنا دیا، اور میں آپ سے ایک بار نہیں چاہا، بار کہتا ہوں کہ آپ کچھ نہ تھے، سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کے قلیل عطا کر دیا۔











ہم خالق اور مادی ہو جائیں۔

ہم صاف اعلان کرتے ہیں، اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کریں کہ ہماری  
مادہ وادی کی زندگی کے لئے ہر قسم کی چیز کو صرف رات بے چاہنے اور ان کو SELF  
SECURITY چاہنے کے ساتھ مادی مارنے نہیں، بلکہ ہر مادی زندگی کے لئے ہر قسم کی چیز  
کو بے چاہنے کے ساتھ مارنے میں ہم اس میں جتنی چاہیں، ان کو اور ان کو بے چاہنے کے لئے  
بلکہ ہم کو بے چاہنے اور ان کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے  
کے ساتھ مارنے میں ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے

میں۔ ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے  
میں۔ ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے  
میں۔ ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے  
میں۔ ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے

تو حیدر کی امانت میں ہوں میں ہے ہمارے

ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے

اپنے میں خود کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے ہم کو بے چاہنے کے لئے

تو حیدر کی امانت میں ہوں میں ہے ہمارے

آپ اپنے ساتھ تو صرف کیجئے۔ مسدود۔ یا سنی جامعہ کا نہیں، نہ ہی قریب  
ذیال کا مسئلہ ہے، اور نہ کچھ مضمونوں اور قریب کی حکمت کا مسئلہ ہے، مسئلہ صرف علوم  
اسلامی کے باقی رہ گئے اور اسلامی شخصیت کے چھوڑا کا نہیں، آج مسئلہ ہے اس ملک کی  
قیامت کو آپ دوسروں کے پیچھے چلنے کیلئے ہرگز نہیں پیدا کئے گئے، اور نہ خدا نے آپ کو  
اس ملک میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ دوسروں کا ہر شے پر بار دہوں اور آپ لوگوں کے  
اشہادوں کو دیکھیں اور ان کے چشمہ واد کو پہچاننے کی کوشش کریں کہ ملک کس رنگ پر جا رہا ہے  
۔ ہم کسی قوی و حمار سے وقت نہیں، ہم تو اپنی قیامت و امانت کیلئے پیدا کئے گئے



حضرات: آج ملک خود کشی کے لئے قسم کھا چکا ہے، وہ آگ کی خندق میں گرنے کے لئے تیار ہے، وہ بد اخلاقی اور انسانیت کی کے دلدل میں ڈوب رہا ہے، آپ ہی ہیں جو ہندوستان میں کیا پورے ایشیا میں اس ملک کو بچا سکتے ہیں، آپ اللہ اور رسول کی بات کہئے، آپ کو کوئی ضرورت نہیں کہ آپ غلام کی منڈی میں اتر آئیں اور آپ سودا کرنے لگیں کہ ہماری بولی بولی جائے، آپ متاع نایاب ہیں، اللہ کے سوا آپ کی خریداری کا کوئی حوصلہ نہیں کر سکتا، اسلئے میں ڈکنے کی چوٹ پر کہتا ہوں اکاش میں آپ کے دلوں اور دماغوں پر چوٹ لگا سکے، میں صرف آپ سے کہتا ہوں کہ اس ملک کو صرف تنہا آپ بچا سکتے ہیں، اس لئے آپ کے پاس عقیدہ، توحید اور انسانی اصول و مساوات ہے، آپ کے پاس اجتماع عدل کا مکمل نظام موجود ہے، آپ اہی ہیں جو برجز سے بالاتر ہیں، آپ علی ہیں جن کے پاس ایمان بلا آخرۃ ہے اور جو العاقبت لکھتے ہیں پر یقین رکھتے ہیں۔

آپ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی نظر طاقت اور قوت پر رہا کرتی ہے، جن کی نگاہ میں مال و متاع اور اکثریت ہی سب کچھ ہے اور نہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اشتباہات میں کامیاب اور پارلیمنٹ تک پہنچ جانے ہی کو سب سے بڑی معراج سمجھتے ہیں۔

بزرگوار و دوستو: جو دولت کے فلسفے پر ایمان رکھتا ہے اور ہر چیز ہتے سورج کو پوچھ لگتا ہے وہ ڈوب کر رہے گا، اس کو کوئی بچا نہیں سکتا، مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ عرب ممالک اس سے بہتر حالت میں نہیں اور یہ میں آپ سے اردو میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں ان سے ڈرتا ہوں، میں نے ان سے بار بار کہا ہے:

”لَا تَقْفُوا أَعْصِي عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ اخْشَوْا اللَّهَ تَسْمَعُوا عَلَيْهِم الدُّنْيَا كَمَا  
بَسَطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَنَفَا فُسُوها كَمَا نَفَا فُسُوها فَتَهْلِكُ كَمَا  
اهْلَكْتَهُمْ“

اس کو میں نے کھارہ دینہ میں کہا اور ہر جگہ میں نے بھی صدائے کالی کر دی ہے کہ اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی نصرت پر بھروسہ رکھنا ہے، اگر ہندوستانی مسلمان اپنے اندر ایمانی خاصا نہیں پیدا کر لیں تو آج بھی آتش فرو بردہ ہو سکتی ہے، اور دینی انداز فکر میں پیدا ہو سکتا ہے۔



میرے عزیز اور دوستو: میں پورے ملوث کے ساتھ کہتا ہوں کہ مولانا قاسم نانوتوی اور ان کی روح کا یہی پیغام ہے۔ حضرت شیخ الہند اسی پر چلتے اور بھلتے رہے۔

تکلیف للامت حضرت تھوٹنی اور مولانا مدنی اپنے اپنے خاص طرز اور اسلوب سے اس کے لئے ہمیشہ حوزاں اور لڑناں رہے کہ بندہ سنی مسلمان اپنی خصوصیات اور ملی شخصیت سے ساتھ اس ملک میں باقی رہیں قرآن و سنت تو سینے سے لگائے رکھیں، اخلاقی مسائل کا پیچھے نہ کے بجائے توحید و ملت پر زور دیں، دیوبند کا یہی پیغام ہے اور اس کی یہی خصوصیت رہی ہے کہ انھوں نے سرمایہ ملت کو بچانے کی کوشش کی اور اخلاقی مسائل کو جو ہم کے سامنے نہیں لائے۔ یہ دیوبند وارث بنے حضرت مجدد الف ثانی کا، آخر اور اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس کو سمجھنا چاہئے۔ یہ میرا مقام نہیں ہے، لیکن میں کہتا ہوں، اور حضرت مجدد الف ثانی کے وارث ہیں، حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، مقتدر بزرگوں میں سے کسی کو بھی اس میں کلام نہیں ہے۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہ کا گھستان اور ان کا منتخب فکر ہے جو دیوبندی شکل میں اس وقت سامنے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں صحیح العقیدہ دوس گاہیں ہیں وہ شاہ ولی اللہ کی سچ قرونِ زل اور اسی کی تجویزات ہیں۔

### منصب قیادت حفاظت ملک و ملت کا فریضہ

حضرات: میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے لئے قائد کا مقام اختیار کیجئے، آپ سمجھتے کہ آپ کی حیثیت ملک میں قائد کی ہے، میرے لئے یہ بات ناقابلِ برداشت ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مسلمانوں کو یہ کرنا چاہئے، کو ان یہ کہتے: حق رکھنا ہے، کیا نبی کریم کے بعد کوئی اور پیغمبر پیدا ہوگا، کیا کتاب اللہ کے بعد اور کوئی کتاب آسمان سے نازل ہوگی، کیا شریعت محمدی کے بعد کوئی اور شریعت آئے گی؟ ہم سے کہئے والا صرف اللہ اور اس کا رسول ہے، ہمارا ساتھ دینے والی عاری آسمانی کتاب اور سنت رسول ہے، آپ یہ عہدہ کر کے یہاں سے جائے کہ آپ کو ان خصوصیات کیساتھ ملک میں رہنا ہے، اور کتاب و سنت کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھنا ہے، اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کیلئے تیار رہنا ہے، اگر آپ ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں ہیں تو انشاء اللہ آپ عزت کے ساتھ سر بلند فرمادیں۔

”ولا تھنوا ولا فحزوا انکم مفرحون“



حقیرات: یہ وہ معلوم دیوبند کے فضلا جن کو دستارفضیات ملنے والی ہے ان سے اس درجہ کاہ کی تین چار انفراد خصوصیات کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔

(۱) اس درجہ کاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان نے اخلاقی مسائل کے بجائے توحید و سنت پر اپنی توجہ مرکوز کی (اور یہ وہ وراثت اور امانت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کے وسیلے سے اس ولی اور ابھی تک اسی کو عزیز ہے)۔

(۲) اتباع سنت کا جذبہ اور لگن۔

(۳) تعلق مع اللہ کی فکر اور ذمہ داری اور ایمان و اعتساب کا جذبہ۔

(۴) جو تھا غصہ ہے اعلیٰ رکعت اللہ کا جز یہ اور بخشش۔

یہ چار عناصر مل جائیں تو دیوبندی بنتا ہے، مگر ان میں سے کوئی عنصر کم ہو جائے تو دیوبندیت ناقص، فضلائے دارالعلوم دیوبند کا یہ شعار رہا ہے کہ وہ ان چار چیزوں کے جامع رہے ہیں، اب میں عام آدمیوں سے کہتا چاہتا ہوں کہ اس میں آپ کا بھی حصہ ہے اور یہ صرف فضلائے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، آپ بھی یہاں سے پیغام لے کر جائیے کہ عقیدہ توحید کو سینے سے لگا ہے، اور آپ کے گرو جو شرک اور فتنہ کا دھار ابھ رہا ہے اس سے الگ رہنا ہے توحید پر آپ قائم رہیں، اتباع سنت اور فرائض کی پابندی کا جذبہ آپ کے اندر ہو اور تعلق مع اللہ کی خوشحالی کرتے رہیں، آپ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے سرحدِ اکر دہ کو رکھتے ہو، محبوب اور معبود کا ہونا چاہئے، یہی تعلق آپ کے دل و دماغ اور آپ کے اعتساب پر ہر وقت ہونا چاہئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین







بسم اللہ الرحمن الرحیم

## امت مسلمہ کا فرض منصبی اور اس کے انقلابی اثرات

یہ تقریر مولانا حضرت نے اسلامی فاؤنڈیشن پارک فیضانِ اسلام، طانیہ میں ۱۸ ستمبر ۱۹۹۲ کو کی۔ جس میں اس شہر کو قرب و جوار کے مقامات کے چیدوار منتخب حضرات شریک ہوئے تھے۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا  
ومن سيئات اعمالنا من يهد الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له  
ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله الذي ارسله  
الله تعالى بالحق بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه ومراجعا لمسيره

حضرات! میں قرآن مجید کا ایک حقیر طالب علم ہوں اور آپ سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید روزِ آتش پڑھا جاتا ہے اور حسبِ توفیق بار بار اور زیادہ سے زیادہ پڑھا جاتا ہے، قاعدہ یہ ہے کہ جب آدمی کسی چیز کو حیرت سے دیکھتا ہے اور اس سے وہ متعجب ہوتا ہے تو اس کا یہ تعجب ہمیشہ قائم نہیں رہتا، وہ زائل بھی ہو جاتا ہے، لیکن میں اپنا حال آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں (اسی سے میں نے اپنی بات کہنے کا مضمون اخذ کیا ہے) جب میں قرآن مجید میں سورۃ انفال کی یہ آیت کریمہ پڑھتا ہوں:

الا تفعلون فتنه في الارض وفساد كبير.

تو مومنو! اگر تم یہ کام نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان مہاجرین اور انصار کو مخاطب فرمایا ہے، جو مشرف بہ اسلام تھے، جہاں تک ان مہاجرین کا تعلق ہے جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تھے، وہ چند سو کی تعداد میں تھے، آپ جانتے ہیں کہ ہجرت کوئی فنی کھیل نہیں ہے، ہجرت میں آدمی کو



گوہ بار پھوڑنا پڑتا ہے، اگرچہ قریباً سترہ سو نو سو پانچ سو سال پہلے اور ان کے مانتوں کو فتح پاؤں پہنا چکا ہے۔ یہ صوری و درمقانی طور پر اس کو جو اصل ہوتی ہے، نظر نہ آتا ہے کہ ان مہاجرین کی تعداد اندرونِ مکی، اور ان لوگوں نے مدینہ میں اسلام قبول کیا تھا ان کی تعداد بھی اس وقت تک پہنچا یا نہ ہو تھی، حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مدینہ حبیب میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تین مرتبہ مسلموں کو شہر اکیہ کیا۔ پہلی مرتبہ شہر کرنے میں مسلمانوں کی تعداد پانچ سو دوسری مرتبہ چوبیس سو سات سو کے درمیان تھی، تیسری مرتبہ شہر میں مسلمان ڈیڑھ ہزار تھے، اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ائمینان کی سائنس کی کتاب ہم کو یہ ہزاروں کے اب ایسی ہیڈر ہے؟ ہم نے وہ زمانہ دیکھا جب ہم میں کوئی کیے نماز پڑھتا تھا، پھر بھی انھوں نے ہزاروں کا بتا تھا۔

گوہ یہ منہ بھرنا تو ان کی آبادی تھی جس نے اسلام قبول کیا تھا اور جس نے اس کی ذمہ داری قبول کی تھی کہ اس کے چاروں طرف انسانی اہلی کا جو سمندر پھیلا ہوا ہے، اس میں وہ ہدایات و تسبیح کا کام نہ لے لی اور نہ کہ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ساری دنیا میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلام مانا، یہ بھی نہیں سنا تھا، قبول کرنے کا کیا ذکر؟ پھر اس وقت دنیا کی دو نظمیں ایشیا و مغربی تھیں جن کو (EMPIRE) کہنا چاہئے، وہ عربیہ ایشیا ہی نہیں تھیں، ان کی حیثیت محض غلامیہ اور حکومت کی کی تھی، ان کے ساتھ مستقل قہر یہ تھی، مستقل تھیں، صبر زندقہ اور یہ بارہ قدر (IDEALS & VALUES) تھے، تمدن دنیا کو سب سے بڑا حصہ دے گا یہ دونوں شہنشاہیہ ان بلا واسطہ قہر تھے، وہیں سے وہ قہر یہیت تھے، وہیں سے شیخ الاسلام آتے تھے، ان سے قانون لیتے تھے، آپ کو معلوم ہے کہ (ROMAN LAW) دنیا میں کتنی وقت کی نصرت سے دیکھ جاتا تھا، اور ایرانی شہزاد ہندوستان اور ویرازمیں تک پہنچتی تھی۔

”حضرات! میں جب آیت پڑھتا ہوں تو ہمیشہ تصورِ حیات میں گم ہوتا ہوں، سوچنے لگتا ہوں کہ یہ اللہ کیسے سے کہہ جا رہا ہے، کہہ جا رہا ہے اور کہیں کہا جا رہا ہے یا خیر؟ مسلمانی، جس میں مسلمان ڈیڑھ ہزار لکھے، بعض شرع حدیث اور کچھ تفسیر کی تحقیق میں دیکھ کے موقعہ پر ہوتی ہو ۲۰ھ میں پیش آئی اور بعض کے نزدیک دیکھ شوق (جس کو غزوہ الہزاب بھی











اور بعض کئی کئی سال سے اپنا گھر پھوڑے ہوئے ہیں، شادی شدہ ہیں یا شادی کی عمر ہے لیکن ہم نے آپ میں سے کسی کو کسی نہ شرم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہوئے میں دیکھا تو ہم نے کہا کہ ایک سو دو ہوں تو ہوسکتا ہے، لیکن سب کے سب کیوں نہیں دیکھتے؟ دھڑواہی ہے اور حسن ہے، لیکن کسی کو بد بگائی کرتے ہوئے نہیں دیکھتے۔

اس ہندوستانی نے جواب دیا کہ اللہ اللہ، سب کی نظر بالکل ٹھیک ہے، مگر قرآن کی تعلیم ہے۔

فَلِلْمُؤْمِنِينَ بَعْضُوا مِنْ بَعْضٍ وَبِحَقْقِهِمْ  
اگر ایمان سے بہت بچے کماؤں کی نظر میں چکی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں  
پھر یہ ہمارے امام کی تربیت کا بھی نتیجہ ہے اس خصوصیت کی طرف اس آیت بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ بِعَمَلِكُمْ  
اے ایمان والو! تم اللہ کے معاملہ میں اتنی ہی دانتی ط کا عمل اختیار کرو جتنے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے شان اعتبار سے ہوا کر رہے ہو۔

اگر آپ نے اس حکم میں رہتے ہوئے زندگی کا ایک نیا ماڈل (MODEL) ایک نیا سانچہ اور ایک نیا نمونہ پیش کیا جس میں یہاں کی زندگی، طرز معاشرت، نفس پرستی اور دولت پرستی اور ہر قسم کی آزادی سے امتیاز ظاہر ہوا تو لوگوں کے اندر اسلام کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوگا وہ آپ نے یہاں آئیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں کوئی کتاب دیجئے جس سے ہم سمجھیں کہ اس انقلاب کا مرکز کون ہے، کہاں سے یہ تبدیلی آئی اور آپ میں امتیاز کیا ہے؟

میں آپ کا بہت غور فرما رہا ہوں۔ آپ نے میری رائے ذاتی و ذمہ کے رفقاء کا اعتراف کیا، خاص طور پر ذمہ دار چید احمد صاحب اور ممتاز الحسن صاحب اور سب حضرات اور اس ادارہ کے ذمہ داروں کا کتاب کے بہار سے بہت زیادہ اثر ایسی تشریحات پر ایمان اور فیضانِ ملک لیا، اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ تبارک! ہے کہ یہ سب سب زیادہ سے زیادہ دعائیت اور شمع کا سب سے زیادہ نورانی ہے، جسے اس ملک سے دنیا، حق اور نور، رستہ اور رستہ کی ہو چلی تھی، وہاں سے نکلتے ہوئے، پیدا ہوا تھا، ہے ہی آپ ایمان کے اخلاق کی انہی تربیت اور شرافت کی اور



آفریں اقبال کے ان چند اشعار پر اس خطاب کو ختم کرتا ہوں، جو اس مقام و ماحول، مہم و  
زہد و اہم مسلمانوں کے۔ قیام و پیغام سے بھی خاص مناسبت رکھتے ہیں۔

میں ہوں رات و تو امی تو مئی      دہائے جہاں را تو یاری تو یمنی  
ات بندہ خانی تو زمانی تو زمانی      سہائے یقین در شب و اندر نماں خیز

: خواب کراں، خواب کراں، خواب کراں خیز

از خواب کراں خیز

غریب را فریب و وفا و یزئی از رنگ      فریاد ز شیرینی و پرویزی از رنگ  
خانہ ہمہ و برات ز چشیزی از رنگ      معارف و ایمان با از شیر جہاں خیز

: خواب کراں، خواب کراں، خواب کراں خیز

از خواب کراں خیز

وہ خدیوہ و امیران الحمد للہ رب العالمین







میں اس وقت چشتی شخص میں تھا۔ یوں کہ بات کہنا سے شرمناک ہوں اور اپنی بات کو کسی طرح سمجھوں اس لئے کل، عالمی شہ پایہ کو غرض میں وقت میں تقریب میں نہ عربی میں تھے، تیس اشعار انتخاب لئے تھے، میں تمنا کی دیر نہ تم تھے کہ میں زبان کا انتخاب کروں، اب نے پیسے جو مجھے دیئے آئے کہ اردو زبان میں خطاب، میں کہہ سکا ہوں کی۔ سے بڑی تعداد اس کی چھٹی اور پوری ہے، لیکن پھر مجھے عربی زبان سے شرم آئی کہ میں اس کو کیا جواب دوں گا، وہ قرآن کی زبان ہے، ایمان کی زبان ہے اور رابطہ ہم انسان کی بھی نہ کہانی زبان ہے اس نے مجھے سے میں اتنا کہہ رہا تھا، اس نے میں نے اس کا میں تلاش پا کر اس میں اس رہنوں۔ جس میں شدہ درستانوں ایک ایک شعر منتخب کرلوں یہ کتاب اپنے نظرات اور وقت شریف میں لکھی تھے، اس میں ان کے بعد وہ انہوں نے میں نے عربی کا یہ شعر انتخاب کیا۔

حمامہ حمری حرمہ الحمل سحری

قال یحوی من سعاد وسمیر

۱۔ حرمہ آمدنی سے شیراز کے بزرگ اس۔ دفتر چلنے کا وہ شوق کر رہا ہے۔  
۲۔ حرمہ کو یہ آہ ہے جو اچھے نہیں، لیکن میں نے کہا اب سب اس کو کر رہا ہے۔  
تین تین صدائیں

قاری میں چشتی نے نظمیں یہ مفاہیر باقی کا وہی شعر انتخاب کرنا، اور چند سستا شعر، کہ اس میں  
قیاس، سے آہ آتی، اس میں کہ سب سے زیادہ بکر خوش سے، اندر، کر رہا ہے۔

تعبیر کی میں۔ کہ یہ وہ پہاڑ ہے کہ اس کے

میں۔

میں۔

میں۔

میں۔

میں۔

میں۔

میں۔

میں۔

میں۔

میں۔



• وقوع کے لئے نریا و سوزاں ہے۔

حضرات امیں آجھتا ہوں کہ ایک صاحب پیغام، صاحب امر، نبی اور یہی وزیر رکھتے  
والی اور دنیا میں ظلم و زیادتی، کوروئے کی صلاحیت رکھنے والی، عدل و مساوت کا حق سمجھانے والی  
اور خدا کا پیغام چند سطح پر پہنچانے والی مسرت کی حیثیت سے فیصلہ کی دو گھڑیاں تھیں۔ یہ ہے  
نزدیک ایک تو وہ دون تھا جب سلطنت عثمانیہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا، یعنی یہ کہ سلطنت  
عثمانیہ نہ صرف باقی رہے گی، بلکہ اس طرح باقی رہے گی کہ دنیا کے سیاسی نقش پر وہ کوئی اثر نہ  
رکھے گی، یہ حیثیت امت کے پاس بان دور کا دم کے اس کا وجود برقرار رہے گا۔ ٹھیک ہے؟ تقریر  
میں یہ عثمانی مسرت کی قدر کا فیصلہ نہیں بلکہ امت اسلامیہ کی تقدیر کا فیصلہ تھا، اگر اس لئے اس کی  
وقت پیغاموں کی مسرت ملتوں سے دلیرت ہو جاتی ہے، اس لئے کہ پیغام خود خدا کا  
ہوگا، اور مسرت بھی ظالم نہیں ہوتی، ایسی نہیں ہے کہ اس کا دور کا دم ہوتا ہے کہ مسرت کا دم  
سیاسی وزن قوموں پر، وقت کے اہم فیصلوں پر، تاریخ کے صدارت پر ڈال دیتے ہیں۔ اس لئے  
کا سوت یا تو اس بان تھا، جب سلطنت عثمانیہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا، وہ مسرت  
بے چراغ و تاریک ہے۔

## ایک غلطہ غائبِ قلم و حور و صبر

پاکستان آج ایک موریر ہے، وہ یہ ہے کہ اس کے لئے کہ یہ وہاں ہے۔  
امت سے اپنے مولیٰ ہوتے ہیں، انارک، انیس عالم، صبر، تجزیات، انارک و  
بے یقین کے کہ وہ جب تقدیر فیصلہ ہوا، اس لئے یہ تقدیریں ہوں، انارک و صبر،  
فیصلہ ملی ہاتھ سے، اور یہ ہے کہ یہ تقدیریں کے پر تو ہے، اس لئے کہ اس کے لئے  
تجارت کے بلکہ یہ امت احمدیہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے،  
اختیار ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے،  
پہلی جو کتبائیں ملیں، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے،  
یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے،  
انارک و صبر، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے،  
نہیں کہ یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے، یہ مسرت پر ہے،







شر اس بوند بندہ کئی باغ اس سادات میں اونی اور مسافر دست و پائیوں ہوگی تو اندیشہ ہے کہ دست کا کاروان چھڑ کر رہے ہیں اس وقت آپ کی ذرا سی اغوش دست کی قسمت پر صبر و استقامت اسلئے یہ پر آپ کا صحیح یا غلط فیصلہ اس طرح اثر انداز نہ لگتا ہے کہ ایک صدی بعد ہی تک اس ملت کی قسمت پر پھر ایک اور قتل پر رہے وہ اس کی رہائی خدا نخواستہ ہم ہو جائے اس لئے آپ نے اس کا وقت مقرر نہ کیا۔

اس مقدمہ پر بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ قربانی کا لفظ اتنی اثرات سے استعمال ہو رہا ہے اور ہماری سیاسی تحریکوں نے (مکتوبی زبان میں نہیں بلکہ) اس کی معنی پائی ہوئی ہے اور علمی زبان میں کہوں گا کہ اس لفظ استعمال کیے کہ وہ اپنی طاقت کو بیکار ہے قربانی تو وہ چیز ہے کہ اس کو سختی بدن سے دو تھے خطر ہے جو جائیں لیکن ہم قربانی کا لفظ حسب استعمال کرتے ہیں تو دست کی قربانی کو، خوفناکی، عمومی کی قربانی کو اس کا مصداق سمجھتے ہیں لیکن قربانی وہ عظمت اور تقدس چیز ہے جس کی تاریخ ابراہیم علیہ السلام کی قربانی پر ختم ہوتی ہے، ہر چیز کا شجرہ نسب ہو رہا ہے مسجد کا شجرہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہوئی مسجد کعبہ، بیت اللہ سے ملتا ہے اور جس مسجد کا نسب سید ابراہیم پر ختم نہ ہو وہ مسجد خانہ خدا بنانے کی مستحق نہیں، اور مسجد ضرار ہے اور جس خانہ کا شجرہ نسب علقم بنی ہو چھڑ پر ختم نہ ہو وہ درود انش کدہ نہیں، بیت کدہ ہے تو اس طرح میں کہوں گا کہ جس قربانی کا شجرہ نسب ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے وہ بیت اللہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہے نفسی تسلیم و رضا پر ختم نہ ہو وہ صحیح النسب نہیں ہے۔

### تین قسم کی قربانیاں:

آپ تین طرح کی قربانیاں دینی ہیں۔ پہلی یہ قربانی ہے جسے ہماری تاریخ میں ایک امام موجود ہے، ایک قربانی وہ ہے جو سیدنا خالد بن ولید نے یہود کے ساتھ دی تھی، دوسری قربانی وہ ہے جو حضرت حسن بن علیؑ نے حضرت عباسؑ کے مقابلہ میں امت کے لشکر کو ختم کرنے کے لئے دی تھی، تیسری قربانی وہ ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ نے (اسلامی مملکت اور معاشرہ کو ساری زندگی اور اسلامی سیرت کی راہ پر لگانے کے لئے) اپنی زندگی کو بدل کر اور اپنے خاندان کے منہ سے آنکھیں بند کر کے دی تھی۔ اب یہ تینوں قربانیاں پاکستان کی اس ملت



اسلامیہ کوہ بخش میں۔

دست سے خالد بن ولید کی قربانی یہ پیغام دیتی ہے کہ عین میدان جنگ میں اُس معزول کراہ جائے تو یہ ثانی پر شکست نہ آئے اور یہ ان ظالموں کے دیکارہ نے وہی وقت محفوظ کر لیا تھا کہ ان میں مہر کے سے لڑتا تھا تو اب نہیں لڑوں گا، اور اگر اللہ تعالیٰ کے سے لڑتا تھا تو میرے جوش و سرگرمی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اور کیا نے دیکھ لیا کہ اللہ کے لیے نہ نے اس کو چاروں دکھایا کہ اس کے جوش و جہاد اور شوق شہادت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے کہ جس شخص کا نام فتح کے ساتھ اس طرح لکھ لیا تھا کہ ان میں فرق کرنے مشکل تو وہ نام فتح کی علامت و اثر (Symbol) بن گیا تھا، لوگ پوچھتے تھے مہر کے میں خالد ہیں یا نہیں؟ اگر جواب ملے کہ وہ ہیں تو ان امیدوں سے بھر جاتے تھے، اصل بخیر۔ خدا پر تھا، لیکن ان کی موجودگی کو نیک نال سمجھتے تھے۔ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی، خاریق اعظم کی عظمت کے سامنے خدا، آدمی اور خود اعتمادی کے جوہر کے سامنے مورخ خیر بن زکریاؒ ہو جاتا ہے کہ وہ اس خدا کے بندے نے اس ملت کے لئے اور قیامت تک کے لئے ایک نظیر قائم کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا، اور اتنا بڑا خطرہ (Risk) مول نہیں لیا گیا کہ عین اس وقت جب سب سے بڑا فیصلہ کن مہر (ریسک کی جنگ) اور جوش تھا۔ یہ نہ ایک شخص آتا ہے اور حضرت خالدؓ کی معزولی اور حضرت ابوبکرؓ کے انحراف کا پردہ اندھا تھیں رہتا ہے اور لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا بندہ رانچینگ یا قادیانوں اسلامی نہیں رہے۔ انہوں نے سر جھکا دیا اور سب سپاہیوں نے دیکھا کہ خالدؓ معزول کر دیئے گئے اور خالدؓ نے اس وقت کہا کہ "اُمّ جہاد سے میرا مقصد محمد بن خطابؓ کی خوشنودی ہوتی تو میں آئندہ سے رک بہ تاہلین میں چونکہ اللہ کے راستے میں اس کی رضا ہوئی کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید میں جب ذکر کرتا تھا اس لئے میرے زور نہ دے کوئی فتور اور قتال کے لئے میرے جوش و سرگرمی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔"

ملت کا مفاد مقدم رکھیں:

ایک قربانی آپ کو اس ملک میں یہ دینی ہے کہ ملت کے مفاد کو اپنے مفاد پر قربان



کے مفاد پر، برادر یوں کے مفاد پر اور میراں تک میں غرض کرتا ہوں کہ ملت کی ضرورت کا جو عنوان اور راستہ ہم نے تجویز کیا ہے اس پر بھی ملت کے مفاد کو مقدم رکھیں۔ اس لئے کہ جماعتیں ملت کے لئے ہیں۔ ملت جماعتوں کے لئے نہیں، مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت اسلامی ہند یہاں بیٹھے ہیں، میں نے ہندوستان میں "مسلم مجلس مشاورت" کے پایٹ فارم پر بھی یہ بات کی تھی، اس وقت بھی اس پر ایمان رکھتا تھا، اور اب بھی ایمان رکھتا ہوں کہ اگر ملت کے مفاد کا تقاضا ہو کہ حرف خط کی طرح جماعتوں کو ملنا یا جانا تو میرے اخلاص کا تقاضا ہوگا کہ سب سے پہلے میں اسے قبول کر دوں، یہ وہ قربانی ہے جس کا سبق حضرت خالد بن ولیدؓ کی قربانی ہمیں دیتی ہے۔

حضرت حسنؓ کی قربانی کی عظمت کو بہار سے اچھے اچھے مورخ بعض مرتبہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ قربانی بھی کسی قربانی سے کم نہیں کہ وہ نواسہ رسول ﷺ تھے، بڑے نواسے تھے، انصارِ علیؓ کی تلواریں بنام سے ابھی باہر تھیں، اس وقت جو شخص بھی صورت حال کا جائزہ لیتا وہ یہ پیش گوئی کر سکتا تھا کہ ابھی بڑی فوجی طاقت حضرت حسنؓ کے ساتھ ہے، اور مسلمانوں کی جذباتی وابستگی بھی ان کے ساتھ ہے، ان کے ساتھ ٹرٹی والٹ تھے، وہ نواسہ رسول ﷺ تھے اور خلیفہ راشد تھے۔ ان کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی، انہوں نے دیکھا یہ کہ کشمکش یہ نتیجہ ثابت ہوئی اور میرے چیلل المرتبت والدہ کی توانائیوں کا بڑا حصہ اس میں صرف ہو گیا، ان کا یہ ایک اجتہاد تھا کہ انہوں نے خلافت سے کنارہ کشی اختیار کی، ایک قربانی وہ ہے جو ان کے بعد ان کے عظیم المرتبت بھائی حضرت حسینؓ نے بڑے بڑے مقابلہ میں دی، ایک اجتہاد ان کا تھا۔ میں ان دونوں اجتہادوں کو جمع سمجھتا ہوں، ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں سمجھتا، یہ موقع نہیں کہ میں تاریخی اسباب بیان کر دوں، لیکن میرے نزدیک حالات کے بدلنے کے ساتھ احکام بدلتے ہیں، ان حالات کے مطابق حضرت حسنؓ کا فیصلہ صحیح تھا، ان حالات کے مطابق حضرت حسینؓ کا فیصلہ صحیح تھا اور دونوں نے عالی ہمتی سے کام لیا اور کسی نے کمزوری نہیں دکھائی۔ میں ایک منٹ کے لئے یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ حضرت حسنؓ نے کسی کمزوری کی بناء پر یا کسی بیرونی دباؤ کی بناء پر یہ فیصلہ کیا بلکہ یہ تو وہ فیصلہ تھا کہ جس کی پیش گوئی زبان نبوت ﷺ نے کی تھی:



ان اپنی ہذا سید، ولعل اللہ ان بصلاح بن بین فتنین من المسلمین  
میر یہ بیاناں دار ہے، کیا عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اذیہ مسلمانوں کے دوا کر دے  
کے اور میان مصالحت کر دے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کی قربانی بھی کسی قربانی سے کم نہیں، وہ جب مدینہ کے گورنر  
تھے، اور حکمران خاندان کے ایک فرد اپنے اہل مذاق و لطافت پسندی کے لئے ایک خرب  
اشل کی حیثیت رکھتے تھے، ان کا فیشن نو جوانوں میں نہ صرف ہمیشہ تقلید بلکہ مستہزائے قہار سمجھا  
جاتا تھا، ان کی چال و حال کی نقل و باقی تھی اور "الحمیہ لأمیریہ" کے نام سے اس زمانے کی  
سوسائٹی میں زہن زدہ ضربی تھی، بیش قیمت سے بیش قیمت پیر بازار سے خرید کر آتا تو ان کی  
فکر میں نہ چلتا، لیکن جب خلافت کا باران کے کاغذوں پر پڑا تو ان کی زندگی یکسر تبدیل ہو گئی،  
انہوں نے اپنے اور اپنے قریب ترین اعزہ کی جاگیریں بیت المال کو واپس کر دیں، ایک مرتبہ  
سیسے سے سستا کپڑا ان کی پوشاک کے لئے آیا تو یہ کہہ کر انہوں نے واپس کر دیا کہ یہ قیمتی ہے،  
ان کے خادموں کی آنکھوں میں پرانا زمانہ یاد کر کے آنسو آ گئے کہ بازار کے قیمتی کپڑوں کو  
انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا تھا کہ بہت معمولی ہیں، کھانے پینے اور گھر کی چیزوں کا معیار  
انہوں نے اتنا گرا دیا کہ پوریا فیشن زوال بھی اس سے نیچے شاید نہ آسکے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ  
سرکاری شمع جل رہی ہے، اور وہ حکومت کا کام کر رہے ہیں کہ ایک دوست باہر سے آئے ہیں،  
وہ ان کے علاقے کے مسلمانوں کے حالات دریافت کرتے ہیں۔ جوں ہی وہ ان کے بچوں کی  
خیریت اور گھر والوں کی صافیت پوچھنے لگتے ہیں تو وہ پھونک مار کر شرع گل کر دیتے ہیں، دروازے  
ختم مٹا دیتے ہیں کہ سرکاری شمع اور تل اس لئے نہیں ہے کہ ذاتی سوالات اور خانگی حالات میں  
وہ مصروف ہوں۔ میں نے یہ چند مثالیں دی ہیں، ورنہ ان کی خلافت کے بعد کی پوری زندگی اس  
عظیم قربانی کی ایک مثال ہے جو کوئی خدا ترس اور صاحب ضمیر اور ایمان انسان کسی  
ملکت کے لئے پیش کرتا ہے۔

معاملہ ملت اسلامیہ کی تقدیر کا:

یہ میری خوبی ہو یا میری آرزو بخش ہو، یہ خدا کی نعمت یا یا میرا امتحان ہو، میں نہیں کہہ سکتا،  
لیکن شاید اس مجمع میں (وہاں کے پورے احرام کے ساتھ) کوئی صاحب ایسے موجود نہ ہوں



کے۔ جن کو عالم اسلام کو اس طرح اور اتنے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہوگا۔ جتنا مجھے۔ مجھ تو تھوڑی سی بد قسمتی، کچھ تھوڑی سی خوش قسمتی۔ بد قسمتی اس لئے کہ میں نے اس عالم اسلام کو جس طرح دیکھ وہ جگر پر داغ ہے، جگر پر زخم ڈالنے والا ہے، خوش قسمتی اس لئے کہ مجھے مسلمانوں کو قریب سے اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملا، اپنے جسم کے ان ٹکڑوں کو دیکھنے کا موقع ملا، بہر حال میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ معاملہ اس وقت پار نہیں کا نہیں، معاملہ جماعتوں کا نہیں، معاملہ وقتی مصالح کا نہیں، معاملہ ملت اسلامی کی تقدیر کا ہے، ہو سکتا ہے کہ عبادات محفوظ ہوں، معاملات میں بہت سی غلطیاں محفوظ ہوں، لیکن ملت دنیا کے سیاسی قراڑوں میں اپنا وزن نہیں ڈال سکتی۔ بیت المقدس کا مسئلہ ہو یا فلسطین کا مسئلہ ہو، لبنان کا مسئلہ ہو یا قبرص کا مسئلہ ہو، آپ دیکھتے کہ پوری ملت اسلامی اس بارے میں کوئی اثر نہیں رکھتی۔ سلطنت عثمانیہ کے بعد عالم اسلام کا کوئی ملت اور ملت اسلامیہ کا کوئی تئید کوئی خاندان اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ عام اسام کے کسی مسئلہ میں اپنا سیاسی وزن ڈال سکے۔ کچھ فیصل مرحوم نے تھوڑا سا وزن ڈالا تھا اور کچھ ہمت دکھائی تھی، لیکن آ کر آں قدح شکست و آں ساقی نہ ماند آج کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے کہ جس کی ناپسندیدگی، جس کا عدم اتفاق اور جس کا احتجاج کسی بڑی طاقت کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس مسئلہ پر غور کرنے پر آدھ کر سکے، آپ سب جماعتی مفاد سے بالا اثر ہو کر صورت حال کا مقابلہ کریں، زمانہ کے فیصلے کو قبول کریں اور اس کا ہمت و جرأت سے سامنا کریں، اور اگر خدا کی طرف سے کوئی موقع ملا ہو تو آپ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں، اگر کوئی فرد، کوئی جماعت دس فیصد بھی اپنے کو اس کا اہم قرار دے کہ وہ آپ کی کوئی خدمت کر سکے تو اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ اسے موقع دیں کہ وہ اپنی صلاحیت کا اظہار کرے، مسلمانوں کی تقدیر کی یہ جو لکیریں ہیں، ان کو سہ سترہ رکھئے۔ یہ نوشت کو اڑ نہیں، نوشت تقدیر ہے، آپ کی ذرا سی غلطی، ذرا سی نفسانیت، ذرا سی صوبائی یا لسانی یا طرز وادی عصبیت، آپ کا اشتہار و اختلاف مسلمانان عام کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے، آج یا کل جب بھی وہ موقع آئے تو آپ سارے مفادات پر ملت کے مفاد کو مقدم رکھیں اور آپ ہر اس موقع سے، ہر اس موقع سے، ہر اس مسئلہ سے کنارہ کشی اختیار کریں، جو کسی قسم کا چینی اشتہار پھیلائے، نہ اس کے لئے آپ کو اختیار فی مسائل کو کچھ دنوں کے لئے بالائے حاق رکھنا پڑے تو ضرور رکھیں، فرض اور وجہ ہے کہ آپ



غیر ضروری بحثوں کو نہ چھیڑیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر بعض دینی اہلکاروں نے شروع سے یہ احتیاط برتی ہوتی اور انہیوں نے مباحی اور ناجائز بحثوں کو کچھ دنوں کے لئے اٹھ رکھا ہوتا تو آج ان کے لئے راستہ اس سے زیادہ صاف تھا جتنا اس وقت آپ کو نظر آ رہا ہے لیکن بہر حال یہ انسانی کوششیں ہیں، انسان اپنے علم اور عقل کا مکلف ہے۔

### موجودہ صدی کو کسی مقصم کی تلاش:

میں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ ضرورت کو آپ حضرات نے پورے طور پر سمجھ لیا ہو گا اور اتنا کافی ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ پورے عالم اسلام بلکہ دنیا کے انسانیت کے لئے اور حق و انصاف اور عدل و مساوات کے لئے پشت بنا، انہیں اور آپ سے قابل ہوں کہ دنیا کے کسی گوشہ میں آپ کے اخلاقی اثر اور آپ کے احترام میں ظلم نہ ہونے پائے، جیسا کہ ایک بڑھیا عورت پر ظلم ہوا تھا، اس نے ”و مقصمہ“ کی صدا لگائی تھی اور عہد حق خلیفہ مقصمہ اس کی داد دی کو پہنچ گیا تھا، ان بھی کوئی ملک سے قابل ہو کر کوئی ”ظالم“ و ”مقصمہ“ کہہ سکے۔ کوئی تو مقصمہ اس دنیا میں اس صدی میں پیدا ہونا چاہئے، جیسا ایک امام کعبہ کی ضرورت ہے، اور ہم آپ سے ان کا احترام کرتے ہیں، جیسا کہ آج ایک بڑے عالم دین کی ضرورت ہے اور ہم آپ سے ان کا احترام کرتے ہیں، ویسے حق پسند، انصاف شعار، عدل گستاخ، دروہند، انسان دوست، جماعت کی بھی ضرورت ہے، پس میں ان الفاظ پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، آپ حضرات کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات نے مجھے ایسا موقع عطا کیا کہ اگر میں کوشش کرتا اور یہاں میرے احباب بھی کوشش کرتے تو شاید اس آسانی سے یہ موقع فروہم نہیں ہو سکتا تھا، اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اسلام ایک تغیر پذیر دنیا میں

”مسجد اہل زنتی میں نہ ہو جس مسجد میں مسجد خدا بنے زمین اہل ایمان چاروں طرف سے ہمارے مقدسوں کی  
۲۵۔ عری ۱۹۷۷ء میں لی گئی ایک عکاسی تصویر۔“

جناب رئیس چٹوڑی صاحب مدظلہ العالی، تادم باہرہ، انجمن اہل علم و معارف میں سب سے پہلے اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں کہ اس سیمینار کے داعیوں کا تقاضا یہ ہے کہ ان لوگوں کے اندر سے ایسی ہی دگر مجلس کے اقتراح کے لئے اس کا ایسا سنجیدہ اور فکر انگیز متاثر ہو، دعوت الہی اور عزت انسانی۔

بڑی ذمہ داری:

حضرات! یہ بڑی موزوں اور برحق بات ہے کہ یہ سیمینار مسلم یونیورسٹی نے چھپنے میں اور اس کے زیر سایہ منعقد ہو رہا ہے، جس نے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے بددی بولی دینا اور تعمیر پر عہد کا سب سے زیادہ جرات مندانہ اور جانشین طور پر نوٹس لیا، انجمن تعمیر کی حقیقت کو تسلیم کرنے والے اداروں اور تحریکوں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، تعمیر اور تجدید کی ضرورت کا تسلیم نہ کرنا آسان ہے، اس سے کوئی ذمہ داری اس ادارے اور اس تنظیم پر عائد نہیں ہوتی، جو تعمیر سے انکار کر رہا ہے، مگر تعمیر کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے بعد تو ادارہ ہمیشہ کے لئے اس کا ذمہ دار ہو جاتا ہے کہ حالات کا کیا اندازہ اور حقیقت پسندانہ جائزہ بخیر ہے اور دیکھنے کے لئے تعمیر کی حقیقت کو تسلیم کرنے اور اس کو سامنا کرنے کے لئے وہ کیا ہے یا نہیں؟

اس حیثیت سے مسلم یونیورسٹی پر اور اس کے بعد علماء و قاضیاء کے ذمہ داریوں اور کاموں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور حسن اتفاق ہے کہ ان دونوں اداروں کے ذمہ داروں کا یہاں ایک تنظیم دور باہر ہے، ان کو غور کرنے سے پہلے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ایک سرچہ تعمیر کو قبول کر لینے



کے بعد پھر کیا وہ کسی بار بغیر کو قبول کر لیتے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟

زمانہ ثبات و تغیر کا نام ہے:

دعوت آج کا عنوان ہے اسلام ایک تغیر پذیر دنیا میں اس کے دور جز ہیں ایک تو "اسلام" اور ایک "تغیر پذیر دنیا" میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں کے بارے میں اپنے ناچی خیالات پیش کروں اور ہم آہ آپ ایک کھلی ہوئی فضا میں کھسے ہوئے وہ غلوں کے ساتھ اس پر غور کریں۔

زمانہ اپنی تغیر پذیر اور زیادہ صحیح الفاظ میں اپنی تغیر پرستیا یا اقبال کے الفاظ میں "تازہ پسندی" کے لئے بدنام زیادہ ہے اور بدنام ہے، بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زمانہ تغیر پذیر دنیا کا نام ہے، اس میں کوئی تغیر نہیں، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، زمانہ ثبات اور تغیر کے متوازن، مرکب اور نمونے کا نام ہے۔

جب کبھی اس کا تناسب جگہ جائے گا، یعنی تغیر اور تغیر پرستیا آجائے گا، تغیر ظہور و بحالی کے لئے تو زمانے میں سائنس اور تہذیب کا قیام اور نیا آجائے گا، ان دونوں کے تناسب کا معاملہ کیا ہوگا؟ کے لئے سب سے بھی نہیں زیادہ ماننا ہے، زمانہ جہاں تغیر و صدامیت رکھتا ہے، اور اس کو بدلانا چاہئے اس لئے کہ بدلنے کی کوئی کمزوری، کبھی یہ غیب نہیں، وہ زندگی کی تین حقائق ہیں، اور زندگی کی تعریف ہے۔

پیر و ہاں، پیر و ہاں، پیر و ہاں ہے زندگی

وہ زندگی، زندگی، جلانے کی مستحق نہیں، جس میں نمونگی نہ اسیت و فقار و ہنگامی ہو، وہ درخت شاداب اور پھر نہیں بھلایا جاسکتا جو اپنی شوکی سلامیت کھو دے۔

تغیر پذیر دنیا اس کے بجائے اگر آپ اس کو نمونیا ترقی کا نام دیں تو یہ خیال میں آپ اس کے ساتھ زیادہ افسوس کریں گے۔

زمانہ تغیر قبول کرنے کے ساتھ ہی جلیں بھی ایک طاقت رکھتا ہے، ہم یہ تو دیکھتے ہیں۔ زمانہ کتاب ہاں یا نہ اس تبدیلی کے مظاہر ہی بھی ہم کو صاف نظر آتے ہیں کہیں زمانے نے اپنی اندرونی صلاحیتوں کو بقی رکھنے اور اپنے صالح جزاق، و عناصر و مخلوق رکھنے کے لئے کتنی کشمکش کی اور کس قوت سے متوجہ سے کام لیا، ہم حالات میں ہم اس کو نہیں دیکھ پاتے ہیں کہ اس کے لئے



انکلیجس طرح کی خوردبین کی ضرورت ہے۔

ایک دریاء کو آپ نہیں جو روانی اور حرکت کے لئے سب سے بہتر مثال ہو سکتا ہے، دریا کی کوئی موج اپنی پہلی موج کی بالکل عین اور مماثل موج کی بالکل عین اور مماثل نہیں ہوتی، لیکن دریا اپنی گہرے رہتی ہوئی موجوں کے باوجود اپنے نام کے ساتھ اپنے حدود کے ساتھ اپنی بہت سی خصوصیات کے ساتھ ہزاروں برس سے قائم ہے، وجہ وفرات آج بھی وجہ وفرات کہلاتی ہے، اور رنگ و حسن آج بھی رنگ و حسن کہلاتے ہیں۔

زمانے کے اندر تھیراؤ بھی ہے، اور بہاؤ بھی، اگر زمانہ ان دونوں خصوصیتوں اور صلاحیتوں میں سے کسی ایک سے محروم ہو جائے تو وہ اپنی افادیت کھو دے گا۔

اسی طرح کائنات میں جتنے بھی وجود، شخصیتیں اور ہستیاں ہیں، سب کے اندر مثبت اور منفی لہریں برابر اپنا کام کرتی رہتی ہیں ان دونوں لہروں کے ملنے سے وہ فریضہ ادا ہوتا ہے، اور وہ منصب پورا ہوتا ہے جو ان کے پر دیا گیا ہے۔

## مذہب زندگی کا نگران ہے:

جہاں تک مذہب کا تعلق ہے، مذہب کے ایک پیروار طائب علم کی حیثیت سے میں مذہب کے لئے یہ پوزیشن قبول نہیں کر سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات بھی مذہب کے لئے یہ پوزیشن نہیں پسند کریں گے کہ مذہب ہر تغیر کا ساتھ دے یہ کسی تھرماستری کی تعریف تو ہو سکتی ہے کہ وہ۔

اور حرارت و برودت، بلائے یہ مرغ بادشاہ (WEATHER COCK) کی بھی تعریف ہو سکتی ہے جو کسی ہوائی اڈے یا اونچی عمارت پر لگایا گیا ہے صرف یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ہوا کس طرف کی جھل رہی ہے، لیکن مذہب کی تعریف نہیں ہو سکتی، میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا کہ مذہب کو اس کے بلند مقام سے اتار کر تھرماستری یا مرغ بادشاہ کا مقام دینا چاہتا ہو کہ مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ صرف زمانے کی تبدیلیوں کی رسید و قرار ہے، اسناد (ACKNOWLEDGE) کرتا ہے یا اس کی عکاسی کرتا رہے، صحیح آسمانی مذہب کے تو کیا کسی نام نہاد مذہب کے پیرو یا اس کے نمائندے بھی اس پوزیشن کو قبول کر لینے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔



مذہب تغیر کو ایک حقیقت مانتا ہے اور اس کے لئے دو ساری گنجائش رکھتا ہے، جو ایک صاحبِ مسیح، مذہبی اور جاہلِ تغیر کے لئے ضروری ہوں، مذہب زندگی کا ساتھ دیتا ہے، لیکن یہ بعض ساتھ دینا یا محض وفات اور جہنم نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مذہب کا فرائض یہ بھی ہے کہ وہ اس کا فرق کرے کہ یہ صاحبِ تغیر ہے اور یہ غیر صاحبِ تغیر ہے، یہ تحریریں روحانی ہے، اور یہ تغیری دنیوی ہے، اس کا نتیجہ انسانیت کے حق میں حکم سے کم اس مذہب کے پیروں کے حق میں کیا ہوگا؟ مذہب جہاں روایں اور زندگی کا ساتھ دینے والا ہے، وہاں وہ زندگی کا مذہب دیکھ کر اس جگہ (GUARDIAN) اور زندگی کا تعلق بھی ہے۔

گاردین کا کام یہ نہیں ہے کہ جو سچی اس کی انسانی میں ہے، اس کے ہر حق اور روحان کا ساتھ دے اور اس پر مہرِ تقدیر ملے، مذہب ایسا سسٹم نہیں ہے کہ جہاں ایک ہی قسم کی ضرورت ہوئی ہے، ایک ہی طرح کی روشنائی ہے، اور ایک ہی طرح کا ساتھ ہے، جو سہو ویز اور تحریرات مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ اس پر مہرِ تقدیر ملے، مذہب یہ ہے کہ وہ اس پر مہرِ تقدیر ملے۔

مذہب پہلے اس کا جائزہ دے گا، پھر اس پر اپنا فیصلہ صادر کرے گا، اور مذہب کے اور بعض اوقات مجبوراً مذہب کے ذریعہ اس سے اسے بزرگ کرنے کی کوشش کرے گا اور ان کوئی ایسی طاقت دے گی، یہ اس کے سامنے آئی ہے، جس سے اس واقعات نہیں، جس کو وہ انسانیت کے حق میں ملے اور ساتھ ملے سمجھتا ہے، تو مذہب یہ کہ وہ اس پر مہرِ تقدیر ملے، مذہب اس سے انکار کرے گا، بلکہ اس کی بھی کوشش کرے گا کہ وہ اس کی راہ میں لازم ہو۔

یہاں اخلاقیات اور مذہب میں ایک فرق پیدا ہو جاتا ہے، مذہب اپنی آمدوری اور فرض سمجھتا ہے کہ کائنات روحان کو روکے، ہر اخلاقیات و انصاف کی ذیوقی سرفہ یہ ہے کہ وہ غلط رجحانات کی نشاندہی کر دے، یا اپنے فتنہ فطرت پر کر دے، لیکن مذہب اس کی کوشش کرے گا کہ وہ اس کا راستہ روک کر رکھ لے جائے۔

مذہب کی تاریخ کی بعض آزمائشیں:

مذہب کی تاریخ میں ہمیں بعض وقتے نظر آتے ہیں، جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب اور زندگی کا ساتھ چھوٹ گیا ہے، وہاں مذہب سے زیادہ جہان مذہب اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں، جو مذہب کے اعلیٰ اصولی، ملکی زندگی میں جاری اور ساری کرنے میں کوتاہی برتتے ہیں، یہ



مذہب کی کوئی بھی نہیں کہ دوزخ کو کاسا تھو نہیں دیتا، یہ سچ وہاں مذہب کی کوتاہی ہے، ہوا پانی سستی اور کوتاہی سے زندگی کے قافلے سے چھڑ جاتے ہیں، لیکن مذہب اور سچ وہاں مذہب کا یہ مستحکم رشتہ اور نازک تعلیق ہے کہ ان دونوں کے درمیان بہت سے ٹکڑے ہیں فرق کر سکتی ہیں کہ یہ کوتاہی مذہب کی ہے یا سچ وہاں مذہب کی، تاہم ایک عظیم ادارے اور ایک عظیم ترقی یافتہ طلبہ دار، حقیقت پسندانہ، قائم انداز مذہبی علمی اور ادبی مہمیں ہیں۔ یہ غلطیہ، جو ترقی یافتہ کتب خانے اور جدید بانیادارن جازو نہیں تو معلوم ہوگا کہ اس مہم بحیثیت دینی اور انسانی تعمیرات کے اس کا ذمہ دار نہیں تھا، اور اس کے اندر کوئی ایسا شخص موجود نہیں تھا، جو اس کو زندگی کا ساتھ دینے اور اس کے مسائل حل کرنے سے باز رکھے۔

ان علماء اموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب:

انسانوں کی پرانی کمزوری ہے کہ اپنی ذمہ داری دوسروں پر ڈال دیتے ہیں، جب بہت سے مسلمانوں سے قرآن مجید کی روشنی میں مسائل و ضوابط کے حل کرنے اور اپنی محنت و ذہانت سے قرآن مجید کے رہنما اخذی اصولوں اور ہدایت دہنی زندگی کے درمیان مطابقت پیدا کرنے میں کوتاہی ہوتی ہے تو وہ اپنے قصور کا اقرار کرنے کے بجائے قرآن مجید پر زندگی کے رعب و خوف کے نئے کا اصرار کرتے ہیں، یہ سچ نہیں کہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ قرآن مجید معاذ اللہ ناقص ہے، اس لئے کہ وہاں کی ہر خواہش اور ہر ضرورت کے لئے سہولت جو از مہیہ نہیں ملے، علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے:

ان علماء اموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب

کہ سمجھتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

بعض لوگ اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر خود قرآن مجید کو اپنی غلامی اور اپنی کمزوریوں اور بے اصولیوں کا منبع بننے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اس کی ایسی تفسیر کرنے لگتے ہیں جس سے ان کی غلامی و کمزوری کا اقرار ہو سکے، وہ اپنے قرآن مجید کے سانچے میں ڈھالنے کے بجائے قرآن مجید کو اپنے فکر و عمل کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔

وہ ناچار اکابر آواز دہانے اپنے مقدمہ تفسیر میں اپنے مخصوص ادبیات اور ٹیٹھ انداز میں اس

صداقت جان اللہ ظالم بیان کیا ہے۔



"انہوں نے جب دیکھا کہ قرآن مجید کی بلند یوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو انہوں نے اس کو اس کی بلند یوں سے نیچے مارنے کی کوشش کی تاکہ وہ ان کی پستیوں کا ساتھ دے سکے۔ باصلاحیت افراد کی کمی:

وہ سارے وقتے جس میں میں مذہبی ملتے پر جمودی ظاہر نظر آتا ہے یا پیروان مذہب کی زندگی میں الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں، یہ ان باکمال شخصیتوں کے فقدان یا کمی کا دور ہے، جو زمانے کے چیلنج کو قبول کر کے مذہب کی عثر نہا کندی کرتے ہیں، اسلامی تاریخ کے جس دور میں بھی مذہب کی بہتر ترجمہ کی ہوئی اسلام اور شریعت اسلامی پر معاشرے میں کبھی بھی بے اعتمادی نہیں پیدا ہوئی، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں ہمیں زمانے کی سطح سے بلند ایسی شخصیتیں نظر آتی ہیں، جنہوں نے اپنی اعلیٰ صلاحیت اور عبقری (Genius) شخصیت سے اپنے دور کے تقاضوں کا سدباب، اپنے زمانے کے پیدا شدہ نئے مسائل کے حل اور مذہب کی طاقتور نہا کندی کا فرضہ نہایت کامیابی سے انجام دیا، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اس دور میں پیدا ہوئے، جب ان کی ضرورت دین اور زمانے کو تھی، انہوں نے اسلامی شریعت و قانون کو مکمل شکل میں پیش کر کے اسلامی سلطنت کی وسعت اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کیا، بعد کے دور میں امام ابو الحسن اشعری اور امام غزالی جیسے علما و دانش افراد آئے اور انہوں نے ان خطرات اور تقاضوں کا مقابلہ کیا جو ان کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔

### آسان اور پر بیج:

حضرات! اگر آپ غور فرمائیں تو بات بہت آسان اور قابل فہم ہے، لیکن اگر صرف منطقی اور فلسفیانہ نقطہ نظر سے مسئلہ سمجھا جائے تو اچھا خاصہ معلم بن سکتا ہے، بات بہت سادہ ہے، اور بہت آسان ہے اور بہت مشکل، اور پر بیج بھی ہے، سادہ اس طرح ہے کہ پہلے آپ زمانے کی حقیقت کو سمجھ لیں کہ زمان اس طرح تغیر پذیر نہیں کہ اس کی سرعت کا نہ نظام اخلاقیات ساتھ دے سکتا ہے، اور نہ کوئی نظام فکر زمانے کی حقیقت ہم سمجھیں اور زمانے کا جو اصل مقام ہے اس کے اوارک کی کوشش کریں اور اس کے ساتھ ہم اسلام کو سمجھیں اور اس کا گہرا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ قرآن مجید میں رہنمائی کے کیسے ابھری اصول دیئے گئے ہیں، اس میں زندگی کے تغیر کا



کتنا اعتراف کیا گیا ہے، اور عقل و فہم سے کام لینے کی کیسی دھمورت دی گئی ہے؟ ہم دیکھیں کہ ابتدائی دور کے مسلمانوں نے جن کو پہلی مرتبہ نئی تہذیبوں اور فلسفوں کا سامنا کرنا پڑا تھا کس خوبی سے اپنی ذمہ داری پوری کی۔

عہد جدید کا ساتھ دینا کیا معنی، میں اس کو اسلام کی پوزیشن سے فرد بہ بات سمجھتا ہوں، اسلام تو عہد جدید کی رہنمائی کر سکتا ہے، اور اس کو براہ راست پر بھی لگا سکتا ہے۔

عہد جدید خود کشی پر آمادہ:

حضرات! مگر آپ یہ بھی دیکھیں کہ عہد جدید کس مہلک غار کی طرف جا رہا ہے؟ کس طرح خود کشی پر آمادہ ہے؟ اور انسانیت کے لئے پیام موت بن رہا ہے؟ نسل انسانی کی افادیت کے خلاف خدا کی عدالت میں ثبوت پیش کر رہا ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کا حق نہیں؟ کیسے کیسے تخریبی رجحانات اس میں کام کر رہے ہیں؟ اسلام اپنے ان اصولوں کے ذریعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، خواہ وہ اخلاقی ہوں یا تہذیبی، خواہ افراد کے باہمی رشتوں سے تعلق رکھتے ہوں یا ان کی خارجی زندگی سے، ان اصولوں کی ذریعہ عہد جدید کے نہ صرف جائز تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے بلکہ عصر جدید کو اس تہذیب سے بھی بچا سکتا ہے، جو تلوار کی طرح اس کے سر پر لٹک رہی ہے۔

اب مسئلہ عصر جدید کا ساتھ دینے اور نہ اپنے کا نہیں رہا اب تو عصر جدید کے بچانے کا مسئلہ سامنے آیا ہے اب تو عہد جدید کی بات کرنے والوں، عصر جدید کے اُتھید، خواتین، عہد جدید کی دہائی دینے والوں اور عہد جدید کے نام پر ایسے سیمینار بلانے والوں کا ہے کہ وہ بھی رہیں گے یا نہیں رہیں گے؟ اس فقار خانے میں ان کی آواز بھی سنی جائے گی، جہاں صرف پیٹ اور نفس نگارہ کی پرستش ہو رہی ہو؟ آج دنیا میں اور خود بیمارے ملک میں وہی حقیقتیں زندہ و نظر آتی ہیں، ایک دولت، دوسری قوت، کیا ایسے زمانے میں کسی شخص پر علمی حقیقت پر غور کیا جاسکے گا؟ اور کیا انسان اس موڈ میں ہوں گے کہ کوئی شخصیدہ بات ان سے کہی جاسکے؟ یہاں تو صرف ایک نعرہ ہوگا کہ بستی ہوئی گئی ہے، اپنا اپنا ہاتھ دھو لو اور اپنی اپنی جھولی بھر لو، کوئی اخلاقی حدود کوئی بلند معیار، کوئی انسانی خیر خواہی کی بات اور تہذیب کو بچانے کا مسئلہ قابل فہم نہیں رہے گا، لوگ اس موڈ ہی میں نہیں ہوں گے۔







OF ISLAM کا عنوان دیتے ہیں، اسلام ایک تہذیب ضرور رکھتا ہے، لیکن وہ کھٹا ایک گزشتہ تہذیب کا نام نہیں ہے، تہذیب کے لئے ہم سب جانتے ہیں کہ یہ سواں پیدا ہوتا ہے کہ ہزار برس پہلے کی تہذیب یا پانچ سو برس پہلے کی تہذیب کا اس بدلی ہوئی دنیا میں کوئی جواز ہے، لیکن مذہب صرف اخلاقی قدروں، کھٹا کسی معاشرت، راجن سہن کے طریقے، تہذیب اور فنی تعمیر کا نام نہیں، وہ تو نہیں حق کث، ایمانی عقائد اور ایمانیات کا مسئلہ ہے، وہ عہد و مہم کے باہمی رشتے اور زندگی گزارنے کے ابتدائی آسمانی اصولوں کا نام ہے۔

مگر اسلام کا یہ دائرہ ہے تو اسلام کے لئے کوئی خطہ نہیں ہے کہ سارے جہاں جائیں گے تو وہاں سانچوں میں فٹ ہو سکتا ہے۔ نہیں، مغربی مسیحیوں کے جیسے سرستے ہیں، زندگی چاہتے تھے، تیار بدل جائے ان ابتدائی حقائق و مفہموں کے لئے جگہ اور نمائش سب اور پوری زندگی اس کے سامنے کے نیچے آتی چاہئے مگر نہ آئے گی تو پھر اس زندگی اور سوسائٹی کے اندر ساری وہ خرابیاں پیدا ہوں گی جو ہم آج مغربی تمدن میں دیکھ رہے ہیں، اور اس کا کوئی حصہ وہاں کے بڑے بڑے مفکرین کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

و آ خر دعوات ان الحمد للہ رب العالمین







بسم الله الرحمن الرحيم

## ضرورت تبیخ

۱۸ جون ۱۹۶۹ء، بدین (سرحد) (انگلینڈ) کے ایک مذہبی و تبلیغی شیخی نے ایک تقریر۔

الحمد لله نعمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا  
ومن سيئات اعمالنا من يهد الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له  
وشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله الذي ارسله  
الله تعالى بالحق بشيرا ونذيرا وادعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

وانفقوا في سبيل الله ولا تفلحوا بايديكم الى التهلكة.

میرے بھائیوں اور دوستوں! میں نے آپ کے سامنے ابھی سورہ بقرہ کی ایک آیت پڑھی  
ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور اپنے ہاتھوں بلائست میں نہ پڑنا،  
اور نیکی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی طرح نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ یہ آیت جس کا  
تغرا بہت سے مسلمانوں کو یاد ہوگا، بہت جلد اس سے صحیح اور غلط طریقہ پر کام بھی لیا جاتا ہے۔  
اپنے ہاتھوں بلائست میں نہ پڑنا۔ اس آیت کی صحیح تفسیر اور اس کے نازل ہونے کا موقعہ  
اور اس کی اصل مراد اس واقعہ سے معلوم ہوئی جو میں آپ کے سامنے داتا ہوں۔

ایک جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ایوب الانصاریؓ:

ایک مرتبہ مسلمانوں کی ایک فوج جس میں صحابہ کرام بھی تھے، قسطنطنیہ (جنوب) کا  
محاصرہ کر رہی تھی، وہ قسطنطنیہ جو اس وقت خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔  
تقریباً اس وقت اس کا فتح ہوا، مقدمہ رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ کو کس اور زمانے میں اُسی اور سے یہ کام لیا تھا



اور اس اسحاق کے قبضے میں آئے تھے اس وقت اس فوج میں بڑے بڑے جلیل القدر رہنما تھے۔ انہوں میں سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ من کو تباہیت کے شرف اور دوسرے بڑے بڑے کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک دیکھی دولت سے بھی نوازا تھا جس پر قوم متحکم مسلمانوں کو رشک آنے کا اور رشک آنا ہی چاہئے تھا۔ لیکن جو ساری دنیا کا بیڑہ ہان تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی ضیافت کرنے اور اللہ کے نواہنِ نعمت سے فائدہ اٹھانے کے لئے مروجہ فرمایا تھا۔ ان کے بیڑہ ہان ہونے کا شرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوالیوب انصاری کو عطا فرمایا۔ یعنی بیڑہ ہان عامان کا مہمان رہا ہے۔ یہ ایسی فضیلت تھی کہ کسی پادشاہ اس کا پس رکھتے تھے۔ اور لائقِ رشک اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کی ہر بات بڑی توجہ سے سنی جاتی تھی اس سے کہہ کر میں اللہ جل جلالہ کے بیڑہ ہان ہونے کا مطلب یہی نہیں ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی ضیافت کی اور آپ کی میر بانی کا شرف حاصل کیا بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کو سب سے پیارے زیادہ قرب کا ساتھ ملا۔ اس لئے اسلام کی روح سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا مفہام سمجھنے کا ان کو دینا ہی تھی جو ہر مسلمان کو عطا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت بھی حاصل ہوئی تھی۔ اسی لئے ان کی نبوی جبریت سے معاصرت اور قربت نے ان کی مومنانہ فراست اور ایمانی ذہانت کو جلا بخشی تھی اور انہوں نے بڑے بڑے رہبانے نمایاں انجام دیئے تھے۔ حضرت ابوالیوب انصاری بھی ان جہاد میں بے نفس نہیں شریک تھے۔

### دورانِ جہاد ایک آدمی کا غلط تفسیر بیان کرنا:

اسی دورانِ جہاد میں وہ باری تھا اور بڑے مسلمان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی نے بعض صحف سے نکلے اور صفوں کو چراتے چارے آخری صف تک جہاں عام طور پر فوج کو لڑنے والے لڑا کرتے ہیں وہاں تک پہنچ جاتے پھر اسی طریقہ سے صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے، واپس ہوتے، جیسے کوئی مشق کر رہا ہو ایسے کمالات دکھاتے۔ اسی طرح وہاں تک دشمنوں کی فوج میں پہنچ جاتے پھر چلتے آتے رہتے۔ یہ منظر بہت مسلمانوں کی زبان سے بے اختیار اظہارِ یہ کام تو صریحاً قرآن مجید نے خصم کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تُلَاقُوا بَابَكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

یعنی تم اپنی جانوں کو باریکت میں نہ ڈالو۔ یعنی جان بوجہ گمراہی کا کام نہ کرو جس سے ہلاکت



جاتی ہو پھر یہ تو ایک طرح کی خودکشی ہوئی، یہ شخص اس طرح کی خودکشی کر رہا ہے اکیلا آدمی اس طرح دشمنوں کے زمرے میں گھس جاتا ہے۔ گویا کہ دشمنوں کے ہتھیاروں میں چھلا جاتا ہے۔ یہ اس کو سب نہیں، یہ کام جائز نہیں۔

**سیدنا ابویوب انصاریؓ کا صحیح تفسیر کی طرف متوجہ کرنا:**

سیدنا ابویوب انصاریؓ نے اس پر فرمایا کہ دو تہ اس آیت کی تفسیر ہم سے پوچھو، یہ تو ہمارے گھر کی آیت ہے۔ یہ ان آیتوں میں ہے جس کا تعلق خاص طور پر حضرات انصاریؓ سے ہے، صحابہ کرامؓ متوجہ ہو گئے، اور تمام مسلمان ہمدردی میں آکر کھڑے ہو گئے کہ دیکھیں رسول اللہ ﷺ کے میزبان جلیل القدر صحابی قرآن کا بہت علم رکھنے والے اس آیت کی کیا تفسیر بیان کرتے ہیں؟

**صحابہ کرامؓ کی دینی جدوجہد اور اس کے نتائج:**

انہوں نے فرمایا کہ اصل میں یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی کہ جب اسلام مدینہ پہنچا اور لوگ گھر کو چھوڑ کر ہمارے آگے نکلیں، بند کر کے دین کے کام میں ہمدردی لگ گئے۔ کیا بارخ؟ کہاں کی کہنی؟ کبھی دکان؟ کیا مکان؟ کبھی اولاد؟ سب آٹھ دین پر قربان تھا، اور ہماری پونجی اس پر خوار تھی، لکل ایک سرفروشی کی حالت تھی جو دس ماہ کی خدمت کے لئے سب پر چھائی تھی، کسی کو اپنے گھریلو کاروبار کا ہوش نہ تھا۔ اس ایثار و قربانی کا اس ظاہری دنیا میں جو قدرتی نتیجہ ہوا کرتا ہے، اور جو قانون خداوندی اور قانون نکلوتی ہے، وہ ہوا۔ ہماری تجارت کے دعوے لے لے نکل گئے، ہمارے باغات ویران ہو گئے، ہماری کھیتیاں برباد ہو گئیں غرض یہ ہے کہ ہمارے کاروبار اس سے متاثر ہوئے، لیکن اسلام گھر گھر پھیلنے لگا، اور جیسے نور پھیلتا ہے، اور بارش ہوتی ہے، اسی طرح اسلام مدینہ میں پھیلنے لگا۔ اب یہی سیاحت نہ رہی۔ یعنی اتنا تو ابھی نہیں ہوا کہ سارا مدینہ مسلمان ہو جائے، لیکن ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ بہتر ہے دولت ایمان سے بلا مال اور پتھر کڑوں، اس بارانِ رحمت سے نہال ہو گئے۔



## دینی جدوجہد کے دوران صرف چھٹی کا تصور:

اس وقت ہمارے دل میں یہ خیال آیا کہ پہلے کی طرح اب اسلام کو اس درجہ ہماری خدمات کی تیار سے کل اوقات میں اور ہمارے بالکل تین من و حکم سے اس کی خدمت میں لگے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ احکامِ حالات کے ساتھ چلتے ہیں۔ اس وقت یہ حکم تھا کہ کوئی اپنی گھر نہ بیٹھے، کوئی اپنی جان کو اپنے مال کو اور اپنی اولاد کو اسلام سے زیادہ عزیز نہ سمجھے۔ اور جب ضرورت تھی تو ہم سب کچھ چھوڑ کر اسلام کی خدمت کے لئے کوہِ پرے تھے، اللہ نے ہم کو توفیق دی اور ہم نے ایسا کیا۔ لیکن اب وہ پہلے کی حالت نہیں ہے۔ اب خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ ہو گیا ہے۔ اب اسلام کے خدمت گزار اور اس کے سپاہی اور اس کے مبلغ بہت ہیں۔ اس لئے اگر ہم قہورِ سعد کی چھٹی لے لیں تو کیا حرج ہے؟ چھٹی کا قانون تو ہر نظام میں ہوتا ہے۔

## بدرجہ ضرورت عارضی چھٹی کا خیال:

یہ بات تو ان حضرات کے ذہن میں وسوسہ کے درجہ میں بھی نہیں آ سکتی تھی اور یہ خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ہم اپنے آپ کو مستقل خود پر سبکدوش نہ کر لیں۔ کہ حضور ﷺ اب اسلام کی خدمت کرنے والے بہت ہو گئے ہیں۔ ہم کو آپ چھٹی دے دیجئے تاکہ ہم اپنے گھر جا کر بیٹھیں، اپنے من و ہمت کا سہارا لیں۔ اب دوسرے کام کریں۔ یہ بات تو ان حضرات نے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتی تھی۔ صرف اتنا خیال ہوا تھا تھا کہ وقتی طور پر محض عارضی طور پر کچھ چھٹی لے لیں۔ آری محاذِ جنگ سے چھٹی لیا کرتا ہے، اس کو گھر واپس کیا جاتا ہے۔ اسی طریقہ سے پہلے لوگوں سے بھی چھٹی ڈکی پاتی ہے۔ اور ایسے بہت مازک کام ہیں جنہیں کوئی وقت آ جا تا ہے کہ آئی چھٹی لیتا پھرتا کہ ذرا بیٹھو، وہم ہو جائے، آرام کرے اور اپنے گھر کے ضروری کام انجام دے۔

## چھٹی لینے کا انجام یعنی دوزخِ بردست نقصان:

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے دل میں صرف یہ خیال آیا کہ ہم



تھوڑے دن کے لئے چھٹی لے لیں۔ بس اس خیال کا آقا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ کیا یہ خدائے رب ربیہ خیال تمہارے دہریہ میں آیا؟ کیا یہ شیطانِ دوسرے تمہارے دل میں آیا؟ تم اللہ کے کام سے چھٹی لینا چاہتے ہو۔ جانتے ہو کہ اس کا کیا انجام ہوگا؟ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا نتیجہ سمجھ رہے ہو وہ نہیں ہے بلکہ تم جو کچھ بخود رہے وہ وہ تو ہو جائے گا، یعنی تحقیقات سرسبز ہو جائیں گی، اور یہ چھوٹی چھوٹی پونجی کی دکانیں جس میں کمی نہ ہو، کسی میں پانچ سو کا سامان ہے، دس سو کا سامان ہے اور دس سو کا سامان اس میں تمہیں کامیابی ہو جائے گی۔

تمہاری دکانیں جو بالکل بیٹھ گئی ہیں، جس میں خاک اڑنے لگی ہے، وہاں دو چار گاہک نظر آنے لگیں گے، اس میں دو ترائے دس ہیں، دس کی آمدنی شروع ہو جائے گی۔ تمہارے بارش جو بالکل سوکھ گئے ہیں اس کو پانی دو گئے تو، ہرے بھرے ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے دو نتیجے نکلیں گے، ایک کا تعلق تمہاری ذات سے ہے، اور دوسرے کا تعلق پوری کائنات سے ہے، جہاں تک تمہاری ذات کے تعلق کا سوال ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا نام خدا کے یہاں خدمت گزاروں کی فہرست سے کٹ جائے گا اور تم بھی انہیں قوموں میں شمار کئے جانے لگو گے، جن کی فہرست پر مہر لگا دی گئی ہے، اور جن کو جانوروں کی فہرست میں لکھ دیا گیا ہے کہ ان کا کام چلے بیل جھوڑے کی طرح کھانا کھانا، کھانا اور یہ ہے اور اس کے بعد حشرات الارض کی طرح زندگی گزار کر دنیا سے چلے جانا ہے۔

آج تمہارا نام رسول اللہ ﷺ کی سپاہیوں، ساتھیوں اور جاں نثاروں اور ائمہ نبیت کو سرسبز کرنے والوں میں لکھ دیا ہے، دنیا کے محاروں میں، نیز دنیا میں دو بارہ بارہ نائنے کے لئے کہ بخش کرنے والوں میں لکھا ہوا ہے تمہارے لئے حیات نو اور نئے کی حیات، نئی مقدر ہے کہ تمہارے ہاتھوں پر یہ دنیا جو کہ بخش ایک مزارعہ، نصف ایک جانوروں کا اصطبل، محض انسانوں کا قبرستان بن کر رہ گئی ہے جہاں کو خوش بردقت پینے پلانے اور کھانے کمانے کے سوا کوئی آواز بھی نہیں آتی، اس دنیا کو دو بارہ زندہ کرنا مقدر ہے اس فہرست سے تمہارا نام اٹھ جائے گا، اور یہ دنیا جو اللہ سے پیچھے رہ گئی تھی، خدا کو بھول گئی تھی، آج پھر تمہارے ذریعہ سے خدا کی چوکھٹ پہ سر جھکانے لگی ہے اور جن کے نام باغیوں میں لکھے ہوئے تھے۔ ان کا شمار کولیا، اللہ میں، عارفوں میں، عبادت گزاروں میں اور غلامانِ باطن میں، دنیا کے نجات دہندہ لوگوں کی فہرست



میں نکلتے جا سنے والے ہیں۔ یہ فیصلہ بدل جائے گا۔ اگر تم کاروبار میں ملنا چاہتے ہو تو پہلا نقصان تو اپنا کرہ گئے کہ اس قدر سی اور نورانی غیرت سے کٹ کر کھنٹے پہ لئے جھینے مرنے والوں میں شمار و نام لکھ دیا جائے گا۔

دوسرا نتیجہ جو اس سے بھی زیادہ فخرناک ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو قراض کا دروازہ کھولا ہے۔ اور یہ کہ دربارِ ہدایت کا دروازہ کھولا ہے۔ اور اس دنیا کے متعلق اب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ جو فیصلہ ہے کہ یہ دنیا دو بارہ خدا کو پہنچانے والا ہو خدا کے راستے پر چلے۔ دو بارہ خدا کے وحد کی بندگی کرے۔ اور پھر اس دنیا میں آنے والے انسان کو اپنا فکلی مقدم معلوم ہو اور انسان کو اپنی زندگی کا مستحق معلوم ہو یہ دروازہ بند ہو جائے گا۔

**بلندی، ہمت و نظریہ سب کچھ دینی جدوجہد کا ثمرہ ہے:**

انہی چار بچے درندہ نہیں اور ہم فرشتے بھی نہیں ہیں بلکہ ہم انسان ہیں۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ضروریات زندگی کو بقدر ضرورت سہیا کر کے ہم اللہ تعالیٰ کے کام میں لگیں۔ اللہ کے دین کو دنیا کے کھانے کو نہ مہیا بھیجنا نہیں۔ اللہ کے پیغام کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچانا نہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے تو نقصان یہ ہوگا کہ پورا یہ عالم انسانی اور یہ پوری کائنات اس فیض سے محروم رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو جو نعمت عطا فرمانا چاہتا ہے اس نعمت کو روک لے گا۔ لہذا اس فیض سے محرومی بلاکت ہے تمہارے حق میں بھی اور دوسروں کے حق میں بھی تم دین کو چھوڑ کر اس شرف پر تیشہ چلاؤ گے جس پر تمہارا آئینہ نہ ہے۔ تم تو دنیا میں کسی شمار و قطار میں نہیں تھے۔ اور معلوم نہیں تم حتی بیمار یوں کے شکار ہو سکتے تھے کتنے دشمنوں کے لشکار میں ہو سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو بزرگ و قہر پر جو یا۔ اور اپنے نبی تعالیٰ کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا۔ اور تمہیں ایسی طاقتیں عطا فرمائیں جو دوسروں کو نہیں ملیں۔ اور تم میں ایک نیا حوصلہ عطا فرمایا تمہارے دست و بازو کو نئی طاقت عطا فرمائی۔ تمہاری ہمتوں کو بلند کیا۔ اور تمہارے کور و حق کیا۔ یہ سب اس اسلام کے طفیل تھا۔

**شان نزول کی مختصر تفصیل:**

یہ اگر تم اسلام کی خدمت سے ہاتھ اٹھاتے ہو تو اپنا بھی نقصان کرو گے۔ اپنے حق میں



خود کشی اور دنیا کے حق میں بہت بڑی ہلاکت اور خسارے کا سامان کرو گئے، دنیا ایک رخ پر جاتے جاتے فوراً دوسرے رخ پر پڑ جائے گی۔ ابھی اس کا رخ حلاوت سے ہدایت کی طرف، عقائد سے سعادت کی طرف، ظلمت سے نور کی طرف، جہالت سے علم کی طرف پڑا ہے اور پڑا ابھی کہاں ہے، پڑنے کی امید پیدا ہوئی ہے۔ لیکن اگر قرآن اسلام کی خدمت سے ہاتھ اٹھا کر اپنے پیٹ کی سیوا میں اپنے اپنے بیٹوں کی پرورش میں اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگ جاتا اور گویا تم اللہ کی عبادت سے مت کر اپنے غصے کی عبادت میں لگ جاتا تو پھر دنیا پر خیر کا یہ روز اور بدتر روز پڑ جائے گا۔ یہ ہے تفصیل ان حالات کی جن میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔

اس آیت کے معنی وسیع اور اس کے نتائج دور رس ہیں۔ یہ آیت کسی ایک انسان کی انفرادی خود کشی کے بارے میں نہیں اتری ہے، کسی ایک فرد کی ہلاکت میں پڑنے کے متعلق نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بہت بڑے اہم موقع پر نازل ہوئی تھی، جس کا تعلق پوری نوع انسانی اور اس کے مستقبل سے ہے یعنی وہ لوگ جو دنیا میں ہدایت کا کام کر سکتے ہیں، جس کی وجہ سے دنیا کو نئے حقائق کی طرف توجہ ہو سکتی ہے، نئی منزل کی طرف توجہ ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے، جن کے بارے میں انسان اپنی موجودہ زندگی پر ایمان ہو کر سوچتا ہے کہ 'ہائے' میں کیا زندگی گزار رہا ہوں، یہ تو جانوروں کی، چیزوں کی اور چوپایوں کی زندگی ہے۔ کھانا پینا اور بستر پر دراز ہو کر سو رہا ہوں پھر اٹھ کر نکل، گھوڑے کی طرح اس کام میں جٹ جانا یہ کوئی انسانی زندگی ہے؟ جو جماعت انسانوں کو چونکائے، اس کی دعوت سے اس کے عمل اور کردار کی تاثیر سے اور اس کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے لوگوں کے دماغوں پر چوت پڑے، لوگوں کے دماغوں پر یہ ضرب لگے کہ نہیں نہیں، یہ زندگی نہیں ہے۔ اگر اس غصے سے فورا اختیار کر لے تو دنیا والوں کو کون سنبھالا دے سکتا ہے؟ کون ہوگا جو دنیا والوں کو بلند حقیقت کی طرف متوجہ کرے گا اور ان سے کہے گا کہ 'اے انسانو! یہ کیا زندگی ہے؟' محمدؐ سے محمدؐ پہنچا اور راستہ ہو کر نکل زندگی ہے تو یہ مردوں کی زندگی ہے، اگر خوش آواز اور خوش آہنگی زندگی کا حاصل ہے تو ہلبلل میں تم سے زیادہ زندگی ہے۔ اگر دوسروں کا پیٹ کاٹ کر کھے، دوسروں کا خون پی کر کے زندگی گزارا تو اسییت اور مقصد زندگی ہے تو یہ تو شیروں کی زندگی ہے، اور تیندوے تم سے زیادہ زندگی اور راز آرمیت سے واقف ہیں۔



میرے دوستو! اگر ایک شخص بیچلی پر سر رکھا کر میدان جنگ میں کودتا ہے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو زندہ سلامت بچ کر آ جاتا ہے، حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کس نے اپنے آپ کو جان جوکھوں میں ڈالا ہوگا۔ خالد سیف اللہ سے بڑھ کر کون موت کی سنگھوں میں آنکھیں ڈال کر آ ہوگا۔ اور ہمیشہ موت کو منسی نہیں سمجھا ہوگا، بتائیے! اسلام کی تاریخ میں، جابازی کی تاریخ میں، ہر فریق کی تاریخ میں خالد کا نسب انتقال ہوئے اگر ہر ستر پہ طبعی موت آئے تھے تو کہنے لگے کہ میری زندگی میں کوئی ایسا موقع نہیں آیا کہ یہاں موت کا مکان ہو اور میں نے وہاں اپنے آپ کو پیش نہ کیا ہو لیکن خدا کی شان کہ آج میں ستر پر مرد ہوں۔

فلانما ہت اعین العینا، فلانما ہت اعین العینا، فلانما ہت اعین العینا  
خدا کرے بزدلوں کی آنکھ جھوٹے نہیں، بزدلوں کی نیند نصیب نہ ہو اس لئے کہ مجھ سے بڑھ کر اپنی جان ہلاکت میں ڈالنے والا اور شہادت کی تلاش میں نکلنے والا اور کون ہوگا؟ لیکن خدا آج اٹھارہا ہے کہ میں بیماری کے ستر پر مرد ہوں، اور ہر لوگ موت سے بھاگتے تھے کتنے دیر سے رخصت ہو گئے؟ اور وہ اپنے تمام اندازوں کے خلاف اور تمام تیاریوں کے خلاف موت کا نشانہ بن گئے۔

دوستو! خود کشی یہ نہیں ہے کہ آدمی کسی وقت اپنی جان پر کھیل کر کسی وقت اپنے کاروبار کو فطرے میں ڈال دے، کسی وقت دورانہ پیشوں اور ہوشیار آدمیوں کے مشورے کی خلاف ورزی کرے جب لوگ اس کو اس صرح کے مشورے دیں کہ بھائی یہ وقت کاروبار ملتے کی کرنے کا نہیں ہے، یہ وقت دکان چھوڑ کر جانے کا نہیں ہے، اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے تو وہ ان لوگوں کے مشورے کے متلاف چل پڑے۔ جو لوگ کسی وقت آنکھوں پر پٹی باندھ لیتے ہیں۔ یا دیکھی ان دیکھی کر رہے ہیں، وہ خود کشی نہیں کرتے ہیں۔ خود کشی وہ کرتا ہے جو اپنے مقصد زندہ کی فراہمی کر کے اپنے نفس کی پریشانی سے الگ جاتا ہے۔ ایک مسلمان فرد، ایک مسلمان جہادیت کے لئے خود کشی یہ ہے کہ اپنا قیمتی مقصد بھول کر، اور جو کام اللہ نے اس کو سپرد کیا ہے، ان کو فراہم کر دے، اور یہ بھول جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دنیا میں ایک اہم فرائض کی دانگیں کے لئے مبعوث کیا ہے۔

کنتم خیراۃ اخرجت للناس، نامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر



## و تصور ماثہ

یعنی تم اس کام کے لئے شخص ایسی مقصد کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہو، لہذا اگر تم اس کام کو پاائے طاری رکھو اور دیکھو، ہمارے ہرے پاؤں تک ذوب ہو، اور اس کا رو پارسی انسان بن جاؤ، ہر اس میں بن جاؤ، اور تمہاری سب سے بڑی تعریف یہ ہو کہ تمہارے ہرے ہرے میں یہ کہا جائے کہ تمہارا تو بڑا کاروباری ہے، کوئی مسلمان فرد، کوئی مسلمان گروہ، اگر اس کا رو پارسی حیثیت اختیار کر لے کہ میں کاروباری ہوں، میرا کاروبار مقدم ہے، چوتھ مقدم ہے، دنیا کے تقاضے مقدم ہیں، گھر والوں کے مطالبے مقدم ہیں، گھر والوں کی ضرورتیں مقدم ہیں، اسی کو قرآن مجید "خودکشی" کہہ رہا ہے قرآن اس کو "خودکشی" نہیں کہہ رہا، جس میں موت مذکور ہو، وہ اس کو خودکشی کہتا ہے، جس میں حقیقی موت، خودکشی خودکشی وہ نہیں جس میں موت کا امکان ہے۔ خودکشی وہ ہے جس میں موت حقیقی ہے۔ "خودکشی وہ نہیں جس میں یہ دنیوی جسم بیک ہو جائے، یہ ہو جائے، اتالیف اٹھائے جس کو ایک دن مرنا ہے، جس کی حیات کا دھنسی ہے خودکشی وہ ہے، جس میں اس روح کو تکلیف ہو جائے، جس کو موت نہیں۔ خودکشی وہ ہے جس میں وہ قصد فوت ہو جائے جو سرمایہ تھا، جو اثاثہ تھا، جو پیشی لے کر نکلے تھے وہ ذوب ہو جائے، یہ ہے کاروباری ذاتیت کے خلاف اور، پونگی سلامت رہے اور آج کا نفع نہ ملے یہ کاروباری ذاتیت کے خلاف اور، پونگی سلامت رہی اور آج کا نفع نہ ملے یہ کاروباری ذاتیت کے خلاف نہیں، عقلی کاروبار وہ ہے جو اپنی پونگی سلامت رکھ کر کئے گئے تجربے سے۔ خودکشی یہ ہے کہ آدھی موت کا کام نہ کرے آدمی، آدمی زندگی اختیار کرنے کے لئے نہ بکھرے اور دین کے لئے ہجرت نہ کرے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اس کے بعد بہت سے لوگ بلکہ بہت سے صحابہ پیچھے رہ گئے، گمراہ تھے، اور بہت سے گمراہ نہیں تھے، مگر انہوں نے وقت کی ذراکت کو محسوس نہیں کیا اور ہجرت نہیں کی، اور بہت سے وہ تھے جنہوں نے حسرتاً کریم ﷺ کے ساتھ یا بعد میں مدینہ عظیمہ کی ہجرت کی انہوں نے کیا فتوحات حاصل کیں، اور مراد چاہی، مصلحتیں، وہ دن سے کہیں زیادہ انہیں جنہوں نے ہجرت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والمبقرن الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان

رحمى الله عنهم ورضوا عنه.



از الخلق إلى فرعون...

٤٠ يستوى منكم من اتقى من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة  
من الذين لفقوا من بعد وقتلوا

ہوئے انہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرقہ کیا، ابوہریرہؓ دلاش جان کی بازیوں کے انیس، مر  
ہشویں نے بعد میں جان کی بازی لگائی، ہر ایک میں ہر سنت۔

خود کشی کیا ہے۔

مخلص یہ ہے کہ حقیقی خودکشی یہ ہے کہ انسان اپنے حقیقی فائدے سے بچیں آنکھیں بند نہ کرے، اور اپنے حقیقی فائدے کو دھم سے نہیں ڈالے۔ فائدے کو یقینی طور پر نہ ملے جس وقت اس وقت، اور ہمیشہ کے لئے متعصم کر دینا، اور ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہو جانا یقینی خواہش نہ ہو۔ اپنے خود واقعی نقصان پہنچنا ہے۔

خَلَّتْ رُوسًا:

[illegible]



جس کو ہر ناپا ب سے نالی ہے وہ کیا ہے؟ وہ ایمان کا جو بر ہے، وہ رسول الہی کی نسبت کا جو بر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ معصرات کو اس سرزمین پر پہنچایا ہے۔ اب میں آپ کو صاف کہتا ہوں کہ آپ کے لئے خود کشی کیا ہے؟ اور آپ کا اپنے اوپر احسان کیا ہے؟ ان دونوں باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ بس آج کی بات یہی ہے، ہر سادے فیصلے کا انحصار بھی یہی ہے۔ ”آپ کے لئے جہاں کا راستہ کیا ہے، اور آپ کے لئے سر بہری اور فردغ کا راستہ کیا ہے؟ آپ کے لئے تنزل کا راستہ کیا ہے، آپ کے لئے بدست و رنظر کا راستہ کیا ہے، اور آپ کی حفاظت و ضمانت کا راستہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ سے نیشہ۔“

آپ کو لڈتوالی نے اس ملک میں بھیجا ہے، سائرا آپ یہاں صرف کاروبار میں مصروف رہے، آپ کی ساری ذہانت اور محنت اور ساری تنگ وراہی پر صرف ہوتی رہی کہ ہم نے یہاں آ کر کیا کیا، ہم وہاں سے لے کر آیا آئے تھے اور اب یہاں ہم کس حیثیت کے آدمی ہو گئے، ہماری پوزیشن کسی ہو گئی، ہم نے بینک میں کیا جمع کیا۔ ہم نے اپنے ملک میں کیا بھیجا، وہاں دیہات میں کچا مکان چھوڑ کر آئے تھے وہ کچا حویلی بن گئی یا نہیں۔ ہم نے اپنے بچوں کو یہاں تعلیم دیا، ان کو کسی کاروبار میں لگایا نہیں؟ ہم نے انہیں اپنے آپ کو اس پیمانہ پر ترقی دیا اور رکھئے، یہ ایک اجتماعی اور عمومی خود کشی ہوئی، نیک فرد کی خود کشی ہوئی ہے اور ایک قوم کی خود کشی، فرد کی خود کشی فرد کے لئے ہوتی ہے، اور قوم کی خود کشی قوم کی خود کشی سے قطعاً رک ہوتی ہے۔ اور قوم کی خود کشی پوری ہمت و جہالت ہوئی ہے، جس کے لئے اس کا موت میں کوئی جگہ نہیں۔ یوں تو لوگ غلطیاں کرتے ہیں، اپنی موت بھی مروجہ ہے، زبردستی جیتے ہیں، مندر میں چھوٹک بھی لگا دیتے ہیں بھتوں پر سے کوہ بھی بناتے ہیں اس لئے دنیا کے کھلے دلہا ریش کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن جب کوئی قوم خود کشی پر آمادہ ہو جاتی ہے، اور فیصلہ کر لیتی ہے کہ ہمیں صحیح راستہ چھوڑنا ہے۔ ہمیں ظلم و زیادتی کا شکار ہونا اور سرکشی کا راستہ اختیار کرنا ہے، ہمیں اپنے لئے کانٹے بونے ہیں، تو پھر اس پر دم کھانے والا کوئی نہیں ہوتا اور اس کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ نہ اس پر آسان روتا ہے اور نہ زمین آسمان پہاڑی ہے۔

میرے دوستو! آپ کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو یہ ہے کہ آپ خائیں



کاروباری رجحان۔ اور صحیح سے نہ۔ شلہ انی فکر میں۔ جس۔ محل میں مسجد میں مصر و مغرب کے ارمینین ہینہ موقوفہ میرے کاٹوں، ملتان آوازیں قرنی تھیں۔ کوئی کہ باقیہ کہ ہم اس حالت میں آئے تھے۔ اور چار اپنے کاروباری داستان بنائے رہے۔ یہ چھوٹا سا ٹھونڈا تھوڑا سا ساٹے ایک مسجد میں بعد کے دن مصر و مغرب کے ارمینین میں پیش آیا۔ تو ذرا بھر زیادہ سے زیادہ وقت زود عانی قبولیت کا وقت بنانا ہے۔ جو نوا انی کے پر سے اور وہ اعلیٰ کے توجہ ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ اس میں ذرا ہمارا موضوع یہ ہوتا ہے کہ مسجد سے باہر آج ہوتا ہوا کا اس کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر انگریز پانچ گھنٹے محنت کرتا ہے تو ہم ہاتھ دن محنت کر لیں گے۔ اور انگریز و ارمینین کی طرح محنت کرتا ہے تو ہم گھنٹے کی طرح محنت کریں گے۔ اور انگریز اٹھتا بیٹا اور قوت کرتا ہے۔ اور تفریح کو اپنے ملک میں چھوڑ آئے ہیں۔ اور کھانا کھانے کو کر لیں گے۔ اور انگریز محنت کا خیال دیتا ہے تو ہمیں محنت سے کیا غرض؟ پیسہ اصل چیز ہے۔ اور انگریز، ملیت سے کہتا ہے کہ اس کا سہا بھی اٹھاتا ہے۔ تو ہمیں اس سے مطلب نہیں، ہمیں تو بس پیسہ چاہئے۔ ہمیں تو یہ ہے کہ کتنے دن میں کتنی دولت کمالی۔

میر۔ ہا۔ استوار آئیں آپ کی اذیت ہے تو آپ اس ملک پر مصیب ہیں۔ اور اس سے زیادہ کر آپ اسلام پر مصیب ہیں اس سے کہ آپ اسلام کے لئے اور وہ ہیں فرض کئے ہیں چھوٹی کی مثال آپ کو دیتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ بعد از خواست یہاں مسلمان آتے، اور خالص کا رو باری اور پیسہ پا۔ خدا کی زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے اور مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں ان کے جوہر ثبات ہیں وہ نہ ہوتے، اور یہاں اسلام کی محو و مدہ سکائیں پیش ہیں، اور اسلام کی تبلیغ ہوتی، اور کوئی اللہ کا بندہ موثر نہیں ہے یہ انگریزی زبان میں قرآن شریف اور میرت نبوی بھی پیش کرتا تو ہو سکتا ہے کہ انگریز کہتا کہ جس پاک نبی چھ کی یہ میرت ہے، معلوم نہیں اس کی امت کا کیا مل جیسا؟ کیسے اس کے اخلاق ہوں گے؟ کیا اس کی زندگی ہوگی؟ اور تو ہم تقدس انسان ہوں گے؟ اور وہ تو دنیا سے بالاتر انسان ہوں گے، اور وہ چیز میں نمونہ ہوں گے۔ آنکھیں اور دیکھاری ہوں گے، اور ان کی پرہیز سے نبوی تبلیغ کے سانچے میں ماضی ہوئی تھی، کیسے صاف تھیں لوگ ہوں گے، کیسے فرض شناس لوگ ہوں گے، کیسے صادق و ہمدرد، اور صادق القوی ہوں گے، ان کی زندگی میں کتنا اعتدال ہوگا؟ کتنا حقوق اللہ اور حقوق



اعباد کا خیال ہوگا؟ غرض بہت اونچا تصور ہوتا۔ دو ممکن ہے یہاں سے گھریز جاتے اور مسلمانوں کی زندگی کو مفلک اور کرتے۔ کسی اچھے ماحول میں پہنچ جاتے۔ یا نہ پہنچتے، خود قرآن سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے۔ لیکن اب یہ اپنے انہم نے اور اسلامی زندگی کا چہرہ نمودار پیش کیا۔ اور ہم نے اسے ان کی سچی رنگ میں پیش کیا۔ اور اس کا ماحول بھی اور ہم نے اس میں یہ نمودار نظیر کا نظم کیا، ہر مسلمان کے لئے جوارت کی خوشی اور اللہ کو پا لینے کی خوشی مقدم ہے۔ اس کے بعد ان کی دوسری خوشی ہیں۔ پہلے جوارت یا ان اور ان کے اولاد کے لئے، ان کی موت کے لئے اور ان کے بعد کھانا پیو کی بچے ہو کر رہے۔ اور ان کے لئے یہ نمودار پیش کیا جاتا ہے کہ انہم نے اپنی ذات پر اور انہم کیست پر غفلت کیا یا نہیں؟

اب آپ حضرت یہاں ہیں۔ آپ کے لئے میں اس نمودار کی کہوں گا۔ اس کے بعد آپ مجھے معاف کریں، میں یہاں یہ لفظ بول رہا ہوں کہ جس نے تصور سے بھی مسلمان کے دیکھے گھر سے ہوتے ہیں "حرم صحت" کہ ان کے ماحول کے لئے جو رہنا ہے، ان کے بارے میں کسی کے متعلق ہے جو ہو جاتا، جوارت پر تکلیف میں نہیں ہو کر گھر میں خود نشی سے کہتا ہے۔ میں بار بار خود نشی سے ہوں، کیا میرا وقت اس وقت میں گھر میں رہتا ہے یا نہیں؟ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں قرآن شریف کا خود ارشاد ہے۔ "ولا تلقوا بالعیدیکم الی البیدیکم" اپنے ہاتھوں ہاتھ میں نہ پڑو۔ اسی کا نام خود نشی ہے۔ خود نشی کے معنی خود اپنے گھر میں یہ نہ ڈالو، خود موت کا سامان اختیار نہ کرنا، یہی قرآن شریف کی ہدایت ہے۔

ہذا اگر آپ یہاں سے اس طرح سے اپنے لیے یہ تعلیم رہتے یا اپنے رہتے ہیں، میں نے اور ہمیشہ کی گھر رہتی ہے اور اس طرح رہتے ہیں، اصل تو کا، بار بار، رات ہے، یہاں پہلے فرصت نہیں ہے۔ ہر لمحہ اسی کا انتظار یعنی اللہ کی دعا کا انتظار، جو رہتے، غافل رہتے ہیں، آپ یہ ہوش رہتے، آپ اپنی زندگی بناتے، فرصت نہیں، آپ اللہ کے اور شریعت نے حکام معلوم کرنے کی فرصت نہیں، قابل، ہر کام کا فرق معلوم کرنے کی فرصت نہیں، اللہ کے اچھے بندوں کے پاس پہنچنے کی فرصت نہیں، اس طرف رخ کرنے کی فکر نہیں، یہاں میں کام نہ کرنا کہتا ہے۔ جیسے ہندوستان اور ممالک اسلامیہ کے اپنی ہر طرف رہاں جانے کی اور وہاں سے اپنی اصلاح کر کے آنے کی، اور ان کے ہستی پھیلنے کی فرصت نہیں، ہمارا یہ خود نشی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ



کی طرف سے کوئی ضمانت نہیں، اس ملک میں کل کیا ہوگا۔ کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا؟ میں بہت ڈرتا ہوں کہ کوئی بد فائلی، بد شگونی کی بات نہ کرے۔ میری دلی تمنا ہے کہ اس ملک میں جتنے مسلمان ہیں وہ عزت و حفاظت کے ساتھ رہیں اور مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہے۔ یہاں تک کہ یہاں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آبادی قائم ہو جائے۔ میں اس کی دل سے دعا کرتا ہوں اور یہاں آ کر بہت خوش ہو رہا ہوں کہ دیکھتے ان گھروں میں پہلے کیا ہوتا تھا۔ اس عمارت میں پہلے کس کا نام رہ جاتا تھا۔ آج اس میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

میں ابھی خطبہ مسنونہ پڑھ رہا تھا۔ اور دل پانچ بار غور ہاتھ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عمارت مجھے بھی دی ہے مگر آج سے میں ساں پہلے کوئی میرا نام لے کر کہتا ہے کہ ایک وقت آئے گا تو انگلستان جا کر کر رہے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کا نام لے گا اور کہے گا "اشہد ان محمدؐ عبدہ و رسولہ"۔ رسولؐ سے بھی پوچھ پتلی ہے مسیحیت پر، وہ بھی کہیں میدان میں نہیں آئی، اسٹیج پر نہیں بیٹھی، ریڈیو پر نہیں، بلکہ خاموش رہے ہیں جا کر اشہد ان محمدؐ عبدہ و رسولہ کی صدا بلند کر دے تو بھائی مجھے یقین نہ آتا، اب دیکھئے یہ جماعت کی برکت ہے، یہ تھوڑے سے دینی کام ہونے کی برکت ہے کہ آج کُرسے اللہ کی عبارت کے مرکز بن رہے ہیں۔ تو یہ کیا یہ چوتھا گرجا ہو گا جس میں خطبہ مسنونہ پڑھنے اور اللہ کا بیجا نام پڑانے کی توفیق ہو رہی ہے۔

دوستم! آپ کی حفاظت کا رستہ صرف یہ ہے کہ آپ یہاں اللہ کا نام بلند کریں، اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے ہندوستان و پاکستان میں مسلمانوں کو جتنی کوشش کرنی پڑ رہی ہے اس سے زیادہ آپ کو کوشش کرنی پڑے گی، جب آپ محفوظ رہیں گے، اس لئے کہ وہاں تو اسلام بھدا کے فضل و کرم سے ایک ہزار برس گزرا چکا ہے، وہاں پر اسلام کا ستون نصب ہے، وہاں تو اسلام کی جڑیں پاتاں تک پہنچ چکی ہیں، وہاں تو مسجدوں کے مینارے اور مدرسوں کے گنبد آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ وہاں تو قال اللہ اور قال الرسول ﷺ سے نکلیں گونج رہی ہیں وہاں تو انشاء اللہ اسلام محفوظ ہے۔ لیکن آج یہاں اسلام تازہ تازہ آؤں اور آپ کے فریحت آ رہا ہے۔ یہاں کی فقہاء آپ کی ذریعہ سے کلہ تو امید اور کچھ شہادت سے آشنا ہو رہی ہے۔ اگر تم سے چوک ہوئی اور تم نے کاروبار میں زیادہ وقت لگایا اور تم نے اصل مقصد کو فوت کر دیا تو اس کی بڑا تمہیں پھٹکتی پڑے گی اور غمی طور پر اس ملک کو بھی اٹھائی پڑے گی اور پھر مدام



مسلمان، بلکہ سرری، دین کا یہ نکات، لوگوں کو اسلام کی ہدایت کا دروازہ یہاں کھلتے تھے، ہندوؤں کا اور آپ کے کاروبار کی حفاظت اس میں ہے کہ آپ یہاں اپنی عصمت ثابت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنی عصمت ثابت کریں۔

اس موقع پر آپ کو نکاح و اقربا و اقاربوں، سیدان بہر میں جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا یا کہ جہاں تک امتیازوں کا تعلق ہے، رقت باز و کا تعلق ہے، مسلمانوں کی رقت کا کوئی اور کان نہیں، ہندو مسلمانوں کی قسمت تھی اور ان کا رشتہ بھی ہے، ہندوؤں کا تو کیا، معمولی جرنیل، اور فوجی افسر بھی فوجی طاقت کا اندازہ کر لیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو ان کا سینہ بندے کھول دیا تھا۔ اہم مشروح تک حصہ کہہ دیں، اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا وہ جبر العزت اور عید المذہب پیدا کیا تھا آپ کو ایسے اس بات میں شہید و شہداء بنے، غور آپ کی عصمت نے دیکھ لیا، اور ان کا عزت نے سمجھ لیا کہ ظاہری آثار میں کچھ آپ نے لیا ہے، آپ کو ان میں پر سر رکھ کر محمد کے میں پڑ گئے، اور فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ میں اس بچہ کوئی سی مٹھی بھر جماعت کے دورے میں پڑھنا مانگتا ہے کہ یہ لڑائی، اس نے پاس سے لے لیا، یہ تھکی، بے دست و پا جماعت، یہ کچھ لڑائی جماعت جو کچھ میں بھی ہے، بچوں اور کھیلوں کے لئے خالی چھوڑ کر آئی ہے، جس کے پاس تو وہ نہیں، جو دست و پا نہیں، جس کے پاس وہ کھوڑے ہیں اور چند اوت، جس میں منہ سے کہیں، یہ لڑائی کچھ ہے، انکس ایک بات بتا رہا، انہوں نے یہ ایسا کیا ہے، جب تک کہ میں نے تو یہی فیصلہ کر لیا، جس کے آپ تھے انتہی۔ بے گناہ کو، اور انہوں نے اس کا انکس کر لیا، اس کو باقی رکھ کر اس کا سلسلہ باقی رکھو۔

اللهم ان تصفك هذه العصابة لم تعبد على الارض قط

اے اللہ! اگر تو ایسی تھی، نہ محبت کو، نہ کت لڑنے کا تو تو ہی پرستش نہیں، دینی یہ معمولی آدمی کے لئے کی بات تھوڑی تھی، اس کے لئے تو حضور ﷺ کا جہاد چاہیے، جسے تو اس قوم کی صلاحیت نہیں چاہئے تھی کہ اس نے اندھوں کے تعلق پر اطمینان تھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ سب کی پوری تصدیق کریں کہ اے اللہ! اگر تو اس مٹھی پر جو کہ میں نے بلاتے وہ فیصلہ کرنا سب سے پہلے ان بھیموں کے انکس میں ان کے زور میں ان کو میں پڑھ کر اس کو بے گناہ بات جتا







میں تپہ زری اور تپہ زری مال اور مستقل کی حفاظت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا جاہل  
مکر اللہ الا الخدوع الحاسرون، نہ ان کی غی کی تدبیروں کو نہیں جانتا اور ان کی قسمت میں  
نقصان اٹھاتا لیکن ہے۔ ان اللہ کی غی کی تدبیروں سے کالے لوگوں کو نکالیں، خداوند نے کون سا  
مسئلہ کھڑا ہونے سے روکتا دیکھتے ہر وجہ کے لئے اور ہر ہر چیز پر نرم کوئی دیا جائے گا۔

آثار سے ممالک کا اندازہ کیجئے۔

آج وال تمہاری طرف ہیں تمہارا حقہ مقدمہ کر رہے ہیں تمہاری ضرورت محسوس کر رہے ہیں بلکہ تمہارے خلاف باغی ہو جائیں گے ورنہ اس کے آثار شروع ہونے لگے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ تمہیں کرنا چاہتے ہیں تو ایسے موقع پر دیتے آدنیوں کو کہنا اگر دیتے ہیں جو تمہاری شخصی کاغذہ نکالتے ہیں تاکہ تمہاری آنکھیں کھلی جائیں کہ افق پر دیکھو کہ کیا ہوئے؟ یا بلکہ تمہارے سر پر کھلی ایک درسی ہے۔ پانی ہر ستہ ۱۱۰ ہے اپنی پھٹوں کو ٹھیک کرلو، برسات کا موسم آ گیا ہے۔

ماہنامہ شہدائیں اہل جہاد کے

میرے یورپ کی دو ستون برسات کا موسم آگیا ہے اپنی چھتیاں کے سوراخوں کو بند کرلو۔  
برسات میں تمہیں موقع نہیں ملے گا کہ ایک برسات ہوتی ہے۔ مانی برسات آگئی،  
یورپ کی برسات آنے سے پہلے چلے تیار کی کرو اور یہاں اپنا استحفاظی اور اللہ کے یہاں اپنی  
صلاحت ثابت کرو کہ تم ہو کہ تو سلام رہے گا انشاء اللہ اللہ تعالیٰ تمہیں محفوظ رکھے گا۔ اور یہ  
ایسا نیکو کام ہے بھی تو سمجھتے رہو چاہیں گے اور نہیں سمجھیں گے کہ تو رب العزت  
اسی بلطف انسان کا بل رحمٰن کی رؤف علیوں کے درمیان ہے اس لئے دل کو برائے دیر نہ لگتی  
دل کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا سامان کرو اور وہ سامان یہ ہے کہ اپنی عقائد ثابت کرو۔ اپنی  
قدارت سے قہر مفید ہو، اس سرزمین پر باد نہیں، تو تم اس سرزمین پر اللہ کی رحمت ہو، پھر ان شاء  
اللہ کوئی خطے کی بات نہیں۔

یہ میں نے بہت دنوں تک کی بات کہہ رکھی، عہد کرنا تمہارا کام ہی، میری دعا ہے کہ اللہ تمہیں بھی اور مجھے بھی ان نجات سے نفع پہنچے۔







بسم الله الرحمن الرحيم

## نیا ایمان

۲۶ نومبر ۱۹۵۱ء کو نظامِ ملکنہ ملکنہ مسلمانوں نے ایک تبلیغی جلسہ میں یہ اہم تقریر کی تھی  
جس میں وہامہ و ناہر کی اتنی بے غیر و جہجی

الحمد لله نعمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا  
ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضله فلا هادي له  
ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله الذي ارسله  
الله تعالى بالحق بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا .

بھائیو! اور بزرگوار آپ حضرات کو اس تعداد میں دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ  
کا شکر ادا کرنے کا جی چاہتا ہے، کہ دین کی آواز پر اپنے کاموں کو چھوڑ کر آپ یہاں تشریف  
لائے، اور سب سے بڑا احساس یہ ہوتا ہے کہ ایمانی دعوت میں اب بھی بیوقوفیت ہے کہ وہ دروازہ  
کے بجائوں کو ایک جگہ جمع کر سکتی ہے، جی چاہتا ہے کہ ایمان کی قوت اس سے زیادہ بڑھے اور  
ہمارے تعداد سرور ایمانی زندگی پیدا ہو۔

## دین اور ایمان میں فرق:

»دستور ایک چیز ہے دین، اور ایک ہے ایمان، ان دونوں میں ایک فرق ہے دین تو وہ  
نظام ہے جس کو لے کر تمام انبیاء آتے رہے، اور جس کا آخری پیغام رسول اللہ (ﷺ) نے لے کر  
تشریف لائے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ اس دین کو مکمل فرمایا۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم  
الاسلام ديناً .

دین تو یقیناً مکمل ہو چکا، اب اس میں جو کوئی ترمیم اور اضافہ کرنا چاہے وہ دجال، کاذب  
اور مفتری ہے لیکن دوسری چیز ہے اس دین پر یقین کرنا اور اس دین کی حقیقتوں پر ایمان لانا،



دین پر تو بے شک مہر لگ چکی ہے، اس میں کسی انسانہ کی دعوت نہیں دی جاسکتی، اس میں سے جس طرح کچھ گھنا یا نہیں جاسکتا، بڑھایا بھی نہیں جاسکتا، نکلیں ایمان کا معاملہ یہ نہیں ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ ترقی کی گنجائش ہے، اس لئے ایمان میں تاثر کی اور زیادتی کی رحمت قیامت تک جاری رہے گی۔ بلکہ ضروری ہے کہ دین پر اپنے ایمان و یقین کو مضبوط کرنے، اس کو اپنی زندگی بنانے، اور ہر چیز کو اس پر قربان کرنے اور اس کو کسی چیز کے عوض ہاتھ سے نہ دینے کی کوشش برابر جاری رہے۔ اس راستہ کی ہر نسل، ہر حصے، اور ہر دور، دین پر نیا ایمان لا رہا اور از سر نو دین کو سمجھنا ضروری ہے۔

**مشاہدے اور تجربے سے زیادہ نبی کی خبر پر یقین:**

دوستو! اور بڑو! آنحضرت ﷺ کی بحث کے وقت بھی دین کی بعض حصے موجود تھے، نماز، حج وغیرہ کسی نہ کسی جگہ اور کسی نہ کسی حالت میں پائے جاتے تھے، دین کا وجود بالکل ختم نہیں ہو چکا تھا، مگر تہذیب و دیوانہ کی بہت سی شکلیں اور صورتیں موجود تھیں، لیکن جو چیز کھو گئی تھی وہ یہ تھی کہ دین میں کوئی طاقت باقی نہیں رہی تھی۔ ان لوگوں کا ان حقیقتوں پر تو ایمان و یقین تھا کہ سانپ کا زہر قاتل ہے، بھار زندگی کے لئے ضروری ہے، کھانے سے پیٹ بھرتا ہے، اسی طرح زندگی کے بہت سے تجرباتی حقائق پر وہ دل سے یقین رکھتے لیکن اس پر ایمان نہیں تھا کہ روزِ حق کی آگ کسی خطرناک ہے، ماوراءِ دست کا آرام اور اس کی راحتیں کسی قابلِ رشک ہیں۔ بن کا ایمان نہیں تھا کہ اللہ کو ناراض کر کے وہ دنیا کی فلاح نہیں پاسکتے۔ دراصل حالانکہ ان کا نوکرانہ کی نافرمانی کر کے ان کے گھر میں نہیں رہ سکتا تھا، ان کا ایمان نہیں کہ گناہِ ظلم سے بستیاں اور ملک تباہ ہو سکتے ہیں، وہ جتنا ایک طبیب کی باتوں پر اعتماد رکھتے تھے رسول کی باتوں پر اتنا بھی اعتماد نہیں تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ ان کا تعلق دین اور دوسری زندگی سے محروم ہو چکا تھا، اور انہیں اس سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہی تھی، صرف دنیا کی زندگی اور اس کی دیکھی بھالی اور آزمائی ہوئی حقیقتیں ان پر چھائی ہوئی تھیں۔

دوستو! کچھ ایسا ہی حال اب ہمارا ہو گیا ہے، اگر اسی وقت کوئی آکر یہاں کہہ دے کہ غائبِ گھر سے شیر چھوٹ گیا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ پورا مجمع اسی خبر کی طرف متوجہ ہو جائے گا، اور سب کو اپنی اپنی فکر پیدا ہو جائے گی، اجتماع کا سارا سکون انتشار سے بدل جائے



نہ، لیکن ہماری زندگی ہمارے اوپر مادی ہے، جب کوئی خاطر و ذمہ کی کوئی چیز ہے تو ہماری  
 قوتیں بیدار ہوتی ہیں اور زندگی کے لئے حفاظت میں پائی ہیں لیکن اگر کوئی شخص اس ذمہ کی ایک  
 خطرات سے آگاہ نہ ہو تو ہمیشہ پیشانی زندگی ہے اور جس میں تکلیف ہے تو وہی اور غیر  
 فانی اور آرام ہے تو وہی اور فانی تو ہم نہایت سہولت میں اور سہولت میں نہیں ہے، اس  
 کا سبب ہے وہی شخص، بلکہ ان پانچوں کی بھی اور کمزوری، اور ایک طرح کی سہولت ہے، ہر  
 خطہ کے اندامان کی اس وجہ کمزوری کے ساتھ ایک ایسی زندگی کے ایسے دلچسپی ہو سکتی ہے ہر  
 ایسے اس کے خطرات سے آگاہ رہا، سچی سچ جو باطن آرا اور اس میں ہے۔

### کوہ صفا پر غار دعوت:

آنحضرت ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بنایا، اس زمانے میں عرب میں ایک  
 دستور تھا کہ اگر کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلے پر حملہ کر دیتا، تو اس قبیلہ کا کوئی شخص حملہ کر دیتا  
 اس وقت دیکھو یہ سب وہاں کل نہ پڑتی تھی چکا ہوتا تو وہ شخص دیکھ کر یہاں پر چڑھ جاتا اور ہاتھ  
 پر لٹکا دیتا، اور کہتا: ”ان شخصوں کو“ القذیر العربیہ“ لکھا جاتا تھا، اس کا یہ معنی اس بات کی  
 علامت ہوتی ہے کہ تمہیں ہاتھ پر لٹکا دیا ہے اور اس میں بھی یہی حال میں مقید ہے  
 کے لئے لکھا ہے۔ یہی ہے۔

اسی دستور کے مطابق آنحضرت ﷺ سے طرحت کا ایک دن ایک پہاڑ پر چڑھ گئے، مگر آپ  
 پہاڑ پر نہیں رہے، اور پھر ”الانہ براہ العربیہ“ کہہ کر آپ کی صداقت اور شہرہ و حکایت  
 مقرر ہو گئی تھی اس لئے مارا شہر آتا کہ کام کاج پسوز اور پہاڑ کے دامن میں بیٹھ کر، انہوں نے  
 حتیٰ وجہ اور فکر سے اس لئے کام نہ کیا تھا کہ حضور ﷺ کے اس فعل پر انہوں نے اپنی زندگی کے لئے  
 ایک فطرت کی خدمت سمجھا تھا، وہ سمجھتے تھے کہ کوئی دشمن خدا پر ہو رہا ہے، اس کی صفات یہ  
 ہمیں دیں گے چنانچہ سب حضور ﷺ کے فرمایا: ”اگر میں تم سے کہوں کہ چڑھو، تو تمہیں  
 شکر چھوڑا، اب جو تمہاری گھات میں ہے، یہ تم مجھے سچا سمجھو، تمہارے تمہارے نہیں دیکھ  
 رہے ہو، مگر میں چونکا اور کھڑا ہوں اس لئے میں نے تمہارے اور اس کے درمیان کوئی آواز نہیں  
 نہ سب نے کہا ہے شک نہم آپ کی بات کی تصدیق کریں گے۔ مگر سب آپ نے فرمایا کہ وہ  
 شکر نہ اب، بلکہ کا شکر ہے جو ہاتھ پر لٹکا دیا ہے، یہی بات، لہذا اس کے بعد سے حق سچ



ہو۔ اس پر سن کر ان کی ساری توجہ اور ساری فکر شتم ہو گئی اور وہ آ کر بیچھٹاتے اور کہتے کھڑے کیا۔ سب نے جی دہت مٹانے کے لئے ہمیں یہاں دایا تھا؟ کیا بات تھی؟ ان پر بس اپنی دنیا کی زندگی چھانی ہوئی تھی اس کے برخلاف وہ پان کے کان کھڑے بیوی تے تھے مگر دوسری زندگی کا نہیں خیال تھا اس سے اس کے فطرت کی سمجھ فکر نہ ہوتی تھی۔

آج کل کے زمانہ میں مختلف مذاہب ۳۰ جو دے تھے وہ ایمان کے مدعی تھے مگر ان کے ماننے والوں پر ایمان اتنا بے جان اور بوسیدہ ہو گیا تھا جو شخص فطری اور خیالی کھلیٹ کا مت بل نہیں مانتا تھا ان کی سرغوب معصیتیں اور بد اخلاقیات نہیں چھڑا سکتا تھا ان کے پاس دین تو وہ بودھا تھا مگر ایمان کی طاقت اور تازگی کھد جانے کی وجہ سے وہ دین پھوٹے پھوٹے سواٹ سے مقابلہ کرنے سے لڑنے لگی نہیں آتا وہ نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن مذہبی اللہ چھلنے کے لئے ہونے دین پر بچے دل سے ایمان لانے والوں کا حال ان لوگوں نے بالکل مختلف تھا انھیں اس زندگی سے زیادہ دوسری زندگی سے دلچسپی تھی۔ اس کی فکر تھی اور ان کا دین ان سے بڑی سے بڑی قربانی آسانی کر دیتا تھا۔ اس لئے کر دین اور دینی تحقیقوں پر ان کا ایمان تازہ اور نہایت جواہر تھا۔ دوسرے مذاہب کے ٹھیکہ داروں اور بچے دینداروں میں ایسا فرق تھا جیسا کہ مذہبی تصور اور ایک زندہ انسان میں، آک کی تصویر اور خود تک میں جیسا فرق ہوتا ہے، سمجھ کر ماننے والے ایمان نے ان کی رک رک میں وہ آک بھرا دی تھی کہ مقابلہ میں آنے والے جو اس ایمان سے محروم تھے، یوں ہی تصویروں کی طرح بالکل جاتے تھے یا اپنی خیر منات دے سناٹے سے بہت جاتے تھے، ان کی کواروں میں وہ بے کی نہ رہی تھی، بلکہ ان کے ایمانوں کی نرمی تھی وہ فائدہ کش اور خرق پوش کجاہدہ راصل، بھٹیاری طاقت پر نہیں بلکہ ایمان کی طاقت پر لڑتے تھے اور دشمن کے چھلے پھیر دیتے تھے۔ ان کا یقین توجہ تھا کہ اگر ساری دنیا کی کواریں ہماری زد و کوب پر پڑیں، ہمارا مذہب ہو تو ہمیں کوئی نہیں مار سکتا، زندہ ان کے مقابل یہ یقین رکھتے تھے کہ کوئی ایک ہی دار و دراختار نہ دے گا۔ اس لئے ایمان کی طاقت نے ان کو غریب عربوں کے دل سے ان کی کرداری کا احساس بالکل نکال دیا تھا۔ ایہ ان کے دیوار میں جب ان کے سفیر نے تو ان کی کواروں پر چھ کھڑے ہوئے تھے اور ٹھوڑے پستے کا ست تھے۔ مگر ان ایمان شعلہ زن تھا اور ان کی طاقت ساری طاقتوں پر



غالب قہمی، جس سے سپر مردانہ اہلیان، تم بھی لڑاؤں تھا۔ ایمان کے سر سے دریا کی بھی اپنی اپنی فکر میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کی ان قوت نے انہیں اس قدر جبری اور مذہب کا پکا تھا کہ ان مردانہ میں قہمیوں پر ٹھوس کوٹے ہوئے چلے جاتے، اور جنت پر کچھ بڑھتے تھے۔

### حقیقی ایمان کیا ہے؟

اسی ایمان کا قہمی تھی کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت لڑکر رہیں تھیں بھی تو خشوع و خضوع نہ تھا، اور اگرچہ قہمیوں کی راس نہ تھی لیکن جو وہاں حضور ﷺ کی وفات پر ایمان سے ملے ان میں آپ سے ایسا ایمان پیدا ہوا کہ آپ کے وفات کے بعد وہ بھی وہاں پر بھلا رہتا تھا اور گویا ہر دم ہر وقت کو اپنے آنکھوں کے سامنے پاتے تھے، ان دنوں میں امت کی خوشبو میں نہ محسوس کریتے تھے۔

### ایک صحابی کا واقعہ:

ایک صحابی کا واقعہ ہے کہ میدان جنگ میں اپنے ایک صحابی کے متعلق ایک دوسرے صحابی سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ، اراک اس ویٹ چڑو۔ کس حال میں ہیں؟ انہیں کچھ کام است ہیں یہ خدا کو استغفری پڑے ہیں یہ ہیں نہیں ہو گئے؟ انہوں نے ایک بعد دیکھا زخمی پڑے ہوئے تھے، اور تقریباً وقت آخر ہوا ہے، کہا حضور ﷺ نے حال دریافت فرمایا ہے۔ جواب دیا، ہاں وہ اسلام عرض کرنا اور عرض کرنا یہ کہ حضور جنت کی خوشبو میں آ رہی ہیں۔

### حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ:

حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ ہے کہ وہ عرض لولہ کی آیت تکلیف میں مبتلا تھے، وہی آپ ﷺ تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میں سے نکلاؤ اور وہاں سے نکلتے ہو ہریرہؓ کی جانب راہِ جنت تھیں، فرمایا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا، وہاں سے نکلاؤ اور طہارہ و اطہار و غلہ اللہ لاہو محمد و آہوہ و حرمہ و ملائکہ و انوار و نور و نور ہے، یہ لفظ کا نام ہے، یہ یہ سب سے طہرین نے اُٹھ چکے، اور آپ کی خدمت میں ہے۔

عرض کیا کہ ہم ان لوگوں کی حق باتوں پر ایسا یقین تھا کہ ہمیں محسوسات و مشاہدات پر بھی



وہیں یقین نہیں ہے مگر اس پر یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ اگرچہ یہ لوگ توحید پر ایمان لائے ہوں مگر ان کے دل میں کفر کا بیج بھی ہے۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ کا واقعہ:

حضرت ابو زرارہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سہ ماہ کے قس ۵  
جسٹ پیدا کر کے ان کو ان اور اظہار کر دیں۔ (حالات) دشمنان اسلام کو شہر میں موافق کر کے  
الغیر ہر حال آپ نے قیام میں جا کر باندھ کر کے کمر پڑھا، کھورچہ روں ہر طرف سے کوٹ پرے  
اور خوب زور و جوش کر کے ان کو روک دیا کہ وہ صبر نہ کر سکیں چلے گا کہ انہما اور کچھ پاتے  
کئے۔ یہ وہ اصل بات ہے کہ ایمان کی ترقی تھی، ان کو پناہ دے کر ایمان و یمن کی راہ میں دین کی  
تعلیم دے کر اوقات ولادت سے پہلے پناہ دے۔

”غفرلہ عہد اللہ ووالہا و ابن کا و قعدہ“

[illegible]

تازہ ایمان کی کشش:

بزرگ و پورہ دستہ اپنا اور نہ تو ایمان اس زندگی کو، انکے بے وقعت ہونا ہے۔ اور اس کو قبول کرنے کو انور رانی کو ملدین میں حیات۔ ایک ڈیپ کے موقع پر دیووں کی صف سے ایک







صومتی کو دفن کرنے ساتھ وہاں کے توہابی ریاست نے کہا: واللہ کے ہندے کہوں چہ جو پہلے تو با کرتے تھے، جو خانہ کے چیل پہنے ہوئے تھے، جن کے چروں سے خالق شئی اور کیزوں سے غربت نکلتی تھی، ان کو ہٹا لیا گیا۔ وہ تو اگلے دن کے مسلمان تھے، اب وہ کہاں ہیں۔ داس نے کہا کہ اب ہم ایک چیرہ خراج کا ٹیس دیں گے، کیونکہ ہم نے اب تک ان سے مرعوب و گرفتار کیا ہے، وہ جس وقت کہتے تھے کہ اللہ کے ہندے اللہ کا مظاہرہ ہے، تو ہم ان کی بات کو برا سمجھ کر کھینچتے تھے، لیکن تم سے مرعوب ہونے کی وجہ نہیں ہے تمہارا جو جی چاہے کرو!

## آج ترو تازہ ایمان کی شہید ضرورت:

دنیا کو آج اس ترو تازہ ایمان کی شہید ضرورت ہے جو ان کی پوری زندگی کو اپنے تابع کرے۔ مگر یہی ضروری چیز ہے جو دنیا سے تباہ ہو گئی۔ آج یورپ کے کارخانوں نے دنیا کی یہ ضروری بلکہ غیر ضروری بھی چیز بنائی ہے، اور یہ ضرورت مند بازار سے فریج نکلتا ہے، مگر وہ چیز جس کو یہاں کرنے سے یورپ کے کارخانے بچیں، یہی خالہ ذراؤہ کا ایمان ہے، اور اسے جانچ کر یورپ کو اس بات کا پورا پورا اعتراض ہے۔ وہ دنیا کی برائیوں اور جرائم سے پاک مرد اپنے سے قاصر ہے۔ بڑے بڑے ماہرین انسانیات و نفسیات اخلاقی جرائم کے سرکپ ہوتے ہیں۔ یورپ کا ایک ماہر نفسیات و اخلاقیات جو بہ سار اپنی خدمت قبول کرانے کے لئے نکلیتے ہیں، انہیں پیش کیا کرتا تھا، ایک بار ایک عورت کے گلے سے مار چراتے ہوئے پکڑا گیا۔ یہ جہیل ذرہ میں دنیا کے اس کے چوکیدار بنے بیٹھے ہیں، اگر موقع ملے تو شخصی یا قومی انتہا حاصل کرنے یا قائم رکھنے کے لئے انہیں ہم کو برا کر دیا کرتا ہے، یا تو اس جیسا کہ گزشتہ جنگ میں جاپان کے دو معصوم مسیحی شہروں کے ساتھ کیا۔

دوستو! ہم کسی نئے دین کے داعی نہیں، لیکن ایک نئے ایمان کے ضرور داعی ہیں۔ ہم ضرور کہتے ہیں کہ اپنے ایمان کو تازہ کرو، خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اِسْتَوْثِنُوا اِيْمَانَكُمْ (اپنے ایمان کو نیا کرتے رہو)

حضور ﷺ فرماتے ہیں: جدوا لیمائکم (اپنے ایمان کو نیا کرتے رہو) اور یہی ہماری

دعوت ہے!



ہم کھل کر کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے بزرگ، بڑے اور چھوٹے ہمارے ساتھی اس کے متعلق ہیں کہ ہمارا ایمان تازہ ہو اور ہمیں ایمان پیدا ہو جو ہمارے اسلاف کا تھا۔ اس ہندوستان میں جو بزرگ اپنے اپنے وقت میں ایمان کے داعی اور مجدد تھے۔ جس میں انہوں نے بھی اس وقت باوجود یکہ زمین اور ایمان موجود تھا اور عالم دین موجود تھے، ایمان کی تجدید کی دعوت دی، اور امت کے اندر ایک نئی ایمانی زندگی پیدا کر دی۔ پھر انہوں نے ایمان کو مسلمانوں سے وہ باتیں ظہور میں آئیں جنہوں نے قرآن اول کی یاد تازہ کر دی اور ثابت کر دیا کہ ایمان میں ہوتی طاقت ہے اور اس طاقت کو ہر زمانہ میں زندہ کرنا جاسکتا ہے۔ آج بھی اسی طاقت کی دنیا میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے اسلاف کی روایات تازہ ہو جاتی ہیں۔ "افخوان المسلمین" کے نوجوانوں نے جب اپنے اندر نیا ایمان پیدا کیا تو انہوں نے دین کے لئے ایسی قربانیاں پیش کیں جن کی اس زمانہ میں مثال نہیں ملتی۔

اس وقت ساری اسلامی دنیا میں ایمان کی طرف ایک بار نشست ہو رہی ہے۔ ترکی مصر اور حجاز میں اپنے اپنے طرز پر ایمان کو زندہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہر ملک کی طرح اور شاہی اور ملکوں سے زیادہ ہمارے اس ملک میں ضرورت ہے کہ نیا ایمان حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کی دعوت عام کی جائے۔

ہمارا افسردہ اور بوسیدہ ایمان مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ معمولی حالات کا مقابلہ معمولی اور کٹر ایمان کر سکتا ہے، لیکن غیر معمولی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے غیر معمولی طاقت کا ایمان درکار ہے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کو غیر معمولی حالات کا سامنا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے ایمان میں غیر معمولی زندگی اور اپنی زندگی میں غیر معمولی تغیر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

نذرے ان اجتماعات کی دعوت اور بہرہ فانی تغیر کوششوں کا مقصد یہی ہے کہ ہم میں از سر نو حقیقی ایمان اور ابتدا اسلام کے مسلمانوں کا سا جو ش اور ذوق پیدا ہو، حالات کے بدلنے میں صرف اتنی سی بات کی دہر ہے۔







مسلمہ خواتین کی علمی و دینی خدمات

[illegible]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين  
وآلِهِ الطيبين الطاهرين واجتهادهم ومن تبعهم باحسان إلى  
يوم الدين. آمين

ظلم مرد و بیگوارت دیہاتوں کے لئے

[illegible]



پر فرض ہے۔

## عورت کی تعلیم کے بغیر نظام حیات کا حال

تو اسلام کا پورا نظام، اس کا نظام، دینی اور اس کا نظام، دینی اور اس کا نظام و اخلاقی اور اس کا نظام پرورش کا صحیح مقبوضہ جو اس میں نہیں آ سکتا، بسبب تک کہ خود ہماری امت کی مسلمان بنیادیں اس میں شریک نہ ہوں اور وہ ضروری حد تک علم حاصل نہ کریں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے جو مرد و عورت کے درمیان مشتبہ کہ ہیں، ان سے واقف نہ ہوں یہ ایک یکطرفہ دانشمندی اور یکطرفہ روش ہوگی، جس سے ہوئی امت تو اسے ملے تو ملت ایک شیر بھی بنی نہ کہ وہ انہیں نہر نہتہ، ان کی ضرورت نہ تھی نہ آتی تھی کہ ہمیں طلب ہو، مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے، ماہر و پروفیسر، ماہر و پروفیسر، بلکہ نظام زندگی و نظام زندگی بھی اس کے بغیر نہیں چل سکتا کہ یہاں ہر تہذیب بھی اسلام سے واقف ہوں اور گھر میں جو کچھ، حول ہوتا ہے وہ تو بیویوں اور بچوں کی کاسات پر دانت ہوتا ہے اگر گھر کے اندر اسلامی فضا نہیں ہے، دینی تعلیمات نہیں ہیں، اسلامی اخلاق نہیں ہیں تو پھر اس نسل کی اسلامی پرورش ہوتی نہیں تھی اس لئے ہم رہنا میں پڑھتے ہیں کہ اس کا پیشہ تمام رکھا گیا

## تاریخ اسلام میں طبقہ نسواں کے کارنامے

اور امت کا طبقہ نسواں بھی ہمیشہ نہ صرف یہ کہ علم سے واقف بلکہ علم پھیلاتے والا بھی ہے اور تہذیب کی کتابوں میں ایسی کتابوں کے نام ملتے ہیں جو بڑی فائدہ خاندان تھیں اور جن کی وجہ سے خاندان نے خاندان بلکہ اس زمانہ میں ملت کا چہرہ حسن، عین سے واقف تھ اور عین پر کار بند تھا، ان کے کارنامے آپ دیکھیں، بلکہ بعض خاندانوں کا ایمان پھیلا ہے، عورتوں نے اسے انہوں نے شہرہ سے بچوں کی انکی تربیت کی اور اسلامی اور دینی غیرت کا اظہار کیا اور نقش کر دیا اور سچ پچھے تو اس کی بخشی میں، ان کی خاک میں اور ان کی لاشت زار میں ختم، ہمیں ذال ملتی ہیں انہیں کی دستور، ان کی ذال ملتی ہیں، یہ ختم جب آپ جانتے تو پھر اس وجہ سے بھی نہیں اکھاڑ ملتی ہیں اور اس کی ہزار باتیں ہیں کہ ماں اور بہنوں سے پرہیز ہوا، اسباق ان سے سیکھنا، وہ دین، ان کا یہ اکر کیا ہوا چند ہر سے بڑے سے تمام عین کی استفادہ، اور ان کی ثابت قدمی کا







پیر انروسی اور قربانی دینے اور فیکار اور اپنے کو خطرے میں ڈالنے پر آمادہ کر لیا، اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

### خواتین اسلام کی فوہ داریاں

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اپنے عزیزوں کا اور رقی کا شکر یہ (الارجح ہوں کہ انہوں نے یہ شہداء دیکھا اور یہ پیدا کر دیں) کہ انشاء اللہ ہمارے اس اوضاع میں خاص طور پر مرے اس قلعہ کو میں جو ترقی دینی مرکز ہے اور دینی طریقہ صوبہ کا دار حکومت بھی ہے اس میں انشاء اللہ ایک ایسا طبقہ پیدا ہوگا جو مسلمانوں کی فوہ و نسل کے دیمائی، دینی اور اخلاقی حفاظت کا کردار ادا کرے گا اور وہ طبقہ جس نے شہداء کا جو نکتہ ہے، خواہش کا طبقہ، دیکھا ہے اور ہماری بیٹیوں کا طبقہ، دیکھا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ میں ترقی دے اور اس کو زیادہ مفید اور نافع اور فیض رساں بنائے اور ان کی منتقلی اور خوشی کی جفا کشی اور کان کی قربانیوں کو قبول فرمائے، ان کی فیاضیوں اور ان کی بڑائیوں کو جنہوں نے اس میں اصرار کیا ہے، اس اللہ تعالیٰ قیام اور دوام بخشے اور اس سے زیادہ نفع پہنچائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



## ایک اعلان و شہادت بالحق

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

حضرات! یہ ایک حقیقت اور مشہور ہے کہ تبلیغی جماعت (انجمن خیرات) تمام دنیا میں  
 ہے اس زمانہ کی ایک سب سے بڑی تحریک اور تحریک احمدیہ اور احمدیہ واقعہ اپنی جماعت ہے جس نے  
 ایک وقت میں مجموعی طور پر دنیا میں ایک جماعت تھی جسے دوسری جماعت ایک شعبہ سے دوسرے شعبہ  
 ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک ریاست سے دوسرے ریاست میں (جس میں کسی قوم اور  
 میں بھی مسلمان پائے جاتے ہیں) کا تبلیغی، روحانی، عقلی و جسمانی طور پر استقامت اور دلوں میں  
 مصروف اور سرگرم نظر آتے ہیں۔ یہ اپنے ذمہ داریوں اور فرائضوں کے ادا کرنے میں سرگرم  
 (جو روحانی جماعت اور عالمی اور) ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں اس کے احباب کا انفرادی  
 ۱۳۶۳ھ ۱۳۶۳ء کے توفیق الہی کی مدد سے اور اپنے علم و تجربہ کی روشنی میں دنیا میں  
 دینی کی تعلیم، ایمان کی ترویج اور اسلام کا فروغ اور تبلیغی جماعت کی اہمیت کے بارے میں  
 دنیا میں ایک واحد و منفرد اور ایک منظم (انگوں اور ایمان والوں) سے مشغول رہنے والی جماعت  
 ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کی جماعت نے نقل و حرکت، ترقی و ترقی اور اخلاص و ترقی  
 کے لئے خود انہوں نے ترقی ترقی کی اور دین سے ضروری واقفیت پیدا کی۔ اور ان کی جماعت  
 اپنے اور عبادت، عقل و حرکت سے جہادوں کی زندگی میں ایک نئی انقلاب آگیا۔ مسجدیں آباد  
 ہوئیں، تعمیر کے نئے قیام ہوئے، اخلاق و عبادت کی نئی اصلاح ہوئی، دین کی تعلیم و ترقی  
 میں مزید ترقی کا جذبہ پیدا ہوا، جماعت کے فرائض و فرائض و فرائض کا اہتمام کرتے ہوئے  
 اس حقیقت کے لئے بھی انکار نہیں کیا جائے گا کہ زمانہ کی تبدیلی کے لئے اصلاحات اور تبدیلی  
 ساز مشاغل اور منصوبوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو سرگرمیوں کے بارے میں اسلام اور مسئلہ کو  
 دیکھنا چاہتے ہیں اور اس زمانہ میں وہ کس طرح دنیا کی جماعت اور تبلیغی اور دین میں جماعت







کا ترجمہ ملوی نے بندہ کو اس کو عربی میں منتقل کرنے کی دعوت دی اور ایما فرمایا۔ اور ان کی طرف سے اس کے لئے بار بار یاد دہانی اور اسرار ہوا۔ اس عاجز نے مدینہ صیبہ (علی مامیہ الصلاۃ ووسلام) میں اس کام کی ابتدا کی اور بندہ وستان تو فرانس پہنچا لیا، اور اس پر مدینہ حواشی اور مسلمہ اور بلند پایہ مشائخ و علماء کی تائیدی اقوال حاشیہ میں درج کیے۔ یہ کتاب جب طبع ہو گئی تو اس کا ایک نسخہ بندہ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے ایک مفتی العقیدہ حرب فاضل اور استاد جامعہ کو پیش کیا، انھوں نے پڑھنے کے بعد اسے شہرے تاشرک کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ”یہ تو وحید کا متخنیق (مشین کرنا) ہے۔“

یہ عقیدہ دلاسلک آخر وقت تک اس جماعت کا مذہب داروں، مولانا محمد الیاس صاحب کے خاندان کے ارکان و اقرباء اور مرکز نظام الدین میں رہا اور ہے، ایک مرتبہ مولانا محمد الیاس صاحب نے بندہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”واکی ابو حسن، ہم لوگ ابھی تک حضرت سید صاحب کی تجدید کے سایہ میں ہیں، بندہ کی کتاب یہ ہے سید احمد شہید پڑھ کر فرمایا کہ میری معلومات میں اس سے کچھ اضافہ نہیں ہوا، ہم نے اپنی دواویوں اور نانوں سے یہ سن رکھا ہے۔“

اس تاریخی پس منظر میں اس شبی، جتنی تاثر اور تسلسل سے بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ اس دعوت کے فکرو مزان اور اس دعوت کے بانی اور ذمہ داروں کے عقیدہ و مسلک میں توحید خال اتباع سنت و راہِ دعوت، اور دینِ خالص کی تعلیم و دعوت ضمیر و ضمیر میں شامل ہے اور اس کی طرف کسی ایسے عقیدہ و مسلک اور کسی ایسے قول و عمل کی نسبت نہیں کی جا سکتی جو اس کے منافی اور اس کے متعارض ہو اور ان لوگوں کو جو اس جماعت و دعوت کو ان چیزوں سے متبرک کر کے صحیح و عقیدہ اہل علم و دین کی نظر میں مشکوک بنانا چاہتے ہیں، خدا سے دو عالم و غیب و اشہادۃ ہے، ہونا اور یوم الحساب کا خیال رکھنا چاہیے۔







دنیا بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. ما بعد

حضرات! یہ وہ بڑی پہلے کی دنیا پر نظر ڈالنے، وہ نئی، وہ نئی عمارتوں، سونے چاندی کے ڈھیروں اور زرق برق لباسوں کو چھوڑ دیجئے، یہ تو آپ کو پرانی تصویروں کے سرخ اور مردہ عجائب خانہ میں بھی خنجر آ جائیں گے، یہ دیکھتے کہ نہایت بھی، بھی جانتی جانتی تھی، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھر کر، کچھ پہنچے اور سانس روک لیجئے کہیں اس کی منہس چلتی ہوئی اور اس کا دل بہتر نہ معلوم ہوتا ہے؟

زندگی کے سمندر میں بڑی لمبی چھوٹی پھیلی ہوئے جا رہی تھی، انسانی کے جنگل میں شیر اور چیتے، سور اور بھیڑیے، بکریوں اور بھیڑوں کا گھارہ بن گئے۔ بدی نیکی پر اور ذلت شرافت پر، خواہشات عقل پر، پیٹ کے تقاضے روح کے تقاضوں پر، غالب آچکے تھے، لیکن اس صورت حال کے خلاف اتنی لمبی چوڑی زمین پر کہیں احتجاج نہ تھا، انسانیت کی چوڑی پیشانی پر غصہ کی کوئی شکن نظر نہیں آتی تھی، ساری دنیا اسلام کی ایک منڈی بن چکی تھی، بادشاہ، وزیر، امیر و غریب، اس منڈی میں سب کے واسطے رہتے تھے اور سب لوگوں میں یک رہتے تھے، کوئی سیاست نہ تھا، جس کا جوہر انسانی خریداروں کے حوصلے سے بند ہو اور جو پکار کر کہے کہ یہ ماہ کی فضا میری ایک اڑان کے لئے کافی نہیں، یہ ساری دنیا اور یہ پوری زندگی میرے حوصلے کے تحت ہے، اس لئے یہ دھری ابدی زندگی میرے لئے پیدا کی گئی، میں اس قافی زندگی اور اس محدود دنیا کی ایک چھوٹی سی سربراہیوں کو جس طرح فروخت کر سکتا ہوں؟

قوموں اور ملکوں کے اور ان سے لڑ کر قبیلوں اور براہروں کے اور ان سے آگے بڑھ کر کنیوں اور گھرانوں کے، چھوٹے چھوٹے تلمیذ بننے لگے تھے، اور بڑے بڑے بلند سمت انسان جن کو اپنی سرفرازی اور سر بلندی کے بڑے بڑے شیخے دعوے تھے، ان شیخوں کی طرح ان



گھر و گدوں میں رہنے کے عادی بن چکے تھے، کسی خان میں بھی نہ، فطرت میں نہیں بدلتی تھی، اور انکی کو اس سے زیادہ وسیع تر انسانیت کا تصور ہوتی نہیں رہتا تھا، زندگی ساری صوبہ و صوبہ اور وطن میں گھر کر رہتی تھی۔

انہی نسبت ایک سردار شہ قہر اس میں نہیں روح کی پیشانی، دل کا دوزخ و عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی، انسانیت کی سطح پر خود کو شکل اک آیا تھا، ہر طرف مہمانیہ تھیں، جن میں نہ گھر، نہ دودھ اور نہ بریت کچھ سے تھے، یہ وہاں لیں تھیں، جن میں جسم سے پتہ نہ لے والی، خون پڑنے والی جو ٹکڑے تھیں، اس جنگل میں ہر طرح کا فتنہ کہ جانور، ہر صحران کا شکار، پرندہ، لاش، تانہ و لاش میں ہر قسم کی زندگی پائی جاتی تھی، انسان آواز میں اس جگہ میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا، جو آدمی تھے وہ غاروں کے اندر، پہاڑوں کے اوپر، اور غاروں کے کناروں کے ضیق میں چھپے ہوئے تھے، وہ اپنی فیروزہ سے تھے یا زندگی میں رہتے ہوئے زندگی کی آغوش میں نہیں رہتے تھے، یہ شاعری سے اپنا قلم غلہ کرتے تھے اور زندگی کے میدان میں کوئی مردہ یہ ان نہ تھا۔

مختلف انسانیت کے اس راجہ میں ہر قسم کی ایک رو، وزنی، انہیں میں حرکت اور جسم میں خشک پیدا ہوئی، انہیں پر پندوں نے اس کو مرد و لایحہ کر اس نے اس کو جسم کی سائنس پر سیر کر دیا تھا، ان کو اپنے گھر پہنچے ہوئے اور اپنے جسم ٹڑکتے ہوئے تھیں وہ کے مقدمہ میرت نکلا، اس کو اپنی زندگی خاص میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسری شاد ایران کے محل کے ٹکڑے لڑے ہوئے آتش پارس ایک دم بھڑکی، زمانہ حال کا صدمہ اس کا اس طرح بیان کر کے نکلا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی ہر ذرت میں اضطراب پیدا ہوا، اس کی اس سائنس و بے حرکت سطح پر جتنے کمزور اور بے کلمے بنے ہوئے تھے، ان میں زندگی آگیا، بختری کا ہر جالا، فوجی اور جنگوں کا ہر گھونٹنا، ٹکڑا ٹکڑا، یا زمین کی اندرونی حرکت سے حرکتیں نکلتی تھیں اور اپنی برق نواں کے چوں کی طرح بھڑکتے ہیں تو جیسے مہر کی آمد سے کسی وقیعہ کے خود ساختہ انکسار میں خرابیوں سے ہوگا؟ زندگی کا یہ کرم نون ہو، نہایت کے سر و جسم میں دوا احمد دواں اللہ مسلمی، یہاں تک کہ واقعہ ہے جو مستند دینی کے قریب ملے، قلم میں پیش آ رہا۔

آپ نے دنیا کو جو جینیہ دیا اس کے مختلف، انہی زندگی کی تمام و جہتوں پر، وہی ہیں، اور



آواہ ہے کہ انسانی زندگی کی ہر چیز اس کے بھولے قہر و غمی کی بیخود ہے۔ یہی اس زور سے  
 نہیں بلانی کہیں جیسی کہ یہاں اے اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ کے خزان سے بلانی نہیں اور ان کے  
 کند و بن پر بھی انکی چوٹ نہیں پڑی تھی جیسا کہ انھوں نے پڑی وہ غم سے تھلا دیا اور اس  
 نے جھٹکنا نہ کیا۔ **جعل الالبۃ اللہ واحد ان هذا لنسی عذاب** (یہ ان سب کو ان  
 کی ہم پریش کرے تھے اور ان کے ہر بندے بنے ہوئے تھے اور ان کی معبود تھے وہ خدا  
 ہے) یہ تو کیا ہے جس کی بات ہے (ان ان کے خداوندوں کے فیصلے کیا یہ ہمارے کہ ہر زندگی  
 کے خلاف ایک کیری اور منظم ہر شے ہے اور ہم کو اس کا مقابلہ کرنا ہے۔ **والمطی السلام منہم**  
**ان صلووا و اصبرو عسیٰ اٰلہکم ان هذا لنسی بولاد** (ان کے سردار اور سردار ایک  
 ہے۔ اس کے پاس ہے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر شے رہو، یہ تو کوئی شے کی ہوئی ہر ہر  
 ہوئی ہے۔

یہ ہر زندگی اور شہادت کے تصور پر ایک کاری سب تھی جو ان کے پورے سراپا اور  
 زندگی کے پورے ساتھ نچوڑنا کر رہی تھی اس کا مطلب یہ کہ جیسا کہ آج تک سمجھا جا رہا ہے یہ  
 دنیا کوئی خود رو ہفت نہیں بلکہ یہ دنیا کا گناہ اور آواز ہے باخ ہے اور انسان اس بات کا سب سے  
 اعلیٰ پھل ہے۔ یہ قبول جو ہر آدمی ہر آدمی ہر آدمی ہے وہ مقصد نہیں کوئی بل کر رہا ہے  
 انسان کے جو ہر شہادت ان اس خالق کے ہر کوئی قوت نہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ وہ خود  
 طالب دوم بندہ ہر دو بلند پر اور روح اور وہ مطلب دس ہے کہ مادی دنیا میں اس کی تسکین  
 نہیں کہ سستی اور یہ سست حاصر دین اس کے ہر شے میں چل سستی اس نے غیر فانی زندگی اور ایک  
 زندگی دیا ہے۔ اس کے سامنے یہ زندگی ایک قہر دار یہ دنیا ہر ایک کے مقابل ہے۔ وہاں کی  
 رحمت کے سامنے یہاں کی کوئی تکلیف حقیقت نہیں کہ سستی۔ اس لئے انسان کا غلطی یہ تھا  
 خدا نے داند کی عبادت، اس کی خود شہد رضا کے لئے فی صحت ہر ماں کی زندگی اس کے لئے  
 جد و جہد ہے۔ انسان کو کسی روح کی حقیقی و فحشی حالت میں رہتے اور پھر کسی قسم کی احسان اور  
 دہانت کسی ماں دولت کسی جہد عزت کسی حقیقت و حقیقت اور کسی روحانیت و عظمت کے  
 سامنے بندوں کی طرح جھٹکنے اور ہر کی ضرورت ہر ماں ہونے کی سہولت نہیں۔ ۱۰۰ صرف ایک  
 زندگی کے سامنے سب سے زیادہ ہر ہر سب چیزوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بلند ہے



اور سارے عالم کا منہ دھوا اور ایک ذلت کا خادم بنے اس کے سامنے فرشتوں و جہود و کھراکراؤں نے اللہ کے سوا ہر ایک کے منہ پر سے حق ار کے ثابت کر دیے کہ کائنات کی طاقتیں حق نے فرشتے اور جن میں اس کے سامنے ہر قبول اور سربمخ، ہیں اور اس کا سر اس کے جوہر میں اللہ کے سامنے بوجہ ہے۔

دنیا کا ذہن اتنا شل ہو چکا تھا کہ وہ داریب و محسوسات اور تصور و خیالت کے حدود سے باہر آسانی سے کام نہیں کر سکتا تھا، انھوں نے آنحضرتؐ کو نے بنا کر رکھے تھے جو اپنے شخص واسطے بنائے گئے تھے، زندگی کی جو پھوٹی پھوٹی بلندہاں بن گئی تھیں، ہر بلند انسان کو انھیں کے سامنے لان کر دیکھتے تھے، انھوں نے بڑے غور و فکر اور ذہانت سے کام لیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کے آگے نہ سوچ سکے کہ یہ تو وہاں اور ست کے پر سرمایہ داری و بادشاہی کے یا عیش و عشرت کے طالب ہیں، انصاف کیجئے تو اس وقت تک دنیا کا تجربہ پاس سے زیادہ اور زیادہ تھا اور اس نے اپنے زمانہ کے جو صدمندوں اور شہبازوں کی اس بلندہ پر دازب تکمیلی تھی؟ انھوں نے آپؐ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا، یہ اصل اس عصر کے ذہن پرور، غرور و فخر پرست کی کچی نمائندگی اور اس نے جو پختہ کبر و بزرگ کے احساسات کی صحیح ترجمانی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کا تہابہ دیا، وہ موت کی منجھٹ نما تھی اور امت مسلمہ کی توحید کا اصل بنیاد تھا، آپؐ نے ثابت کر دیا کہ آپؐ ان میں سے کسی چیز کے طالب نہیں، آپؐ میں چیز سے وہی ہیں وہ ان کی ان بلندہ چیزوں سے اس سے بھی زیادہ اونچی ہے، جتنا آسمان اس سے، آپؐ اپنی ذات، رحمت، برتری کے لئے فکر مند نہیں بلکہ خود اللہ کی بات اور راحت کے لئے ہے یقیناً ہیں، آپؐ اس دنیا میں اپنے لئے کوئی معنوی باعث بنانے کے خواہش مند نہیں بلکہ جنت سے ملنے ہوئے انسان کو حقیقی جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل کرنا چاہتے ہیں، آپؐ اپنی سرداری کے لئے کوشاں نہیں بلکہ تمام انسانوں کو انسان کی نمائندگی سے نکال کر بارشہ حقیقی کی نمائندگی داخل کرنا چاہتے ہیں، اسی بنیاد پر امت نئی اور سبکی پیغام لے کر دنیا میں پھیل گئی، اس کے سفیروں نے جو اپنے اعدا و دولت کی کچی روئے اور اسلام کی کچی زندگی رکھتے تھے، سب کی اور قیصر کے گھر سے ہر طرف صاف کہہ دیا کہ تم کو اللہ نے اس کا سر کے لئے مقرر کیا ہے کہ تم اس کے بندوں کی زندگی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں دنیا کی زندگی سے نکال کر اس کی



و احسن میں ہر خدا سب کی، انصافی سے نکال کر اسلام کے انصاف میں، وطن کریں، ان کو جب اپنے اصولوں پر حکومت قائم کرنے اور چلانے کا موقع ملے تو وہ جو کچھ کہتے تھے اور جس کی دوسروں کو دعوت دیتے تھے، اس کو جاری کر کے دکھا دیا، ان کی معیاری حکومت نے زمانہ میں نہ کی نہ ان کی زندگی میں، دینی تھی، بلکہ اللہ کی زندگی تھی، کسی انسان یا جماعت کا حکم نہیں چلتا تھا، بلکہ اللہ کا حکم چلتا تھا، ان کا حاکم جس کو وہ خلیفہ کہتے تھے، معمولی سی انسان کی تخت پر بٹھاتے تھے کہ لوگ اس کے دین سے آزاد پیدا ہوئے تھے، تم نے ان کو کسب سے مدد دی، یا ان کا بڑے سے بڑا حاکم بڑی بڑی بادشاہتوں کے دارالسلطنت میں اس شان سے رہتا تھا کہ لوگ اس کو مزدور سمجھ کر اس کے سر پر بوجھ دیتے، تھے اور وہ اس کو ان کے کچھ پہنچاتا تھا، ان کا دولت مند انسان اس طرح زندگی گزارتا تھا کہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ اس زندگی اور اس کی راحت و راحت ہی نہیں سمجھتا اس کی فکر کسی اور زندگی پر رہتا اور اس کو غصہ نہیں اور راحت کی ہے۔

اس امت کا وجود دنیا کے ہر گوشہ میں مادی حقیقتوں اور جسمانی لذتوں کے حدود سے باہر دوسری حقیقت کے وجود کا اعلان ہے، اس کا ہر فرد یہاں تک کہ جس میں اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ دنیا کی حقیقتوں سے بڑی ایک دوسری طاقت ہے، اور اس زندگی سے زیادہ حقیقی دوسری زندگی ہے، وہ دنیا میں آتا ہے تو اس کے کارن میں اسی حق کی آواز لی جاتی ہے، دوسرے ہے تو اسی شہادت و مظلوم کے ساتھ اس کو نصرت کیا جاتا ہے، حسب الامر دنیا پر ہے، حق اور صوت کا سلسلہ طاری ہو جاتا ہے اور شہر کی ساری آبادی معاش کی جدوجہد میں سر ہٹا یا غرق ہو جاتی ہے اور دنیا میں مادی ضرورتوں کے علاوہ کوئی اور ضرورت اور محسوس حقیقتوں کے علاوہ کوئی اور حقیقت محسوس نہ کی جاتی نظر نہیں آتی، اس کی وہی اذان اس ظلم کو توڑ دیتی، اور اس کا اعلان کرتی ہے کہ میں جسم اور ہیئت سے زیادہ ایک دوسری روشن حقیقت ہے، اور حق کا مہمان کی راہ ہے، حق علی الصلوٰۃ علی علیہ السلام، بازار کا شمار اس فقرہ حق کے سامنے وہب جاتا ہے، اور سب حقیقتیں اس حقیقت کے سامنے مات دینے لگتی ہیں اور اللہ کے بندے اس آواز پر دواں دواں ہو جاتے ہیں، حسب رات کو پورا شہر مٹھی بند ہوتا ہے اور یہ جیتی جاتی دنیا ایک وسیع قبرستان ہوتی ہے، دفن گاہوں کی اس ہستی میں زندگی کا چشمہ اس طرح ابھرتا ہے، جس طرح راست کی سیاہی میں صبح سپیدی نمودار ہوتی، الصلوٰۃ خیر من النوم سے اٹھتی سوتی نہایت کوتاہی اور زندگی کا نیا پیغام ملتا ہے، جب کسی



حکومت و سلطنت کا کوئی قریب شہر نہ تھا۔ "نور الدین" (میں تبارک و تعالیٰ سے) کو چاہا کہ وہ ان لوگوں کو  
اور مالک الدین الہیائی "میر" سے ملنے کے لیے روانہ ہو جائیں (کوئی اور کام نہ تھا)۔ قریب قریب وہ ان  
میں کی فطرت کی باتیں سن رہے تھے کہ انہوں نے ان کو اپنے لیے لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں  
"میر" سے ملنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔  
انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔

انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔  
انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔  
انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔  
انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔ انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔

یہ جو کچھ نور الدین نے کہا ہے  
انہیں معلوم کہ وہ انہوں سے ہیں  
وہ جو انہوں سے لڑنا ہے  
انہوں نے انہیں لے لیا تھا۔







طلاق پر مانوس رکھی ہوئی ہے لئے کر نصیب نکلے چلائے اور اس کے پڑوس میں آگ لگ جائے۔ عورتوں نے بہت سمجھنا اور مطمئن کرنا چاہا کہ بہن آپ اطمینان رکھیں بچہ جائے گا تو طلاق پر رکھی ہوئی مانوس جواد پر ہے کہ کفر لے گا کیسے اس پر چڑھے گا آپ خواب کو داد و ہر سے پریشان ہیں ان کو بہت کچھ اطمینان دایا لیکن اس دور دراز قیاس امکان پر بھی ان کے دل میں جو کھٹک پیدا ہو گئی تھی وہ دور نہ ہو سکی اس لئے کہ مانوس کی تبلیغ بلانے کا نتیجہ فوراً سامنے آتا ہے۔

مگر ہمارا ہی بچہ حسب ایسے طور و طریق اپنے آپ سے یا اسے مامول میں جاتا ہے انکی تعمیر و تربیت حاصل کرتا ہے جو اس کو اسلام اور شعائر اسلام سے دور لے جاتی ہیں۔ اخلاق بے راہ روی اور مشرکانہ عقائد کی طرف لے جاتی ہیں۔ خدا فراموشی کی راہ پر ڈالتی ہیں جو سراسر جہنم میں لے جانے والی ہیں تو اس میں کوڑا بھی غم و تشویش نہیں: وقتی اس لئے کہ وہ اس حقیقت پر زیادہ وحیان نہیں دیتی سامنے جو کچھ ہے اس پر اس کی نظر ہے نہ کسی سے غافل ہے اس لئے کہ کفر و مطمئن ہے بلکہ بعض وقت فکر مند مافوق دایہ کی مطمئن کرنا چاہتی ہے جس طرح ضمیر میں بچے کو پھوس نہر شاوی میں بہانے والی خاتون نے جو رتیں مطمئن کر رہی تھیں۔ آپ کیسی ناممکن بات کر رہی ہیں کہیں بچہ یا سلائی کو پا بھی سکتا ہے

آگ سے بچانے کے لئے دینی عقائد کی حفاظت ضروری ہے یہ ایمان و یقین کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک تھا ایک خدا کی ذات ہے اور پورے نظام کو وہی چلا رہا ہے اس کے چلانے میں اس کو کسی کی متعدد دوسرا ہے کی ضرورت ہے ہمارے وہ انسانوں کی طرح ابھی تھکتا اکتاتا ہے اور اس پر نیند و غفلت طاری ہوتی ہے۔ لا احذد سنۃ ولا موم۔

یہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی جی اور یکے ذات ہے اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ صد فیصد صحیح ہے۔ (ذکر الکتاب لا یریب فیہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ یہ کام خدا ہے) حوالہ دیں

اس کے پیچھے دوسے نبی آخر الزماں ہے نبی ہیں اور جو کچھ انہوں نے بتایا اور انسان کو راہ ہدایت دکھائی ہے وہ سب حق ہے۔ قیامت کا آنا بھی اس دنیا کا۔ اس کی زرب و زحمت پیش و آرم میں پر کر اس غفلت کی زندگی گزارتا ہے۔ ایک دن خدا ہو جانا چھٹی ہے۔



کل من علیہا فان ویبقى وجه ربک ذو الجلال والاکرام۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور  
اللہ کا وعدہ پورا تو کرے گا۔

الا ان وعدہ اللہ حق

(اور یہ بھی سن رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے)

قیامت میں قرآن وحدیث میں دی گئی تعلیمات ہی کے مطابق حساب ہوگا جو اپنے  
ایمان وعمل میں کمر لٹکے گا وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جنت میں داخل ہو جائے گا اور اس کو ابدی  
راحت و آرام نصیب ہوگا۔ اور جو ان عقائد میں کچا ہو گیا اس سے دور جانے کا وہ ہمیشہ ہمیشہ  
کے لئے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اب ذرا سوچنے کا اپنے بچے کو آپ شعوری یا غیر شعوری طور پر کس دلو پر لگا رہے ہیں اس کے  
لئے کون سا سبب پندرہ ہے ہیں آگ میں لے جانے والے یا اس سے بچانے والے؟  
اس روشنی میں اپنے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا انتظام کیجئے ان کے ایمان وعقیدہ کی فکر کیجئے  
اور اس کے لئے اس ماں کی طرح بے پے کل و بے چکن ہو جائیے جو ایک سوہم خیال اور دوراز قیاس  
بات کے خیال سے خوشی و شادی کے موقع پر بھی اداس ہٹھکی تھی کہ کس بچہ جاگ کر دیا سلامی اتار کر  
جلائے نہیں کس کس کے کپڑوں میں آگ لگ جائے اور وہ جل جائے۔

میرے دوستو اور بھائیو! اس حقیقت پر ذرا غور فرمائیے کہ ساتھ فکر کے ساتھ حقیقت پرندی  
کے ساتھ غور فرمائیے کہ اس وقت اپنے بچے کو آپ دین وعقیدہ کی طرف سے غافل ہو کر جو تسلیم  
دے رہے ہیں وہ آپ کے بچے کو غیر شعوری طور پر کس راہ پر لے جا رہی ہے آگ کے راستہ پر  
یا اس سے بچانے والے راستہ پر۔

آپ علماء کی تقریریں سنتے ہیں لیکن فائدہ نہیں اٹھاتے۔ آپ اگر آگ میں لے جانے  
والے اسباب سے ڈرنے لگیں اور فکر و غور اندیشی سے کام لیں اور آخرت میں جو انجام سامنے  
آنے والا ہے اس پر غور کریں تو اس سے آپ کو وہ فائدہ ہوگا جو مضامین و تقریروں سے بھی نہیں  
حاصل ہو سکتا۔ اس کا سارا انحصار اس پر ہے کہ قوری اور نقد فائدہ سے پر نہیں بلکہ انجام پر غور  
فرمائیں۔

آپ اس کو اس مثال سے سمجھئے کہ آپ کا بچہ سائیکل چلا رہا ہے۔ سائیکل میں بریک نہیں



ہے اور پھر جس راستہ پر سائیکل لے کر جا رہا ہے اس راستہ میں بڑے بڑے غار اور کھائیاں ہیں اور آپ نے اپنے پیچھے کو اس راستہ پر جانے دیا تو خود سوچنے کو اس کا انحصار کیا۔ دکان بھی دپ تک پھر گزرتی ہیں پر سائیکل چلا رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں اور نوٹس بوری میں لیکن چند تھکوں کے بعد وہ جن کھائیوں میں گر کر ہلاک ہو جائے گا اس پر آپ کی نظر نہیں جا رہی ہے۔

ہم نے شروع میں آپ سے کہا تھا کہ لوگ حرج سے تو ڈرتے ہیں لیکن نتائج پیدا کرنے والے اسباب سے نہیں ڈرتے یعنی آگ۔ سے ڈرتے ہیں لیکن آگ میں بے جا جانے والے اسباب سے نہیں ڈرتے۔

ابھی ہم ہانڈو دہرائے ہیں وہاں جیسے جیسے غار اور کھائیاں ہیں گرنولی آنکھ بند کر کے انحصار سے بے خبر ہو کر ان کھائیوں کی طرف سائیکل چلانے کو اس کا انحصار کیا۔ دکان؟

ہم اس وقت زندگی کے جس راستہ پر چل رہے ہیں اس میں بڑی بڑی کھائیاں ہیں بڑے بڑے غار ہیں۔ اس کی بہت زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کیسے کیسے ایمان سوز دین سوز آفرست نے حساب کتاب اور اس کے بہت انحصار سے غافل کر دینے والے خوش رنگ و خوش آہنگ حالات میں جو ہمارے بچوں کو آگ کے آگاہوں میں جھونک دینے کے لئے منہ کھولے ہوئے ہیں مگر ہم اس پر غور نہیں کرتے۔ اس کی فکر نہیں کرتے لہذا اور فوری تضحیک تلاش میں بالکل ہی غافل ہیں کہ ہمارا بچہ جانتے بغیر غاروں اور کھائیوں کی طرف چ رہا ہے۔

پھر فی تعلیم و تربیت کی فکر نہیں کرتے ان کو صحیح راستہ نہیں بتاتے بچے کے دل و دماغ میں سب سے پہلی بات یہ بٹھانی چاہیے پہلی شہادت یہ کرنی چاہیے کہ سب سے بڑا جرم شرک و بدعت ہے یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور کو تفعیل یا نقصان پہنچانے والا سمجھنا خدا کے نزدیک شرک و بدعت نہایت سنگین اور گنہگار کن چیز ہے بھی سنگین ہے مگر اس پر جان سناؤں اور اپنی مرضیاں نہیں کرتے۔ یہ سب شرکیہ کام ہیں۔ ان سے بچنے کی بچوں کو تربیت دیجئے ان کو ایسی تعلیم دیجئے جو ان کو خطرناک چیزوں سے ان کو بچائے۔ یہ تو صرف خدا کی قدرت میں ہے کہ جو چاہے اور سب چاہے اور جس کے لئے چاہے یہ مسئلہ فرما۔

اعمالہ اذا ارادہ شیتا ان یقول لہ کن فیکون



(اس کی شان یہ ہے کہ جب دو کس چیز کا اور اگر تہ ہے تو اس سے خوف دینا ہے جو ہوا تو وہ بقی ہے) کی اور یہ قوت و طاقت کا سلسلہ نہیں۔

اس اہم نیا آخر میں یہی کہوں گا کہ اپنے بچوں کو متعلقین کو آگ سے بچانے کی چیزیں سے بچانے جو آگ میں لے جانے والی ہیں۔ بچوں کو بری صحبت سے بچانے بری کتابوں سے بچانے۔ افلاق بگاڑنے والے رساوں اور تمیزوں سے بچانے۔ کالج کی تعلیم کو اسباب زندگی کے طور پر نہ دیکھنا اس کے لیکن دین اور عقیدہ کے مافوق اور بلند سے بہرے ہو کر نہ تعلیم دینا۔ بچے کو آگ میں لگنا اور یہ بات کے جراثیم پیدا ہو جائیں اور وہ آگ سے راستہ پر چلے جائیں۔

اسی کے ساتھ اپنے گھر میں اور زیویوں کے حالات کی بھی خبر لیجئے۔ شادی بیاہ میں بے باجی و بے پروئی سے بچانے قلموں اور خطیوں کی دوسریوں سے بچانے مجھے تجرہ ہے اور اپنی آنکھوں سے برابر دیکھتا ہوں کہ مجھ کو شادی میں بایا کیا۔ ہر عورتیں بے پروائی میں ہوتی ہیں جس سے کہا یہ کیا ہے نا اور پھر فوراً چھوٹا آیا۔ آپ ان رسوم سے بچنے۔ ان بزرگوں اللہ کے نیک بندوں اور صالحین کے قصے سے اپنے دل کو آگ اور حدیث میں بتائیے اور دین کی سیدھی راہ پر چلانے کی کوشش کیجئے۔

یہ کبھی قسم ظریفی اور معطلہ خبر بات ہے۔ آگ سے بچنے کی نصیحت تو کی جائے لیکن اسباب دوا چنانے چاہیں جو آگ میں سے بچنے والے ہیں۔ ان ہمانیو آپ غور و نظر سے کوٹلیں اور اپنی ادا کو پل و میاں اور متعلقین کو ان اسباب سے ورنہ فتنوں سے بچانے کی فکر کریں جو آگ میں لے جائے ہیں۔

۱۔ خرد و دماغ ان الحمد للہ رب العالمین۔







## سوفیصدی اسلام مطلوب ہے

بسم الله الرحمن الرحيم ۝ الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام  
على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد وآله وصحبه اجمعين اما  
بعدا اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. يا ايها  
الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه  
لكم عدو مبين.

حضرات! ابھی آپ کے سامنے جو خطبہ استقبالیہ پڑھا گیا ہے اس میں میرے خاندان کا  
اور میرے بزرگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ غازی پور سے ان بزرگوں کا جو تعلق رہا ہے وہ قابل قدر  
ہے اور میرے لئے بھی فخر کی بات ہے۔ آپ حضرات نے جس محبت و احترام اور برادر نوازی کا  
ثبوت دیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ میں بھی آپ کی خدمت میں دو چیز پیش کروں جو بہتر سے بہتر  
تھو۔ آپ نے میری خاطر داری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی محبت سے پیش آئے اس لئے  
احسان شناسی کا تشکر اور شراکت کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے مہربانوں کے لئے جو قیمتی سے قیمتی چیز  
ہو وہ پیش کر دوں جو میر بھر کے لئے اجتماعی زندگی کے لئے ذاتی زندگی کے لئے دھوکے زندگی اور  
مسودہ الی زندگی کے لئے کافی ہو۔

آپ کے سامنے میں نے ابھی قرآن حکیم کی ایک آیت پڑھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش  
قدم کی پیروی نہ کرو۔ اسلام کا مطالبہ ہے کہ سوفیصدی مسلمان سوفیصدی اسلام میں داخل ہو  
جائیں۔ ان الفاظ پر آپ غور کریں۔ مطالبہ ان سے ہے جو ایمان والے ہیں۔ کلمہ پڑھنے  
والے ہیں اسلام کو اپنا مذہب بنانے والے ہیں۔ مطالبہ دس بیس یا پچاس فیصدی سے نہیں ہے  
بلکہ سوفیصدی سے ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ سوفیصدی مسلمان جنہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور اعلان کر  
دیا کہ ہم مسلمان ہیں بس ان پر اسلام کا قانون لاگو ہو گیا۔ کوئی استثنا نہیں کسی قسم کا ریزرویشن یا  
کوڈ نہیں۔ اسلام کے قوانین پر لٹھ بٹھ بٹھ کر اسلام بھی سوفیصدی ہو کر اسلام بھی ہو







پر مثل ۔ اسے بڑھ کر دوسرا مسند کھڑا ہو جائے گا۔ دایا اور بائیں جانے کا بوسکتا ہے بات پر نہیں میں آجائے کہ رانیہ جی نے سولانا بھی میاں سے کہا ہے کہ مسلمان اپنے روزے جائزوں کے موسم میں ہی رکھا کریں۔ روزہ تو اپنے وقت ہی سے ہونا چاہیے نہ کہ کسی میں ہو یا جائزے میں یا بدست میں۔ سب کو رکھنا ہوگا اور اس کے وقت پر رکھنا ہوگا۔ کوئی صاحب بدفرما کہیں کہ زکوٰۃ کا مسئلہ بڑا نیا ہے۔ سال کے آخر میں سارے مال پر دولت پر ایک ایک یا بیس ہزار زکوٰۃ نکالی جائے۔ یہ تو بہت مشکل ہے ہمیں تو اس سے معاف نہ رکھیے۔ ہم یہ عرض کریں گے کیا اسلام کے ارکان میں سے زکوٰۃ بھی ایک رکھ ہے۔ اسلام کی عمارت اس پر کھڑی ہوئی ہے اس عمارت کو آپ کمزور کیوں کرتے ہیں۔ اس کے بعد حج کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس کا کثیر انراجات۔ جان کا خطرہ الگ الگ زمانہ کوئی نہ دیکھو نہیں ہے لیکن ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے مسندری سفر کے خطرات کی وجہ سے حج ترک کر دیا تھا اور بعض علماء نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ حج ہندوستان کے مسلمانوں پر فرض نہیں ہے۔ اب بھی خطبہ اشعیاہ میں بھی مذکور کیا گیا کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے متحدہ مسلمانوں کے فریضہ کو دوبارہ شروع کیا زندہ کیا۔ اس زمانہ میں بادبانی جہاز تھے اس میں چارویں لگاؤ تھا جہاز تھیں۔ ہوا کے رخ پر وہ جہاز چلتے تھے۔ اتنا وقت لگتا تھا کہ بعض مروجہ حج کا وقت لگتا تھا۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ ہوائی جہازوں کی جہازوں کہیں اور پہنچا دیتی تھیں۔ حضرت سید احمد شہید نے یہ خطروں محسوس کیا کہ کہیں حج کی عبادت ہی ہندوستان کے مسلمانوں میں ختم نہ ہو جائے اس لئے آپ نے حج کے سفر کا ارادہ کیا۔ فیصلہ اور اعلان کر دیا کہ جس کا دل چاہے ہمارے ساتھ حج کے لئے چلے۔ جیسے بھی ہوگا محنت مزدوری کرنی پڑے گی تو کریں گے مگر حج ضرور کریں گے جو لوگ جائیں گے ان کا کھانا پینا ہمارے ذمہ ہوگا۔ رائے بریلی سے سید صاحب اہل علم آئے کشتی سے ہوتے ہوئے غازی پور آئے اور پھر واپسی میں غازی پور سے گزرنا ہوا۔ انہوں نے حج کے فریضہ کو زندہ کرنے کے لئے اتنا بڑا اقدام کیا جس کی کوئی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں بادشاہوں کی زندگیوں میں بزرگوں کے حالات میں نہیں ملتی۔ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے حج کا سفر کیا ہوا اس کی کوئی تاریخ ہمیں نہیں ملتی۔

میں تاریخ کا طالب علم ہوں اور تاریخ نگار بھی۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کی تاریخ



میں کہیں نہیں ملا کر اتنی بڑی جماعت کے ساتھ کسی نے جج کیا ہو۔ جب سید صاحب گفت پوچھو یہ حالت تھی کہ اگر یہ ملک تماشہ کیھنے آئے۔ معانات کی چھتوں پر چڑھ کر دیکھ رہے تھے کہ آخر کیا بات ہے۔ یہ کون ملک ہیں؟ سات سو آٹھ سو آدمیوں کا کہنا سید صاحب کے ذمہ تھا۔ اولاً یہ کہہ رہے ہیں لوگ اس نام اور ہے میرا عجیب منظر تھا۔ تو یا ایک زلزلہ آ گیا تھا۔ دینی زندگی رہ جاتی زندگی۔

ہماری ٹھکانو اور جوہرے دلاکس سے مطمئن ہو کر اگر کوئی صاحب یہ فرمانے آئیں کہ مولانا صاحب! آپ کی باتیں ٹھیک ہیں ہم۔ سے غاروں یا دروں کی اناجی دیکھ دی میں کو بتا ہی ہو جائے سستی ہو جائے لیکن ہم بہر حال مانتے ہیں کہ یہ اسلام کے فرائض ہیں لیکن یہ بھی خیال کیجئے کہ یہ ہماری شہری زندگی ہے کچھ معاشرتی طریقے ہیں۔ برادرانہ زندگی ہے بڑوں کے معاملت میں برادرانہ وطن سے ہمارے کچھ تعلقات ہیں۔ ہمارے خاندان کے کچھ مخصوص مہم و درواج ہیں۔ ہماری برادری کے مشرک و کرد و یکچھ ضابطہ ہیں۔ ہماری حیثیت عربی کے کچھ تقاضے ہیں۔ ہم ایک Social Class سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہمیں کم از کم شادی بیاہ اپنے اہل و عیال سے اور اپنی پسند سے کرنے دیتے۔ اگر آپ بڑے گھر والے سے تعلق رکھتے ہیں تو ظاہر ہے شاندار شادی کریں گے۔ بزاروں لوگوں کو شادی میں بلائیں گے۔ لڑکی کو اتنا چیز دیں گے اور اپنی دولت و ثروت کا ایسا مظاہرہ کریں گے کہ لوگ حیران رہ جائیں گے۔ ولیہ کی دعوت میں آؤ صاحبزادہ پڑے گا۔ آپ یہ کہیں گے کہ ایسے موقعوں پر ہمارے داد کوئی پابندی نہ لگائی جائے ہم جو چاہیں کریں۔ جیسے چاہیں کریں۔ جائیداد کروڑی رکھنی پڑے نہ کھیت بیجا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی ہمارے آئے نہ آئے تو میں آپ کو بتا ہوں اسلام اس کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ اسلام نے زندگی کا ایک طریقہ بتایا ہے۔ عبادات کا ایک ضابطہ مقرر کیا ہے کچھ اصول دیئے ہیں حدود و مشرکے ہیں۔ آپ اس سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اگر میری بات آج ذرا سخت معلوم ہو تو آپ معاف کریں گے۔ کہیں آپ یہ نہ سوچتے ہیں کہ ہم تو آئے تھے کچھ اور بننے کے لئے۔ صحابہ کے واقعات بزرگوں کی کرامات علمی کلمے سننے کے لئے آئے تھے تو خدا کا شکر ہے یہ چیزیں ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں ہیں۔ ایک علمی مرکز ہے ہمارا تعلق ہے دوسرے ملکوں میں جاتا ہوتا ہے۔ جو نوجوانوں کی سطح کے مطابق ان کی ایڈی کی سطح



کے مطابق تقریباً سو فی صدی ہوتی ہیں مگر میں اس وقت آپ سے صاف صاف اور کھری کھری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ بہت اچھا دعائی اور یا انتہائی بے ساختہ کہہ دوں کہ اسلام ایک غلط مذہب ہے، یہ حیات ہے، اس میں اشتقاق ہے، یہ نہیں ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ عبادت میں تو آپ مسلمان رہیں مگر معاملات میں کچھ اور بن جائیں۔ آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ عالمی قانون میں آپ غلط ازم میں Social Life میں آزادی کا مطالبہ کریں جس طریقہ سے چاہیں۔ میں ویسے طرح آپ سے نہیں کہہ سکتے کہ مال باپ بھائی، لیکن کے حقوق اور آزادی کے حقوق اور مرنے والوں کے حقوق، ماحول کے تحفظات قائم کرنا اور اس کے قانون و دستور اور ضابطہ حیات کی پابندی کرنا یہ وہ ہے ان کی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

ادخلوا فی السلم کافۃ

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ قرآن کا یہ اہواز ہے کہ لفظ اسلام کی جگہ ہم کو استسلم کیا۔ یہ سن م کے پہلی طرف میں سلم کا مطلب ہے Surrender کرنا، یعنی سپردی۔ اسلام حوالگی کا نام ہے۔ یعنی ہماری مصلحت ہماری خواہش، ہمارا مفاد، ہماری دولت، ہمارا طرز زندگی، ہماری تہذیب، یہ سب کوئی سند نہیں ہیں۔ ہم خدا کے سامنے والے ہیں، رسول اللہ کے سامنے والے ہیں۔ اسلامی قوانین کو اسلامی طریقہ زندگی کو قبول کرنے والے ہیں اور اس کے تمام شعبوں کے ساتھ قبول کریں گے۔ وغیرہ اور جلسوں میں یہ باتیں گھر گھر جاتی ہیں۔ وہ باتیں جو بلی کو خوش کرنے والی ہیں، مخلوقات میں اٹھ نہ کرنے والی ہیں، خطیب کی جھاک، بھنے والی ہیں، ان کا رعب جانے والی ہیں وہ سب جاتی ہیں مگر راز مروی باتیں اچھی باتیں کہہ جاتی ہیں۔

میں نے اپنی تقریر کے آغاز میں جو آیت پڑھی تھی ان کی تشریح آپ کے سامنے کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ قرآن کا پیغام آپ کے دل میں اتر جائے۔ آپ کی زندگی میں انقلاب آ جائے۔ آپ کی فکر اور سوچ بدل جائے۔ اسی کے میں ہر بار یہ فقرہ دہرا رہا ہوں کہ مسلمان سے فیصدی مسلمان بن جائیں، تو مسلمان نہیں، انہی مسلمان ہر تہہ مسلمان۔ مسلمانوں میں ایک طبقہ ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے، اس نے اپنا الگ معاشرہ بننا چاہا ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق اپنی











یہیں کہ آج کل اسلام ہوا اور قوم کو حلال اپنے نرمے کے کارم و مروجہ و مسلمات میں ہوں اور مانتے ہے تو اسے  
یوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم یہاں رہیں تو یہاں کی قوموں کی عقلیہ بھی کریں۔ ان کا بھی رنگ  
قبول کریں ان کے ہر رنگ، جو ہمیں نہیں دے سکتے اور اسے کہے۔ زیادہ دیکھتے تھے میں صرف بھی  
کمرے نکلیں۔ فرق وقت یا رہتی رہا ہے۔ کچھ یوں زندگی ہو۔ تجارت کو میدان اور امت ہو یا  
صنعت و صنعت قانون ہو یا معاشرتی زندگی یا شادی و بیوی اور بہت عورتوں کی بھی یہ ہو سکتی ہے  
میں یہ دیکھنا ہے کہ اسے اس میں چاہتا ہے۔ ہمیں بھی اکتے نہیں من مانی کر کے کی اہانت  
میں ہے۔

ان صلوٰۃ و نسکے و محیاتی و عمتاتی لله رب العالمین.

ہماری تمام تر ذمہ داری عوام پر اور ہم راہیہ نامہ ٹا سب اٹھائی گئے ہیں۔

مجھے خوشی ہے کہ بعض برادر یوں نے شامی بیٹ میں تھکے غریبی دکھائے۔ اور مجھے کی مسرت ہے کہ کافر فیصلہ کر لیا ہے اور سادگی کے گھر چھوڑ کر آؤں مرنے کے گھر پہنچے جس کا ہر کانچ چھا کر گھٹن لاتے ہیں۔ ہر بیوی دعا ہے کہ ان کے لئے کھانا سامان میں کی کمی نہ ہو۔ آج اسلامی قوانین میں داخلہ ہو رہی ہے۔ ہر ملک پر شمس لا رہی جسے غور ہے میں۔ یہ کیا طرح کی برسات ہے جو اُمیر مل رہی ہے کیونکہ ہم نے خود اسلام کے قوانین کو خیر پشت زائل کر دیا۔ جتنی غمناک شروعات ہو رہی ہیں۔ اگر خود اس میں غم نہ کرتے ہیں تو خود مل نہیں کرتے۔ وہ ہر مل سے لیا کرتے ہیں۔

جہاں مسلم پر مسئلہ ہو، وہاں کے ایک خادمہ اور دو زبان کی دشمنیت سے صاف صاف کہتے ہیں کہ ان کی حکومت کو اس کا حل دیتے ہیں نہ عدالت کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ اس کے قانون جوئی اصل میں خدا کا قانون ہے جس کی تمام احکامات اسے ہیں اس میں کسی قسم کی شک و شبہ نہیں رہتا۔



## وادی کشمیر میں توحید خالص کا پہلا پیغام اور اس کے علمبردار

عظمت مولانا علی میاں تھانی رحمۃ اللہ علیہ یہ تقریر پر محرم ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ء) ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۶ء) کے درمیان  
جسٹس محمد سری نگر میں لکھنؤ سے قاضی شریف محمد عظیم نے سامنے رکھی جس میں ہندوؤں کی تعداد میں  
سروں لکھنؤ اور ان کے مسلمان شریک تھے۔

حمدا لله نعمده و نستعينه و نستغفره، و نو من به و نؤكل عليه و  
نعوذ بالله من ضرور القضا و من سيات اعمالنا من بعده الله فلا مضل  
له، من يضلّه فلا هادي له و تشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك  
له، تشهد ان سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله صلى الله عليه  
و على اله و اصحابه اجمعين و من تبعهم باحسان و دعا بدعوتهم الى  
يوم الدين.

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم

ما كان لشر ان يؤتبه الله الكتب والحكم و النبوة ثم يقول للناس  
كنونوا عباداً لى من دون الله ولكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون  
الكتب و بما كنتم تدرسون . و لا يامركم ان تتخذوا الملائكة و النبيين  
اباءاً يامركم بالكفر بعد اذانكم مسلمون (آل عمران 79-80)

آیت مبارک انسان کو یہ بات سزاوار نہیں التذوق اسے کتاب، حکمت اور نبوت سے برفراز  
فرمانے اور اس کا حیر و حیران کرنے کے لوگوں سے کہتا پھرے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے رب نہ  
ان پر ہاں و دوہائی ہے گا کہ اللہ والے ہیں جو ذیہ اس نے اور بھی کہ تم کتاب آسمانی تھے  
یہ آیت ہے یا جس نے یہ متغیر رہتے ہوئے تم کو اس کا کھمبے کا کفر شتوں اور پیغمبروں کو اپنا











آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حید کے سب سے بڑے ایسے اور اس کے سب سے بڑے مبلغ و ادائی اور اس کے عارف و حقیقت شناس تھے۔ صدیوں سے انہی ایمانی ہوتی رہی ہے۔ جو آپ تک پہنچے رہی۔ بجا و قیامت تک یہی رہے گی ہمارے اور آپ کے دوست ہیں یہی خدا کے فضل سے وہی دولت موجود ہے۔ آنحضرت (علیہ السلام) سب سے زیادہ دعا کو جاننے والے سب سے زیادہ دعا کو پہنچانے والے سب سے زیادہ دعا کو چاہنے والے سب سے زیادہ دعا کو پڑھنے والے ہیں۔ اس لئے آپ کی غیرت کا بھی یہ حال تھا کہ ایک شخص نے صرف یہ کہہ دیا کہ۔۔۔

من قطع الله ورسوله فقد قطع عهدا

جو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت ترک کر دے گا وہ ایمان سے قطع کر دے گا۔

آپ اس کو براہ راست نہیں کر سکتے اور آپ سے منہ نہ کیا فرمایا "بس الخطيئة انت قال ومن بعض الله ورسوله" (تمہیں بات کرنا چاہیے نہیں) (الک الک) یوں کہہ کر جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کفر ہو گا۔ ایسے ہی ایک شخص نے کہا "ما شاء الله و شئت" (اگر اللہ اور آپ چاہیں تو یہ ہو جائے) آپ نے فرمایا "جعلني والله عدلا قال ما شاء الله وحده" (تم نے مجھے خدا کا بے سہارا بنادیا) نہیں "ما شاء الله وحده" (خدا خدا چاہے)

### محبت و غیرت لازم و ملزوم

یہ ہے غیرت کا علم ایک عاشق صادق کو جتنی محبت ہوتی ہے اتنی ہی غیرت ہوتی ہے غیرت تاملی ہے محبت کے، غیرت تاملی ہے علم کے، غیرت جمیع سے غلامی ہے اور چاہے وہ دینی ہے لیکن اس سے بھر مثال نہیں مل سکتی دیکھتے میاں نبوی کا مطلق بیباک رک: رہا ہے، مگر قرہی، مگر باقی، اور لکھا خلاصہ دیکھا ہے تو شام کی غیرت نبوی کے ہارے میں اور نبوی کی غیرت شام کے ہارے میں اتنی پہنچی ہوئی ہوتی ہے تو میرے براہ راست نہیں کر سکتا۔

(۱) مجمع سمیع ص ۹۷ (کتاب احمد)

(۲) اندرون ص ۲۸۳



















ہوئے فدا مائے

فاجسبو لرحس من الاولیاء واجتنبوا قلوب الروبر (ذی ۱۳۰)

دلوں کی فحشی سے بچو اور تمہاری بات سے احتساب کرو۔

شاعر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صاف صاف اعتراضات کا اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ

ہے۔

و من مشرک بالله فقد اضرى انفسا عظیما (احزاب ۷۸)

اور جس نے اللہ کا شریعت قرار دیا اس نے بڑا نقصان پہنچا دیا۔

میں آپ دامنِ بخت اس میں نہ لکھتا کہ یہاں جو تیرے دامن کو جانتی ہیں وہ یہاں

کے تیرے شرفی ہیں، دامن کو پایہ بہت بلند ہے اس پر چلتا کہ یہاں آپ کے بارے میں

سب ہیں، آپ کی ساری مشاقت تیرے کی طرف سے ہے، اور سب معاشیہ کو

نہج میں لے کر آپ نے کامیاب کیا، اور جب تک اس سرزمین میں تو میر

نہج میں نہیں رہی، اور ہر قسم کے شرک کے خلاف قوم تیرے ہیں، مجھے اس میں ہر قسم

شہ سے کہہ دو، اور یہی ہے کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے جو کوئی تیرے

نہج میں نہ لکھتا کہ یہاں جو تیرے دامن کو جانتی ہیں وہ یہاں

ان مقصر کے اللہ ولا غالب لکم و ان یخذلکم فیس ذالغی یتضرکم من

بعدہ و عسی اللہ فعیوکل الموصوف

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تو تمہاری بات سے احتساب کرو، اور اگر تمہیں چھوڑ دے تو

پھر یوں ہے کہ تمہاری مدد کرے اور دشمنوں کو پائے نہج میں لکھتا کہ یہاں جو تیرے

ہوئے فدا مائے ان کے مددگار ہیں۔







## تبلیغی جماعت

### مولانا الیاس صاحب کی دینی فکر

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۶ء برطانیہ ۱۳۱۳ھ میں صاحب مسلمانوں میں دینی شعور کو قائم و بہار دینی کے راجحان کو سام اور مغربی تہذیب و فکری تعلیم اور انگریزی حکومت کے مہلک اثرات کو بڑھتے دیکھا اور بہت سے علم و مادیت کا مظاہر پیش و چشم ہو کر دلوں اور حکومت این کے فریضہ سے محفل دیکھا، جب انہوں نے مدارس کو اس حال میں پایا کہ وہ مسند تشریف جزیروں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، ان میں اثر انگیزی کی طاقت کم اور اثر پائی کی صلاحیت زیادہ ہو گئی ہے، محاسن سے انکار دیا کرتا اور زندگی کے ان کچھ حلقوں سے چکا ہے تو انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ان نازک حالات میں روشنی بخشی ہوئی ہو، عافیت پسندی کو ترجیح دینا اور معہ وہ مدد ملی تعلیم و ترقی پس پر کھنکھ کرنا، کسی طرح بھی کافی نہیں، بلکہ اس صورت حال کو بھرتے کے لئے عوام سے رجوع ضروری ہے، اور اس میں اب ڈرا بھی نہ تیر مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ امروں کو اپنی پیماری کی عقلی اور اپنے مرض کی وجہ سے تخریبی کا اندازہ نہیں ہے۔

چنانچہ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے زیادہ اس بات پر زور دیا کہ عوام سے رابطہ قائم کر کے ان کے دلوں میں ایمان کی آبیاری کی جائے اور عقیدہ و توحید اور دین کے فیوض و نضر ہری مسائل کو ان کے دل و دماغ میں پیوستہ کیا جائے، پھر ارکان اسلام و عہد دین اور ادارہ انکار کی طرف توجہ کی جائے اور اس میں کالں آداب کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے جو اس دینی عمل کو موثر بنائے اور اس کو فتنوں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ بنے ہیں اور دین میں آخر ماسم دلائل یعنی باتوں پر پیریز اور غیر متعلق امور سے اجتہاد بنیادی بہت کے عمل ہیں۔

### تحریک کا آغاز و عروج

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دولت تحریک کا آغاز ہندوستان کے اخلاقی لحاظ سے سب سے زیادہ پسماندہ علاقہ کے لیے جو جہالت و گمراہی اور سین سے واقفیت میں سب سے



ہوئے جو تھوڑے عرصہ میں ان کے ذمہ سے مشہور ہوئے۔ اعلیٰ سے ان کو پھیلنے والی تھی۔

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے لوگوں کو اپنا کاروبار اور مالی پیمانے اور بہت سے لے کر دوسرے علاقے میں جا کر دولت و شہرت کا نام نہ لے کر ملکوتی دنیا کا نام نہ لے کر یہ نبیائی حق کہ دلب شک یا کون اس شخص سے لے کر ان کو جس میں روزگاری نواز رہے ہیں انھیں کے نہیں اس وقت تک کہ ان سے لے کر ان کو تیسرا اور چھٹا، اخلاق کو بگاڑا اور سنوین کا ریلک پانچواں اثر ہے جس سے عاقبت زندگی کو بگاڑ دینا ممکن نہیں۔

اس علاقہ کے پانچویں شخص جو ان کے ہاں رہے، مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ایک نیا، نور و نور کے لئے انھیں انھوں اور انھوں نے لے کر دیکھا میں اپنا نام پر چھوڑ کر اور دروازہ بچوں کا کھانا پر اور پیمانہ پر مل گیا۔ اس طرح کی اصلاح کی اور نئی جگہ پر اپنے اندر پیدا کیا۔

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعوت دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں پھیل گئی۔ اس کے اس طرح کی کہ یہ تعجب بھلے مردوں پر اثر انداز ہوتے گئے پیچھے نہ تو پورے ملک کی طاقت تھی، نہ خارجی شہر کی، نہ سرکاری خزانہ کی کوئی مال تھی، نہ مملکت میں چھوٹی، نہ کسی کی ہوشیاری، نہ کوئی طاقت تھی تو وہ فساد کا رازہ ام کے لئے ان کے دعوت و اصلاحی طریقہ کار سے مشہور اور قریب قریب تمام اس مملکت سے مملکت لوگوں میں انھیں اور انھیں نے ان کے ہاں بڑے موجد بن گئے، ان کے ان مخلص بندوں کو یہ دلالت تھی کہ انھوں نے دعوت و جہاد کی راہ میں شہداء لے کر دلی ہر تکلیف دہی خوشی و راحت کی اور ان کام میں خوشنودی رب نے ملنا دیکھی تھی چنانچہ ان خوشنودی تھی۔

آجہاد آجہاد اس تحریک کے اثر دوسرے ہزاروں اور دوسرے ملکوں میں پھیل گئے۔ امریکہ، یورپ، آفریقہ اور اسی طرح میں۔ انھوں کی نفس و جزا شروع ہوئی۔ جس سے ہم نے ان کے اندر کی زندگی میں تبدیلی آئی، اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے لئے ان کی تیرہ دلی اور ان کے لئے قربانی دینے کا ہوا۔ پر یہ انداز۔

مخالفین کے خلاف جماعت کا اتحاد

انہما ہی، پاکستان اور انھوں نے صلی و عرض میں تیسری جماعت کی شہرت دیکھی، اپنی



ہم "ت" کی حیثیت سے ہے، جو شریک نہ سمجھو، اور اجماع کے خلاف آواز اٹھاتی اور جاہلی عادات و اطوار کے خلاف برسرِ بیک نظر آتی ہے، اس جماعت کی مخالفت میں سب سے آگے وہ بدعتی صوفی تھا جو وہابی احمد رضا خان، جسے سب بریلوی کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے تھے، اس ملت کے تصنیفی جماعت کی مخالفت کو اپنا شعار بنایا، اور اس کی وہابی تحریک کا ایکٹ قرار دیا، ص ۱۰۱: "ما ملک خبیثہ زمت اللہ ملیک" معرکہ آلا رد، "تفویہ الایمان" کی نقل کر بخلافت کی اور تبلیغی جماعت کے اثرات محدود کرنے کے لئے وہی حربہ استعمال کئے جو جاہلی عہد کے کفار و مشرکین استعمال کیا کرتے تھے، جو کہتے تھے۔

"لا تسمعوا لهذا القرآن و اتعوبہ لعلکم تغلبون"

اس قرآن کو سنو (اور اس کی تاویل کے وقت) لگاتار شور مچاؤ کہ تمہارا سناں شور و ہنگامہ سے اوڑب جائے۔

لیکن خدا کا وہ ہے کہ ان غلط و تہمتوں، بے بنیاد الزامات اور ویڈیو آرمانی کے ان واقعات سے ان حضرات کے پائے استقامت میں لرزش تو نہ کٹاؤ، ان کے صبر و ضبط اور عزم و ثبات میں اور اضافہ ہو گیا، اور ان کی بروہاری، ہرگز گفتاری اور سخت سے سخت بات پر خاموشی کا یہ اثر پڑا کہ ان کے بہت سے مخالفین ان کے ہم ذواب بن گئے، اور ایک بڑی تعداد جو شریک و بدعت میں جتا جھی، اس نے شریک و بدعت سے توبہ کی اور توحیدِ خاص کی دعوت قبول کی، ٹرائی سے نکل کر جماعت کی راہ پائی اور اس کی گواہی ہر وہ شخص دے سکتا ہے جس نے ان علاقوں کو دیکھا ہو جہاں تبلیغی جماعتوں کی آمد و رفت ہوئی ہو۔

فردی کوتاہی و تقصیر کا الزام جماعت پر عائد نہ کیجئے

اب اگر ان دعوتی و اصلاحی کوششوں، اس راہ میں دی جانے والی عظیم قربانیوں اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی اہم اور نمایاں کامیابیوں کے ساتھ اس جماعت سے وابستہ بعض افراد سے انتقادی نہیں عملی دراستہ نہیں مانو، نہ کوئی قابلِ مواخذہ عمل سرزد ہو، تا تو یہ چند افراد کو اپنی کوتاہی اور جماعت کے حصول و منج کو سمجھنے میں ان کی اپنی تقصیر ہے، اور اس کا الزام جماعت پر عائد کیا جانا کسی بھی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔







آزما اور تاریخ کے جس نازک ترین سوز سے گزر رہے ہیں یہ وہ ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اپنی طاقت و توانائی ان فروغی مسائل میں صرف کریں جو بحث و تحقیق کے مراحل سے گزر چکے ہیں۔ اور صدیوں سے ان پر مسل ہونے چلا آ رہا ہے یا کسی فقہی مسلک کی کسی ایسے مسئلہ کی وجہ سے مخالفت کریں، جو کوئی بنیادی اہمیت نہیں رکھتا اس سے امت کی کوئی خدمت نہیں ہوتی، اس لئے ضرورت ہے کہ اپنی توانائی صرف تعمیر کاموں میں صرف کی جائے اور اپنی کوششوں کا ثبوت، خلائی بکاز، مشرکاتہ عقائد، جاہلی رسم و رواج، اور غیر اسلامی بود و باش کی اصلاح کو دیا جائے۔

توحید اور شریعت اسلامی پر عمل کرنے والوں اور محرمات سے بچنے والوں کو صرف فقہی اختلافات کی بنیاد پر جو ہمیشہ قائم رہا ہے، بدافہم عقیدہ بنا دیا گیا ہے جیسا بندہ نے اپنے ایک عربی رسالہ میں لکھا ہے: ”بے تحصہ جہاد و بغیر دشمن کے جنگ کے مراوف ہے۔“

اکثریتی فرقہ کے ارادوں اور عزائم سے جو شخص بھی واقف ہے وہ بخوبی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ ہندوستان کو جس پر مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکمرانی کی اور تہذیبی، ثقافتی، انتظامی اور اقتصادی حیثیت سے اس کو بام عروج پر پہنچایا، ایک دوسرا مذہب (انجمن) بنانے کی پوری تیارگی جا چکی ہے اور ہندوستان کے مسئلوں کی فکری، ثقافتی، اجتماعی تہذیبی اور لسانی اور اس کے بعد دینی و اقتصادی نسل کشی کی کوشش کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کی غلطیاں نصاب تعلیم میں تبدیلی، ہندی کی جبری تعلیم پر عمل درآمد میں مداخلت، یکساں سول کوڈ کے نفاذ پر اصرار اور درہاں کی بیخ کنی، انگریز کی دہندی اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین، فرقہ وارانہ جماعتوں کے قائدین حتیٰ کہ بعض وزراء کے بیانات و اعلانات اور ان کی پیش کردہ تجاویز اور ان کی تیار کی ہوئی ایسی سوالات کی شکل میں ظاہر ہوتی تگی ہیں جو ایسے نازک وقت میں آپس میں دست و گریبان ہونا ایک بڑی ناگاہت اندیش اور گناہ گہری ہے۔











حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو جمع کر کے دریافت کیا کہ عزیز و میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ ان فرزندوں اور بی نواسوں نے اس کے جواب میں یقیناً یہ کہا ہو گا کہ ابا جان، دادا جان، مانا جان آپ نے ابھی تک ہم کو تعلیم ہی کیا دی؟ اور کس چیز کا پابند بنایا؟ یہی توحید خالص اور عبادت اللہ واحد، پھر آپ کو بتائے مستقبل کے بارے میں کیوں شک ہے؟ کہ ہم آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی دوسرے راست پر پڑ جائیں گے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے زبان حال سے یہی کہا ہو گا کہ فرزندو میری بیٹیہ قمر سے نہیں لگے گی جب تک دنیا سے یہ اطمینان لے کر نہ جاؤں گا کہ میرے بعد تم سب خدائے واحد کے پرستار اور دین ابراہیمی کے علمبردار ہو گے۔

دنیا میں رہنا ہے تو صرف مسلمان بن کر

حضرات! آپ سلسلہ ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں اس خاندان کا شیوہ اور شعار یہ رہا ہے کہ دنیا سے جانے سے پہلے اپنی نسل کے بھائے ایمان اور تعلق باللہ کا اطمینان اور ضمانت کر لی جائے اور دنیا سے جانے سے پہلے اولاد سے یہی عہد و پیمان لے کر جائے کہ دنیا میں جب تک رہنا ہے مسلمان بن کر رہنا ہے اور جب جانا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے جانا ہے۔

روضی بھا ابراہیم بیہ و یعقوب، بنی ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا

نعمون الا وانتم مسلمون۔

اور یہی وصیت کر گئے ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب ماے بنو اللہ نے جن کو یا ہے تم کو دین پس نہ مرنے مگر مسلمان۔

صرف یہ عہد و پیمان ضروری ہے بلکہ اس کے لئے وسائل کا مہیا کرنا، اس کو ممکن اور آسان بنانے کی تدبیریں اختیار کرنا اور اس کا اطمینان حاصل کر لینا بھی ضروری ہے اسی لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کا امتحان لیا، اور پانچ چلایا، ہوا سبق سنایا۔

حضرات! بحیثیت اس مذہب کے قیام اور رائج کے ہم پر اور ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ ملک کی تعلیمی تہذیبوں کا بغور جائزہ لیتے رہیں اور ہر وقت ان پر نظر رکھیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ ان کا اثر ہمارے مذہب، ہماری تسکون کے دل و جان اور ان کی دنیا و اخلاقی مستقبل پر کیا پڑے گا،



میں یہ صرف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ انارک رب بہت سے دوسرے مذاہب کے برخلاف بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور بیشتر زیادہ متاثر کرتا ہے اور یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک نئے دعوہ اور اسی تصور مذہب ہے، زندقہ وستی متاثرہ بھی ہوتی ہے اور متاثر بھی، جو جو زندقہ کی کھوپکا ہوتا ہے، یا زندقہ کے مہدیان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، وہ نہ متاثر ہوتا ہے، اور نہ متاثر ہم اپنے مذہب کے لئے یہ پوزیشن قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ دنیا چاہے جتنی ہی چل جائے، زندقہ کے چوہے کیسے بن گئے ہیں، اپنی نسلوں کو دھوکے کے لئے ایسے ہی سانچے تیار ہوں، ہمارے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہم یہ تصور مذہبی فرائض اور کرتے رہیں گے، اور انسان، جو زندقہ کا رشتہ اسی طرح قائم رہے گا، جو مذہب الیہ پر انکسار حیات ہے، وہ زندقہ کی بے شکایت کے لئے مستعین ہو رہا ہے اور انکسار ہوتا ہے، اس لئے ہمیں ہر ملک اور ہر دور میں پتہ کھڑا ہونا چاہئے، ہمارے یہ دیکھتے رہنا چاہئے کہ کیا ہمیں اپنے ذاتی، علاقائی اور روحانی تشو و غما کے لئے مناسب فضا اور سرگرمی ماحول ملے گا، یہ نہیں، اور ہماری آنسو و غمیں کچھ غم میں مسلمان رہیں گی یہ نہیں؟

### اسلام چند رسومات و تقریبات کا مجموعہ نہیں

چند یہ بھی یاد رکھئے کہ اسلام صرف چند رسول اور تقریبات کا مجموعہ نہیں، چند عبادات تک بھی محدود نہیں بلکہ یہ فلسفہ زندگی نہ کرنے کا سرمایہ اور کوشش این ہے، ایک مختصر جملہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستحق تہذیب ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا کوئی مخصوص طرز زندگی اور اس کی کوئی مستقل تہذیب نہیں، لہذا وہ اپنی قومیں اور دوسرے ممالک کے ملک اسلام قبول کر لیں، تو اسلامی عقائد و عمل کے لینے ہی کافی ہے، لہذا یہی اقدام کر لینے اور انتہاء کرنے کی ضرورت میں ہر دینی مباحثہ کے ساتھ یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ یہ اسلامی طرز فکر ہے، اسلام کو اس امر سے کہ عقائد و اعمال کے ساتھ اس کا مخصوص طرز زندگی بھی اپنایا جائے، قرآن و سنت سے اس کو ہر پختہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک خاص طرح کی زندگی اور خاص صورت کی عبادات چاہتا ہے، اسلام میں سونے جائے، اٹھانے پینے کے لے کر مادی قانون، انکار و عاقب اور برکت تک کے متعین ضوابط و احکام اور اسلام کا مطالبہ ہے، کہ انہیں کے مطابق زندگی گذاری جائے، اس کی خلاف ورزی نہ ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی باتوں سے لے کر انہی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں تک کی تعلیم دی اور صحابہ کرامؓ نے انہیں سیکھا



اور برکت۔

پورے نصاب تعلیم کیا ابتدا کی اور نئی تاریخ کی وضع آمدین تو بڑے وسیع اور انقلاب انگیز منصوبے ہیں، رسم الخط (SCRIPT) کی تبدیلی ہی قدیم تہذیبی، علمی اور مذہبی سرمایہ سے رشتہ ختم کر دینے اور ان سے بیگانہ بنا دینے کے لئے کافی ہے، آرنلڈ نوآمن لی (TOYNBEEARNOLD) نے جو اس زمانہ کا بزرگ فلسفی، درمورخ ہے، لکھا ہے کہ ”اب کسی کتب خانہ کو آک لگانے کی ضرورت نہیں، رسم الخط (SCRIPT) بدل دینا کافی ہے“ رسم الخط کی تبدیلی سے قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا، اور اس کی پوری تہذیب اس کے نئے بے معنی ہو کر رہ جائے گی، پھر جس طرف چاہیں گے اس کو لے جاؤ، جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے اس کے مذہب سے، اس کی تہذیب سے، اس کے فطرت سے ملاتی ہے، وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدل دینا آج ہندوستان میں بھی ہو رہا ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں، فائدہ وان کا چند نہیں ہے، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے، آج سے ۶۰-۷۰ سال پہلے اہل انصاف کبیراہ آباد مرحوم نے کہا تھا۔

شیخ مرحوم کا قول اب تجھ یاد آتا ہے

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

اور اس سے زیادہ لعیف انداز میں انھوں نے اس حقیقت کو اپنے مشہور شعر میں بیان کیا

ہے۔

یوں قتل سے بچنا کے وہ بدنام نہ ہوتا

انھوں کہ فرعون کو کاٹ کی نہ سوجھی

ان کے ذہن میں کالج کا وہ تصور رہا ہوگا جس میں صرف قطعی زبان پر خائفی چلتی ہو اور ایسی تاریخ جس میں فراعہ کی الوہیت، ان کے غیر محدود غلبہ، مشروط اختیارات اور مصر کی دوسری نسلوں اور قوموں (بنی اسرائیل اور یہود) سے لڑائی، دلی قوموں کی تفریق اور تفریق پر غور و غور نفرت انگیز تاریخ پیش کی گئی ہو۔

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

زبان اور رسم الخط بدل جانے اور ثقافتی انقلاب سے کسی ملک میں جو عظیم عسقی







آبادی کے تمام حصہ اور اس کے مختلف فرقوں اور اقلیتوں کے درمیان ملک میں اپنے اور اپنی نسل کے تحفظ کے لیے اور احساس اور یکساںیت ہو، کسی حکومت کی ناکامی اور دستور کی خرابی کی اس سے بڑھ کر مثال نہیں ہو سکتی کہ اس ملک کا کوئی شہری تحفظ کے احساس سے محروم ہو اور واضح رہے کہ اس حقیقت پسند انسان کی حیثیت اس میں جب تحفظ کا لفظ بولتا ہے تو اس سے مراد نہ سرکاری و معنوی نسل و اتحاد کی ہر طرح کا تحفظ ہوتا ہے، کہ محض جسمانی تحفظ یا جسم و جان کی سلامتی اور قتل و غارتگری سے حفاظت پر کوئی پابند ہو، بلکہ جسمانی عقیدہ اور صاحب عقیدہ، مسابحت قانع اور مطمئن نہیں ہو سکتی، ایسا سمجھنا تو دیکھنے کے بعض جانوروں اور پتندوں کے لئے بھی کیا ہو سکتا ہے اور وہ قانون کی نسیں و نوح کی حفاظت کے لئے سخت قوافیمیں بندے جاتے ہیں۔ مجھے معاف کیا جائے، مسلمانوں کا مذہب جس پر اس اور زیادہ بلند اور ان کی حس و اس سلسلہ میں اور زیادہ تیز ہے، اس کا تعلق ان کے مذہبی عقائد، ان کے حصول زندگی اور ان کے اس فہم و فکر اور نقطہ نظر سے ہے، جو دین و دنیا، نور و ظلم، خرد و حماقت کی کامیابی و سبقت کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ ایک طرح سے اس ملک کے مسلمان آئینی حدود و حدود کے تمام حقوق سے کام لے کر اور جماعتی عوام، فیصلہ کی پوری طاقت سے اس ملک میں اپنے لئے حقیقی اور کانٹھ کی کھدائی فضا پیدا کریں، جس کے بغیر (مجھے کہنے کی اجازت دی جائے، وطن و جن نہیں، غربت و سائلت ہے، آزادی آزادی نہیں، شامی ہے، اور لکھ، جمن نہیں، قید خانہ اور قفس ہے، ان سلسلہ میں اثر و قربانی اور خطرہ بے اندی کی بھی ضرورت ہے، کہ خدشات کی آمد و رفت سے جو ان مطالبات اور تعمیرات کے ساتھ شرط ہے، پورے، مستحکم، اور توکل اور اعتماد میں اللہ کے ساتھ خدمت کر دی جائے اور ان کو قبول کر لیا جائے۔

دوسری طرف حکومت کو بھی اپنے مذہب اور اس روحانیت پر نظر ثانی کرنی چاہئے، جو انجی جمعی اداروں یا پھر کرنے اور مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو ان کی آزادی اور بنیادی شہری حقوق سے محروم کرنے کی شکل میں جو دستور بندے ان کو دیتے ہیں، انہیں زبردستی سے بلکہ اس سے ایک قدم آگے دستور بندے میں تبدیلیوں کا خطرہ نہ کہ نہ بھی انہیں پایا جا چکا ہے، اور اس طرح اقلیتوں کے لئے وہ آخری پناہ کا بھی ختم ہو رہی ہے، جو کسی، شہری اور جمہور، ملک میں پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ ملک کے تمام اقلیتی اداروں بلکہ مذہبی تعلیم کا: دوس کو بھی سرکاری تعلیم و ایسی اور انٹر نیشنل



کئے اعتقادات و روایات اور مذہبی نشانات کا پابند بنانے کے عزائم و اطلاعات اور مذہبی نشانات کا پابند بنانے کے عزائم و اطلاعات کا اظہار ہو چکا ہے، سرکاری اداروں، کالجوں اور اسکولوں میں ہندو یوگا (HINDU MYTHOLOGY) پڑھائی جا رہی ہے، سب میں داخل کی جا رہی ہیں۔ اس سے جڑ کر کہ یہ تعلیم گاہوں میں جن میں مسلمان بچے پڑھتے ہیں ان میں تعلیم پاتے ہیں، دند سے ماترم کا گیت پڑھا کر ضروری قرار دیا جا رہا ہے، جو اسلامی نقطہ نظر بلکہ عقائد کے لحاظ سے واضح اور طاقتور مشرک نہایت ہے، مسلمانوں کی معلومات کے لئے اس کا ترجمہ اردو میں پیش کیا جا رہا ہے۔

تو ہی مراد علم ہے، تو ہی میرا دھرم ہے، تو ہی میرا باطن ہے، تو ہی میرا عقیدہ ہے، تو ہی جسم ہے اندر کی جان ہے، تو ہی ہڈیوں کی قوت، دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے، تیری ہی محبوب ہوئی ہے۔ ایک ایک اندر میں تو ہی دم گادیں سنیں، تمہوں والی تو ہی کما ہے، کمال کے پھول کی بہار، تو ہی پانی ہے، علم سے ہر دور کرنے والی، میں تیرا نام ہوں، غلام کا غلام ہوں، غلام کے غلام کا غلام ہوں، اچھے پانی، اچھے پھلوں والی، مری میں، میں تیرا بندہ ہوں میں بھارت مانا کی، بدنام کرتا ہوں۔“

پھر ہندوستان کے قصور کے سامنے سر ہٹانے اور پھول چڑھانے کا مطالبہ بھی نافذ کیا جا رہا ہے، یہ ملک کو ایسی خطرناک منزل کی طرف لے جانے کا اقدام ہے جس کے تصور ہی سے ایک محبت و امن کے روئے نکلنے لگتے ہوئے جاتے ہیں، اور ان کی راتوں کی فتنہ نگران ہو جاتی ہے، انہیں خطرات کی نشاندہی انہیں حقائق کو واضح اور نشانی کرنے اور انہیں مقاصد کے حصول کے لئے آخری جدوجہد کرنے کی خاطر یہ، اپنی نفسی کونسل و جدوجہد میں آئی، اس خطرہ کا واضح صور پر احساس سب سے پہلے قاضی محمد عدیل عباسی صاحب (ملک) کو ہوا، جو ایک ممتاز شہنشاہ اور کانگریسی مسلمان تھے، یوپی اسمبلی کے ممبر بھی رہے، اور سترکٹ یورڈ ہستی کے دھرم و امن و عہد یاد بھی ڈسٹرکٹ یورڈ کے اندر رہتے ہیں اور خاص طور پر ایجوکیشن کمیٹی کے عہدہ تک چیئرمین رہنے کی وجہ سے اور پھر اپنی واقفیت، حقیقت پسندانہ ذہن اور اسلامی ضمیر و احساس کی وجہ سے انہوں نے اس خطرہ کو نہ صرف یہ کہ جلد ہی بھانپ لیا، بلکہ بیان کے ذہن و انصاف پر ایسا استدلال ہو گیا کہ انہوں نے اپنی پوری توانائی اور اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں اس پر مرکوز کر لیں، اور عہدہ تک اپنے صلیح کے خودی خطرہ کا مقابلہ اور مکتاہیب و عدالت قائم کرنے کا کام خالص







نشان بھی ہے زندہ قوموں کا  
 کہ صبح و شام باقی ہیں ان کی تقدیریں  
 کمال صدق و صروت ہے زندہ ان کی  
 معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تہمیدیں  
 خودی کے مراد نہ آکا دے جمال و جلال  
 کیا یہ کتاب ہے باقی تمام تفریہ یہ  
 حکیم سیری نواز کا دارِ کتبہ ہے  
 وراثت عقل ہیں اہل ذہن کی تہ یہ







## اصلاح و استفادہ سے کوئی مستغنی نہیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی رحمہ اللہ نے یہ تقریر ۱۸ ستمبر ۱۹۷۱ء کو شاہ ولی اللہ دہلوی کے مدرسہ دارالافتاء میں کی۔ اس وقت تک ان کی وفات کے بعد فرمائی۔ بروز جمعہ ۱۹ ستمبر ۱۹۷۱ء کو ان کی وفات ہوئی تھی۔ تقریر کی صورت و تقاریر سے پیش نظر ہم اس کو یہ یہ نظر میں کرتے ہیں۔

• الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین  
محمد بن عبد اللہ الامین ومن تبعہم یا حسنین الی یوم الدین.

حضرات! جن لوگوں کو کسی مدرسہ میں پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے، وہ کسی بزرگ کی خدمت میں استفادہ اور تربیت کے لئے حاضر ہوئے ہیں، ان کو اس کا بخوبی اندازہ ہوگا، کہ زمانہ خواہ کتنا ہی گزر جائے اس طالب علم کیلئے اپنے مدرسہ میں گھر سے ہوئے سچے بیان کرنا یا اس جگہ جہاں وہ استفادہ کے لئے حاضر ہوا کرنا تھا، کچھ عرض کرنا کتنا مشکل کام ہے۔

میری مثال بالکل ایسی ہی ہے، اس لئے کہ میں ہمیشہ اپنے بزرگوں کی خدمت میں اور خصوصاً اس آخری دور میں حضرت مولانا (شاہ ولی اللہ صاحب) کی خدمت میں اس لئے آتا تھا کہ کوئی ایسی بات سننے میں آئے جس سے دل کی کچھ کیفیت پیدا ہو، یقین میں اضافہ ہو اور ایمانی طاقت نصیب ہو، اور رسم و صورت میں حقیقت پیدا ہو۔

## اصلاح و استفادہ سے کوئی مستغنی نہیں ہوتا!

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ کچھ لکھ پڑھ جاتے ہیں یا ان کو کچھ تصنیف و تالیف کا اتفاق ہوتا ہے اور ان کی طرف کچھ نگاہیں اٹھنے لگتی ہیں کہ ہم بھی کچھ جانتے بوجھتے ہیں تو پھر اب ان کو کچھ سننے کی اور کہیں جانے کی اور کسی سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں تو ان کا یہ خیال بالکل صحیح نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دور میں بھی اور کسی عمر میں بھی، مکتا می اور شہرت کی حالت میں بھی استفادہ سے بلکہ اصلاح سے مستغنی نہیں ہوتا، ہمہ شمسار کا تو خیر ذکر کیا ہے، جن



کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صحبت حاصل تھی۔ اس کو یہ یاد رکھنا بھی حقیقت میں اس کی کچھ  
تقریب نہ ہوتی۔ اس یوں سمجھئے کہ ایسی پاک صحبت جس نے بعد میں صحبت کا تصور ہی نہیں کیا جا  
سکتا، اور وہی صحبت اس سے زیادہ سوزنا نہیں ہو سکتی، مگر پھر بھی صحابہ کرام کو آپ نے بعد میں  
اس بات کی فکر طلب دینی تھی کہ اپنے ایمان میں اضافہ کریں، اور ہمارے قلوب میں وہی سوز  
و گداز اور وہی کیفیات پیدا ہو۔ جو صحبت نبویؐ میں حاصل ہو کر تھی انہیں یا غبارِ تلہ اس کا اثر یا عکس  
ہی نہیں رہ جاتا، چنانچہ بخاری شریف میں ایک جلیل القدر صحابی کا قول، امام بخاری نے نقل  
کیا ہے، "اجلس معنا فومن ساعة" آؤ بھائی تھوڑی دیر بیٹھ کر ذرا ایمان کی باتیں کر لیں، اور  
ایمان کا مزہ اٹھا لیں، ایمان کے چھوٹے نہیں اور ہم اس سے الطف اندوز ہوں، اس سے معصوم  
ہوا کہ صحابہ کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو بعد والے کیونکر اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں؟ بلکہ  
واقعہ یہ ہے اور جن لوگوں کا تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ کہنے سننے سے آدمی کے قلب میں ضرور  
ایک بے کیفی سی چیز اہو جاتی ہے، اور اس میں کہنا سننے سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے، سننے سے اتنی  
بے کیفی قلب میں نہیں پیدا ہوتی ہے، جتنی کہنے سے ہوتی ہے، اس لئے ایسے لوگوں کو اس کی  
زیادہ ضرورت ہے کہ وہ کبھی سامع ہوں تاں نہ ہوں، اور کبھی صرف مستفید ہوں، عقیدہ ہوں  
اور کبھی محض طلب ہوں، مخاطب نہ ہوں اور یہ تین گوشہ کو کسی اللہ والے کی باتیں سنیں تا کہ قلب  
میں ایسا کیف پیدا ہو، جس سے قلب کی زندگی ہے۔

ایمان کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے:

غرض جن لوگوں کو ذرا بھی تجربہ ہے اور ان کے قلوب مردہ نہیں ہو چکے ہیں وہ خود جانتے  
ہیں کہ ان کو دوسروں سے ہزار درجہ زیادہ اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ والوں  
کی بات ادب و تعظیم کے ساتھ سننے کی ضرورت ہے، اگر وہ سمجھیں کہ ہم مستغنی ہیں یا ہم غم سے  
ہوئے ہیں، تو ان سے زیادہ محروم و بد قسمت کوئی نہیں بزرگانِ دین نے اس کی ایسی مثال بیان  
فرمائی ہے کہ اگر کوئی فقیر اس طرح صدقہ لکائے کہ یوں تو میرے پاس سب کچھ ہے ہمارا کھنکول  
بھی بھرا ہوا ہے، پھر بھی صدقہ لکاتا ہوں تو بڑے سے بڑے سختی کے اندر بھی شکوات کا جذبہ نہیں  
پیدا ہوتا۔ اس کے لئے تو اسباب کی ضرورت ہے کہ اپنے کھنکول کو تازہ کیا جائے، یہی حال اب



یہاں بھی جوتا جاتا ہے لیکن اللہ والوں کے یہاں ان اعتراضات کے یہاں اس طرح سے جو ضرر ہوتا جاتا ہے کہ ہم ہر اکل خالی ہیں، مخلص جنت میں آ کر آپ کی خدمت میں پہنچنے کے لئے آئے ہیں۔

مفسرینِ آئینہ در آمد  
شیخنا اللہ از ہمال روئے تو  
دست نکشا چاہب برنجیل  
سفریں بردست ویرانے تو

وہ یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقت کے بعد مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ میں اپنے حضرات کی خدمت میں حاضری دوں، نور پھر اپنے دور میں نور ہمارے دور میں حضرت مولانا وحی اللہ رحمۃ اللہ علیہ زیادہ شفقت فرمے، اس کے لئے کوئی معلوم ہر متعین اصول نہیں ہیں کیوں ہوتی ہے؟ سب ہوتی ہے، اس کے لئے ہے، اس کے اصول تو کسی کے لئے سے بڑے عقیم کے لئے نہیں بنائے تو مزہ بہت سنجاب اللہ ایک چیز ہے، ہر حال حضرت کی صحبت سے مجھے فائدہ ہوتا تھا، حضرت کی شفقتوں سے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، وہ تو ہمارے عقیدوں کو اور یہاں کے حاضر باش بزرگوں کو یاد دہانی کی، ابقی سب سے بڑا فائدہ یہیں کی حاضری میں نشہ یہ ہوتا تھا۔ (اس کی شہرہ آپ حضرات کو قریب کر کے کہو) یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم یہاں ہر اکل مافی ہیں اور نواہ میں ہمیں ان چیزوں کی ہر اکل بھی نہیں لگی اور یہ کہ دین کی حقیقت ان ہی حضرات کے یہاں آ کر معلوم ہوتی ہے، اگر کوئی اور فائدہ یہ ہوتا ہے اس اصولی اور کلی فائدے کے تو سب سے بڑا فائدہ یہی تھا کہ ہمیں تو آدمی کو یہ معلوم ہو چکا تھا، جس کو آدمی کو معلوم ہو کہ وہ محتاج ہے تو سب سے بڑی چیز ہے جو یہاں آ کر دماغ پر لگتی ہے، یہ کہ ہم تو ہر اکل مافی اور جانی ہیں ہمیں تو صرف نعوش آتے ہیں باقی دین کی حقیقت سے ہم بہت دور نظر آتے ہیں، اسی کو علامہ اقبال نے کسی کے متعلق کہا ہے۔

سرویں درآ خبر آید آخر  
اور دین خاندہ ویران



یعنی سارے عالم میں کی حقیقت کی بنیادی چیز ہے اور ان کے لئے چاہیے کہ کبھی بھی بدنی اور فطری ہوئی چیز ہے اور دوسرے کے اندر میں اور دوسرے سے باہر اور ان کے اندر میں کے خیابان پر گزرتی ہوئی کی کچھ میں یہ بات آجاتی ہے خاص طور پر اس لئے کہ انہیں اپنی سمجھت حقیقت پر نہ آئے کی ضرورت ہے اور اپنے قالب میں رہ کر ان کے لئے کی ضرورت ہے یہ سب سے بڑا اندیشہ۔

## حضرت سید صاحب کا واقعہ

نکتہ یہ ہے کہ حضرت سید صاحب نے ان کے سب حضرات مولانا شرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے دعوت کی تھی ان کے بہت سے غائی و متغیروں کا ان کو رہوا اور سید صاحب سے متوجہ کیا کہ ہماری جماعت کی ایک طرف کی جلی ہوئی کہ ہم نے آپ کو یہ بتایا تھا کہ ان کو آپ سے ملنے آگئے تھے اور ہر چیز میں آپ امام کا وجہ رکھتے تھے اور ہر چیز میں آپ امام کا وجہ رکھتے تھے اور آپ نے دوسرے کا جان بکڑ یا تو اس سے ہماری فطرت ہوئی اس نے ایک دن سید صاحب سے فرمایا کہ یہ مجھ کو آپ میں ایک طرف تو میرے متفقہ ہوتے ہیں اور میری طرف مجھ سے پرہیزگار تھے، یعنی میں اپنے فائدہ کو کچھ نہ دیکھتا تھا یا تو ان کو اس سے اختلاف ہے تو یہ میرے ساتھ ہیں تو مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ آپ یہاں چلے گئے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں ان سے بچنا چاہیے کہ وہاں جاتا ہے تو اپنا اندھا اس میں دیکھتا ہوں اور آپ کی نظر وہاں نہ چوں کہ ان کو اس رحمت سے پس خرم ہوں۔

## اللہ والوں کے یہاں کی باتیں ذہانت کا نتیجہ ہیں

ان حضرات کے یہاں یہ باتیں جتنی ہیں وہ صرف نکتے اور مسائل کا نہیں ہیں وہ تو ذہانت کا نتیجہ ہیں اور حقیقت و بات ہے کہ چاروں سب سے ان اور ذہانت کا آخری وجہ ہے وہ دعوت کی ذہانت ہے، یہ دعوت کی ذہانت کی ایک طرف ہے کہ ان کا بیان الفاظ میں مشکل ہے، یہاں سرحدیں شمار ہوتی ہیں وہ ذہانت کی ذہانت کی (جس سے پہلے زبان کی ذہانت کا وجہ تھا) وہاں سے قلب کی ذہانت شروع ہوتی ہے اور جس قلب کی ذہانت کی سرحد شمار ہوتی ہے وہاں سے دوسری ذہانت کی سرحد شروع ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ان مخلص اور متبیین بندوں کے



حاصل ہوتی ہے، جن سے اللہ تعالیٰ قرابت کا کام لیتے ہیں، اس میں سامنے دو نام ہیں۔  
- سائنس کا تہذیب و بعد معرفت و ہند معرفت سب برابر ہے۔ کوئی چیز اس کے لئے شرط نہیں۔ ان  
حضرات کی روح اتنی باریق، اتنی سرلیج، اتنا دلدادہ ہوتی ہے کہ چنانچہ شریعت کے تحت و شرعی تیسرا نام  
حاصل نہ ہوتا ہے۔ خود بھی طہر پر ان حضرات کے یہاں جو چیز مجھے محسوس ہوتی ہے، وہ یہی  
ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بہت بڑا فضل ہے کہ بغیر کسی وجہ کے جس کی وجہ مجھے خود نہیں  
معلوم، اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کے پاس مجھے دیا ہے۔

حضرت مولانا محمد انیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہم نے روح کی ذہانت کے  
کھلے نمونے دیکھے اور پھر حضرت (شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں، میں نے ان دونوں  
بزرگوں میں زیادہ مشابہت دیکھی، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں سے الگ الگ کام  
لیا، ذوق بھی، دونوں کا الگ الگ تھا، لیکن بہت سی چیزوں میں مشابہت تھی، خصوصاً قلب کی  
ذہانت اور روح کی ذہانت میں۔

بہر کیف میں ان حضرات کے یہاں اس لئے آیا کرتا تھا کہ مجھے تو اس برکات اور غریب  
خود دو یہ محسوس ہو کہ وہ کچھ نہیں ہے کہ نگاہ اس سے بڑھ کر آدمی کیلئے کوئی چیز نظر نہ آسکتی ہے  
کہ اس کو بھی یہ محسوس نہ ہو کہ کوئی کو چاہیہ بھی ہے کہ جس سے وہ واقف نہیں، اس خاص طور سے  
این۔ مئے متعلق اگرچہ اس میں آجائے کہ مجھے سب یہ محسوس ہے اور اب مجھے کسی کے پاس  
جائے کی ضرورت نہیں، تو اس سے زیادہ ضرورت کوئی چیز نہیں ہے، انہی آدمی جو بھی دعویٰ کر  
دے بعید نہیں ہے اور اسی طرح کے لوگوں نے دعویٰ کیا ہے، ان دونوں نے دعویٰ نہیں کیا جو  
پیارے کے پیچھے رہے تھے، کہ وہ سب سرامشات تھے تو دیکھتے کہ انسان بھی بہت اونچا ہے، پس وہ  
ہم سمجھے کہ ہم پیار کی چوٹی پر پہنچ گئے ہیں، انھوں نے دعویٰ کیا ہے، انسان کے لئے اس  
سے زیادہ کوئی چیز محاذ کا نہیں اور اس پر یہ بڑا فضل ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو کہ زمین کی اُمی جگہوں  
میں تین جہاں چار مہرین کی وہ باتیں سننے یا دیکھنے میں آسکتی ہیں، جس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے  
کہ یہ ہمارا مہرین ان میں اور یہاں ہمارا گھر نہیں۔



## ہمارے اکابرین کا رتبہ

کوئی شخص اس کو یہ ہوا کہ بولتے پرستے تو بول جائے اور لکھتے پرستے ہائے تو لکھتا جائے اور دنیا بھر کے لوگوں کی تعریف کے لئے لکھیں تو لکھیں سے یا لکھیں ہوں گے اور دین انہیں وہ علامہ اقبال ملے گا جسے کہ میں لوگوں نے کی ضرورت ہے اور وہ اللہ کے ان خاص بندوں میں سے ہیں جو بہت سے ایسی چیزیں جیسا کہ وہ۔ نے حضرت ملا نظام الدین بنی ہر میں نظامیہ نے سید بہار ازق بن سونگے کا دامن پکڑا جو ہا لکھ ہمارے بارہ بھائی اور لکھنؤ کے دیہات کی بولی بولتے تھے جیسے آہستہ آہستہ ہے جو وہ ہے۔ (یعنی آہستہ آہستہ جاتا ہے کہ یہ ان کی زبان تھی نہ ملا لکھ۔) اللہ کے حال یہ ہے کہ مناقب و رزاقہ میں لکھتے پہلے جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ پر اور میں اس کی مثالیں دیکھیں گے یہ جیوں حمدی میں ہوا ملا میرا لکھ صاحب جن کو شاد عبد العزیز صاحب خورشید اسلام کا لقب دیتے ہیں اور مولانا صاحب شریذ دین کو (شاہ صاحب) بہت احترام کے لقب سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں شیخ الاسلام مولانا صاحب کی اور بہت اسلام سے ملا صاحب شریذ اور چارہ دونوں میں سے عزیز ہیں اور اللہ سے چھوٹے ہیں نہ اہل اسلام حق و ادب ہے، اس لئے بتا رہی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ جنت کسی کو حاصل ہے نیز فرماتے ہیں کہ ان کو اللہ سے تم نہ سمجھو، تو ان لوگوں کو دیکھنے کے سید احمد شریذ سے رجوع ہوئے جو کہ ان کی دیکھیں گے عمر محفل قرسی، اس تھی اور ان کا یہ حال تھا کہ شاد کا مطالعہ کرتے تھے اور ان کو کوئی پاس سے لکھتا اس سے پوچھتے، اور نہ بھائی، اس لفظ کے نیا حق میں ڈالتے جائے، ان کا یہ علم تھا، اور مولانا صاحب نے تو انہوں نے پڑھا بھی تھا۔ وجود ان دونوں حضرات نے سید صاحب کی رکاب جو تھی ہے تو مرتے دم تک نہیں چھوڑی، صاحب کوئی چاہتا کہ آپ دونوں نے سید صاحب میں یہ بات لکھی، جس کی وجہ سے ان کی طرف رجوع کیا؟ حالانکہ وہ ہم میں بھی آپ کے مقابل میں کوئی مقام نہیں رکھتے تو فرماتے، بھائی ہم کو نہ دیکھتی تھی نہ آتی تھی، انہوں نے فرار پڑھنا سکھایا، نیز فرمایا کہ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں اور بہت سی چیزیں ہیں، یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی جگہ اور بہت سی چیزیں ہیں یہ بھی ضروری ہے۔ ان کی جگہ ایسی ہو جہاں پڑھے لکھوں کو بھی جگہ معلوم ہو کہ میں کچھ نہیں ہوں، اگر



خدا انکو ست ایسی شہیں قسم ہو گئیں اور ایسے نیک کے بندے نہ رہے انہیں صرف مدعیان علم و علم کے اور ہم ایسے لوگ رہ گئے جن کے متعلق کوئی معلوم نہیں کیا کیا سمجھتے ہیں تو یہ بڑے فخر کی بات ہے۔

عالم نشو و نما تا میکہ و آہد است

اللہ کا بہت بڑا فضل ہے کہ جیسے ایسے حضرات موجود ہیں جہاں نہ کسی خوش بینی کی ضرورت ہے، اور نہ کسی بڑے وسیع مطالعہ کی حاجت، یہ سب چیزیں تو بڑے مشکل موجود ہیں۔ میں تو اب بھی کرتا ہوں اور میں میں تباہ نہیں ہوں گمراہی کے علاوہ سے اعظم میں میرا ہی نہیں لگتا، جلسے کی تحفہ اور عشاء کی تنقیص نہیں کرتا اور اس کے فائدہ کا بھی اظہار نہیں، لیکن خدا جو نے کیا بات ہے، وہاں کو تیار ہی سمجھتے تھے کہ میرا ہی نہیں لگتا، بھاری تو ہیں ایسے عظمیٰ نیک ہے جس میں خالص اللہ اور اس کے رسول کی بات پرانے انداز سے کہی جاتے اور جنت اور دوزخ کا تذکرہ کیا جائے، چنانچہ جب یہ حضرات تقریر کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ یہ سب کچھ ہم سے نہ کتابوں کی باتیں ہیں، بلکہ یہ علمی باتیں ہیں، میدعی سادی دین کی باتیں اور ایسا انداز سے کہی جاتی ہیں کہ ہم کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی ہم صاحب آتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ فرما رہے ہیں، وہ حقیقت ہے اور ان کے یہاں لب نہاب ہے، یہ نہیں کہ ایک چیز کو خوب بھیا کر بیان کیا جا رہا ہے، یہ چیز تو ہم دوسری جگہ نہیں ملتی، ہمارے یہاں کتب خانے ہیں اور دوسرے ذرائع ہیں، جن سے ہم کسی بھی مضمون کو پھیل سکتے ہیں لیکن ان حضرات کے یہاں جو حقائق ہیں ان کی خدمت ہی کچھ رہتا ہے۔

مولانا جامی صاحب نے ایک عالم کو جو کالاستانہ کہ میں اور مشہور پر کیا وہاں یہ چیز محسوس نہ ہوئی جو حضرت کی خدمت میں آنے والوں میں کسی نے متعلق کچھ علم نہ کیا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ بزرگوں کے یہاں کوئی بیادیں، کوئی نیا م کوئی نئی حقیقت، کوئی نیا تشابہ نہیں ہے، ہر بار۔ میں بھی لوگ بہت غلط فہمی میں ہیں، معلوم نہیں کیا سمجھتے ہیں کہ بزرگوں دین کے یہاں جان کر کیسے ایسے دین کے اسرار و نکات اور عجیب عجیب حقیقت سننے میں آئیں گی، تو یہ بھی، کتاب، چنانچہ مکی الدین ابن عربی کے یہاں مجدد الف ثانی اور شمس مہدی بہادری کے



یہاں تو ایسے ایسے نکات ہیں کہ ہمارے بڑے فاضلین ہونے کے سنے کے بعد کان بھولیں اور سمجھیں کہ ہمیں تو ہم کی ہوا بھی نہیں لگتی، لیکن ان حضرات کے یہاں سے جو چیز لینے کی ہے وہ یہ کہ صورت اور صورتیں حقیقت پیدا نہیں جاسکتی اور میں تو سمجھتا ہوں کہ نبی خدا بھی نہ تصوف کا، جس کا مطلب تو یہاں اس کے سوا کچھ نہیں کہ غر ز تو بڑھتے ہیں صحیح نماز پڑھتے ہیں اور ان کے سارے شعبوں میں حقیقت نہیں تھی، ایسا صحیح نہیں تھی، اخلاق صحیح نہیں تھیں، صحیح نہیں تھا، حقیقت پیدا نہ جاسکتی اور نہایت اہمیت ہو جائے اور اللہ کی رضا کے لئے ہم اس کو کمر لے لیں اور شریعت کے احکام کی روش کو اہل ان کا ہر کام پیدا ہو جائے، نیز ان کا ادب و احترام پیدا ہو جائے، احکام شریعت کا اہتمام اور انتظام یہ دونوں ہی چیزیں ضروری ہیں، پس یہ ہے کہ کل اس پر اس کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف پتہ نہیں لیا چاہئے اور تصوف کی حقیقت جو یہ سن رہے ہیں اس کا بہت کچھ لکھا ہو چکا ہے۔

حضرت دارنامائی تصنیف ”نسبت صوفیہ“ میں مسدق بہترین چیز ہے، میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا پھر کثیر باتوں کا یہ کتاب اس قدر روشن ہے کہ دوسری زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ کیا جائے اور علماء خاص طور میں نوچیں، کیونکہ تصوف کی وضاحت نے ہی اس پر پورا دلایا ہے، بعد ازاں تصوف کے جیسے کہ حضرت دارنامائی کا معمول تھا، ان کو ”نسبت احسان“ یا حقیقت سے تعبیر کیا جائے، اگر سب حضرات مل کر اس بات کو قبول کریں اور کوئی کام مشکل ہے لیکن اگر ہو جائے تو کیا غیب ہے کہ عمرین تصوف سے ہوا آسمان اتار دے تو اسی سے فہم ہو جائے گا۔

نیز فرمایا کہ تصوف ہلب الباب اور خدا صمد ہیں ہے کہ جو کچھ ہم صبح سے شام تک کرتے رہتے ہیں بغیر کسی نیت کے اور بغیر کسی احتساب کے دو ہم احتساب اور نیت کے ساتھ کرتے نہیں، ہمارے اندر امتیازات پیدا ہو رہے ہیں، نیز اس کی اہمیت پیدا ہو جائے، تو کیا تمکنت ہے مگر اس میں تمکنت نہیں ہے، مگر اس میں مشائیں نہیں ہے، مشائیں پیدا ہو جائے، پانی سے مگر اس میں بروہت اور تہی دینے اور پیاس بجھانے کی سہولت نہیں، وہ وہاں نہ ہاں کہ اس سے ہمارا خلق تر ہو رہا ہو، ہمارے جسم کا ایک ایک عضو تر ہو رہا ہو، اور ہماری زبان سے اللہ کا شکر ادا ہو رہا ہو، پانی کے درمیان ہو رہا ہے حقیقت میں وہ پانی عزیز ہے، پانی بھی صمد جو رہتا ہے اور ہم بھی میں لیکن پانی سے جو فائدہ ہم کو پہونچتا ہے، وہ تو میں پہونچ رہا ہے، اس میں پانی کا نقص



کسم و درہم ناقص نہ زیادہ ہے، پس یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے اور اس کے درمیان پل ٹوٹ گیا ہے، پل تعمیر کر لیجئے تاکہ پانی اپنا کام کرنے لگے، اللہ کی نعمتیں بہت رسی ہیں، اللہ کی دیہا بالکل سی طریقے سے ہے، جیسی تھی، لیکن اس سے استغفار کے جو سرکل تھے وہ کمزور ہو گئے ہیں، بقول اکبر مرحوم۔۔۔

اللہ کی راہ میں تک ہے کھلی آتش و نشانیں سب قائم ہیں  
اللہ کے بندوں نے نہیں اس راہ پر مینا پیو نہ دیا

یہی حال دینی نعمتوں کا ہے، قرآن و نبی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وہی، اور کام ٹھیک سب وہی اور ان پر اللہ کے جو وعدے ہیں سب برحق، لیکن ہمارے اور ان کے درمیان جو رشتہ ہونا چاہئے تھا، اختلافا کا، یقین کا، بھروسے کا اور شوق کا وہ رشتہ پکا ہے اسی کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے، پس یہی چیز ان حضرات سے پینے کی ضرورت ہے اور اسی کے وہ فہام تھے، ان کی تحریریں اور ان کے خطوبات اور ارشادات سب بھی وہ جو ہیں اور ان میں وہی تاثیر ہے، مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت نے جو کرائی نامہ میرے نام تحریر فرمایا تھا، اس میں خواجہ محمد مصطفیٰ ایک عبارت بھی نقل فرمائی تھی، اس میں فسر و المسی اللہ تحریر تھا، میں نے جب حضرت کا وہ خط پڑھا تو مجھے پرکئی دن تک اس کا اثر رہا، خواجہ محمد مصطفیٰ کی ہانک اس میں معلوم ہوا کہ ایک زندہ چیز ہے اور ابھی کی اللہ کے بعد اسے نکھانا سبیل تو حضرت خواجہ محمد مصطفیٰ کی تحریر پر پھر حضرت کا اسکا نقل کرنا ان دونوں باتوں کا امتزاج ہے اس میں اثر ہیں دوسرا تھا۔

خدا کا شکر، چلے جانے بڑے رکاوٹ بنائے بزرگان، آج تو زمین میں مگر حضرت کے جو معصومات تھے اور ان کی نصرت و ہریت کا جو طریقہ تھا وہ آپ حضرات نے اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے جاری رکھا اور حضرت کی یہ مقبولیت اور خصوصیت سے دارن بہت سی جگہ دیکھا کہ جب وہ بزرگ اٹھ گئے تو سب چیزیں ہٹ کر گئیں اور وہ جگہ خالی ہو گئی، سو اس کے ساتھ جاکر زیادت سے سمجھئے، کوئی پیغام وہاں سے نہیں دیا اور اسی کی دو وہاں نہیں ملتی بزرگوں نے اس موقع کے لئے یہ مصرع پڑھا ہے۔

وہ جو پہنچتے تھے وہاں سے وہ وہاں اپنی بڑھاتے

چنانچہ جہاں جا بیٹے کسی نصر آتا ہے کہ نہیں کی اکان تھی وہ واقعی بڑھ گئے لیکن خدا کا شکر



جہاں کہ یہاں کے لوگوں نے حضرت کے کام کو جاری رکھا رہا۔ اے کے دار بعد، مجلسوں سے ذرا بعد،  
 طوطا کے ذریعہ اور حضرت کے دو جواہر سے کہہ رہے تھے اس کے ذریعہ ان چیزوں کو باقی  
 رکھا، چونکہ دین زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیوقوف اس کا انتظام رہے گا کہ حقیقی: میں باقی  
 رہتا اور وہ زندہ رہتا، تو اس کے ذریعہ سے زندہ رہتا۔

لہذا اس لیے اس کی رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تعقیقات اور غلطیوں کے ساتھ رہتا ہے جو ان کے  
 ساتھ اور ان کے خاندان اور ان کے دوستوں کو اس کی توفیق دیتا ہے کہ وہ اس کام کو جاری  
 رکھیں اور خود ان سے بھی دوسروں کو اس پیغام ملتا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے کہ وہ یہ فعل  
 جاری رہے۔

یہ شیعہ بیحد سے متاثر رہا ہے اور یہاں بھی جیسے اللہ کے بندے پیدا ہوئے ہیں اور آخر  
 میں حضرت نے بھی کی جگہ پر پہنچا ہے فرمایا اور وہ چیز زندہ رہی۔

تو ان آں میر دست درفش است

خمر گنج نہ پہ میر و شام است

لہذا کہ ابھی خمر گنج نے میر و شام کے ساتھ باقی ہے، خدا کا شکر ہے کہ حضرت نے بعد  
 اتنے دن گذر جانے کے باوجود ابھی لہذا کہ لہذا کہ نہیں ہے اور یہاں سے دوشی پیغام ملتا ہے اور  
 وہی بات کہی جاتی ہے۔

اللہ رکھے آہ آں مہائی آہ میر

وہ نہ ہو اما ان لہذا صدر بہ اعلیٰ



## منتخب و مامور امت

الحمد لله حمده و نستعبد و نستعفد و نعوذ منہ و نعوذ بکلی علیہ  
و نعوذ باللہ من ضرر انفسنا و من سیئات اعمالنا من یجہدہ اللہ فلا مضل  
لہ و من یضل اللہ فلا ہادی لہ و نشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ  
لا شریک لہ و نشہد ان سیدنا و مولانا محمد عبیدہ و رسولہ صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد فاعوذ باللہ من  
الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

### ایک مثالی رہنما امت کی ضرورت

جس باتوں کی حوصلہ شکنی تاریخِ اسلام انھیں بوجہ انسانی پروری سمجھ کر کرتے ہیں،  
ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ چند ترین و منحدہ ترین تعلیمات و عمل کے اعلیٰ ترین  
نمونے اس وقت تک نہ نکلیں جو ملت اور قوم کی نہ ہو جس پر انھیں قیام و قائم رہ سکتے ہیں۔  
تک کہ ان کی پشت پر ایک ایسی ہیبت (بلا تزلزل) قائم رہے جس سے ایک ایسی امت قائم ہو جس  
دعوت و تحریک کی حیرت و حیران کے ساتھ جس حد و چوڑائی کے وہ اس کی عملی نمود بنیں۔

اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ بعض اہم تنظیمات و اداروں پر یہ پانچ اصول و ضوابط اور صراحت  
بہار کی تعمیرات کی اس وجہ سے زیادہ مستحکم ہائی بنیں۔  
۱۔ ان کے پیچھے کسی قوم و دینی تنظیم کی دامن و راسخ میں جہاں ٹھہر رہی ہو، اپنی زندگی و اپنے  
تعمیرات و حکومت و معاشرہ کے ذریعہ ان کا عملی نمونہ پیش کرنا، ان کے ہر ایک عمل و عاقلوں میں وہ  
جیتے لئے تھے، وہاں کی زندگی ایک ایسا آب و ہوا کی صورت بن کر رہی، جس کی آج ایک نئی  
سازگار قوم و قباہل بن کر رہیں گے ایک ریونیو صورت بن گئے، ان کے کوئی نمونہ و نمونہ نہ ہو۔  
۲۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ محمد بن عبدالمطلب و آلہ محمد و خنی رسول اور ان کے پیچھے  
ہوں، اور آپ کے بعد کوئی ورنہ نہیں آئے اور نہ وہی اور کتاب کا نازل ہو تو اس صورت اللہ تعالیٰ



نے انسانیت کو اس ظہور سے محفوظ کر دیا، اور اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک پوری امت کو بھی مبعوث کیا، گویا بعثت محمدیہ دہری بعثت تھی جس میں نبی کی بعثت امت کی بعثت کے ساتھ شامل تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایک تعریف کی ہے (توحید کے بغیر) کسی مبعوث اور مامور میں اللہ ہی کی ہو سکتی ہے۔

کتسم غیر اممہ اخر جنت للناس فامرون بالمعروف و نہون عن  
المکر و تومنون باللہ  
تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہے تم ہماری کاظم دیتے ہو اور ہرانی  
سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

و کذلک جعلکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس و یكون  
المرسل علیکم شہدا۔

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت کا دل بنا دیا تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور رسول گواہ  
ہو جس قوم پر۔

حدیث نبوی میں بھی اسی طرح کے الفاظ آئے ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے فرمایا۔

انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين  
تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو نہ دشواری پیدا کرنے والے۔

بعثت و مبعوث کی ذمہ داری، اپنی ماموریت و مسولیت کا یہ شعور و احساس صحابہ کرامؓ  
و تابعین عظام کے دلوں میں اس وقت بھی موجود تھا کہ جب نبیؐ کا جگہ جنگ رستم نے سید  
نازلی بن حامر (آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے) کا خط ہوا (اصحاح ۵۳۱) سے (جس  
جس سیدنا محمد بن ابی وقاصؓ نے رستم کی طلب پر اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا) یہ پوچھا کہ تمہارے  
یہاں آنے کا محرک و مقصد کیا ہے؟ تو انہوں نے یہ مہماندہ اور اخیانہ جواب دیا کہ:



اللہ ابتغنا الصخر ج من شاء من عبادة العباد الى عبادة الله وحده ومن  
ضيق الدنيا الى سعتها ، ومن جور الاديان الى عدل الاسلام

والبدية والهدية: ۳۹۵

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم جس کو وہ چاہے بندوں کی بندگی سے نکال کر  
ایک خدا کی بندگی پر آمادہ کریں اور دنیا کی شغلی سے اس کی وسعت کی طرف اور خدا سب کے ظلم  
سے بچا کر سایہ عدل میں لائیں۔







عشق کے در و منہ کا طرہ و کد ماہر ہے

[illegible]

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين .  
 حاتم البدين محمد وعلي له و صحه اجمعين ، ومن نعيمه باحسان  
 و دعاء يدعوهم الى يوم الدين . اعوذ بالله من الشيطان الرجيم .  
 والذين كفروا بعضهم أولياء بعض لا تعلموه تكن فتنة في الارض و  
 فساد كبير

میرے بھائی اور بہنو صاحبہ بھی میں قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے یا سننا ہوں اس کے  
اثر زبیدی اور جہاں معانی کے سامنے جہاں وششدر ہو جاتا ہوں۔ اس کا یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ  
پورے قرآن پر اور اس کے آیت ایک حرف و رس کے ایک شوشہ پر میرا ایمان ہے عیاں  
اور کائنات حق و باطل کا نظام ہے چرخ زمین سے دو یا چرخ آسمان و اوقات سے اور تاریخ  
کے ایک طالب علم بلکہ ایک محقق کی حیثیت سے بھی۔ خصوصاً انیسویں صدی کی مسوقی کی تاریخ کے  
تعلق سے کہ اس مبارک صدی میں درست عالم خاتم نبیا و محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت  
ہوئی اور سیرت نبوی سے شغف اور خصوصی اشتغال رکھنے اور اس مہیوں پر مختلف عانی و نہانی  
میں انھی کتابیں پر نظر رکھنے اور انہیں حسب توفیق و استطاعت تصدیق و تنقید کرنے کی حیثیت سے بھی  
جس حیثیت سے بھی درجس قدر اس میں غور و فکر کرتا ہوں سیرت و استغاب و احتساب و استقامت و



اس وقت یہ آیت نازل ہوئی پوری دنیا میں جہالت مضبوطی کے ساتھ اپنے اپنے گڑھے ہو گئے تھے، مدم و ایران، شرق و غرب، شمال و جنوب، چاروں طرف، چین و مغرب، غرض ان کے تمام علاقے متحدان اور غیر متحدان سب کے سب اس کے ٹکڑے میں ٹکڑے ہو گئے تھے۔ دشت و جبل پر ان کی سفرانی تھی، جاہلیت اور بت تھا جس کی بھی پرستش کر رہے تھے۔ جس کے سامنے بھی نی نہیں نیاز جھک رہی تھی۔

اس وقت کی متحدان، مہذب اور ترقی یافتہ دنیا دو حصوں میں منقسم تھی۔ ایک تھا مشرقی اور دوسرا مغربی عالم، یہ دونوں حصے دو چالی شہنشاہیت کے ماتحت اور زیر اثر تھے، میں بہت سوچ سمجھ کر بہت پرست شہنشاہیت کے بجائے باہمی شہنشاہیت کی تعمیر و قیام کر رہے۔ متحدان دنیا کا بڑا حصہ یعنی مغربی عالم، مہذب مہذب (جو کہ ایک کبھی شہنشاہیت تھی) کے زیر اثر تھا جبکہ مشرقی حصہ یعنی مہذب اور ایرانی اور ایرانی شہنشاہیت کے ماتحت تھا۔ اور دنیا کے تمام باقی حصے اور علاقے تھلی تھلی اور غریباں پرستی میں زندگی گزار رہے تھے۔ اس میں ہمارا ملک ہندوستان بھی شامل ہے جو اپنی تمام زبانوں، مہذب فلسفوں، قدیم جہتوں اور تاریخ کے بعض احوال میں قمری سکولوں کا گہوارہ ہونے کے باوجود، دھرم اور بت پرستی میں کھلے کھلے ڈوب ہوا تھا۔ اعلیٰ یونیورسٹی کے فیکلٹی، سچا انظر اور قدیم ہندوستان کی تاریخ پر سند سمجھے جانے والے مورخ کا کہنا ہے کہ ہندوستان پوجے جانے والے دیوی دیوتاؤں کی تعداد، بعض اوقات کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔

اس صورتحال کو بہانے اور افسانوں کو اپنے سے کم تر، جامہ اور بے جان چیزوں کی غلامی سے نجات دلانے میں بدھ مذہب بھی ناکام رہا، مہذب و مہذب، مہذب و مہذب، مہذب و مہذب، حکومت کا تھا۔ یہی حال فارس کا تھا، وہ بھی حال دنیا کے تمام ملکوں، تمام سلطنتوں اور قوموں کا تھا۔ سب کے سب ابام و خرافات کے اسیر و گرفتار اور آسموں کروڑوں خداؤں کے بندے اور پرستار تھے، ہمارے ایک لوگ پوری دنیا پر چھائے ہوئے تھے ان لوگوں کی صحیح تعداد بتانا تو مشکل ہے مگر میرے علم میں کسی بھی مورخ نے مسعودی علیہ السلام کی بحث کے وقت یہ اس سے پہلے کی آبادی کی تعداد نہیں بتائی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہی لوگ حکمرانوں کے بھی مالک تھے، اور انہی ہزار و ہزاروں کے بھی، یہی لوگ علمی و ادبی ہر عرصے کے بھی مالک تھے۔



اور اقدار اور روایات کے لئے بھی ماننا اس نے اپنے تمام باپ و پسران کے لئے تھا ایک نوا  
 بنا کر لکھا تھا اور وہ حدیث پرستی کا مذاق پرستی کی ترتیب کا بھی اور ظلم و استبداد پر جبر کا مذاق اور ظلم  
 و جبر پر مطلق الحاکمان ختم و ان کی سامنے نکلنے کا مذاق سمجھتے تھے یہاں تک عداوت اور دشمنی پرستی کا مذاق۔  
 اور اس کے بالمقابل طبعی بوجہ تک اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کیا۔ طے پوری مقدس  
 دنیا تہذیب و مسائل و ذرائع ہلاک پر کھڑی تھی۔ اس وقت کے تمام علوم و فنون کی ماہر دنیا تمام  
 انسانوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے والی رہی تھی۔ اور دوسری طرف کچھ معنوں میں بھی بھر  
 فوس تھے۔ بخاری میں آیا ہے تین مرتبہ مسلم شکار (حرم شکاری نہیں کرتا) کہتے ہیں کہ نے کاڑھ کر  
 نے آخری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و کلامی سے خود کو احد یا غزوہ و خندق کے موقع پر  
 مسلم شکاری ہوئی اس وقت مسلمانوں کی کل تعداد جو ماننے والی اور یہ روایت ہے "الانصاف و  
 لیکن فتنہ ہی الارض فساد کثیر" میں انہیں مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم نے  
 فقر و شکر اور غائبیہ پرستی پرستی اور مٹی یا فوس کے جوڑے کے متعلق میں مجاہد نہیں کیا، کوئی  
 پیٹھ والی قائم نہیں کی تو میدان خالی، زمین حق، مٹا دیتا ہے۔ اس کی افواہ اور ہمدردی اور ساری  
 بدل و انصاف کا کوئی مذاق نہیں بنا تو پوری دنیا میں بڑا فتنہ و فساد ہو جائے گا۔  
 حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی کتاب انہی اور مغز میں اللہ ہونے پر کسی شخص کا ایمان نہ ہو  
 اور تاریخ پر نظر دو، دنیا کی مصروفیت سے واقف ہو، بہت پرست و ذکی طقت بقوت کا اندازہ ہو  
 وہ اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا۔

ایک جانب کروڑ ہا کروڑ انسان جن میں دانشورین کا جوش بھی ہے اور جالوں کا بھی ہر قسم  
 کے ہتھیار سے لیس اور تمام وسائل و ذرائع سے مالا مال ہیں دوسری جانب فنی بھڑکڑ و لوگوں  
 سے جن کی تعداد چند سو ہے آئے نہیں بڑھتی فقر و فاقہ اور غربت کی وجہ سے ان کی بڑی تعداد  
 اپنے تین چھپانے اور پیٹ بھرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتی، ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم  
 جہالت اور ظلم و استبداد کے سیلاب پر جاخیز کورا گئے کیونکہ اٹھ کھڑے نہیں ہوئے تو ان میں فساد  
 برپا ہو جائے گا اگر تم نے نہ لکھیں یا نہ دیا تو یہ سیلاب ہر چیز کو بہ لے جائے گا۔

اس طرح اس وقت پوری دنیا دو گروہوں میں تقسیم ہوئی تھی۔ ایک گروہ پرستوں کا  
 اور دوسرے پرستوں کے علمبرداروں اور پرستوں کا تھا اور وہ انہی پھر مسلمانوں کا وہ لوگوں کی ہمدردی



فقری طاقت و قوت مادی اسباب و وسائل میں دستی قاب قریب قرار دیتا ہے۔ لیکن اس جہدِ خاتم میں جو ہے جو قوت سب آفتاب اور ذراؤں میں ہوتا ہے۔ خدا کے محدود اثر کیلئے وہ انوکھی اور یہ جہدِ خاتم ہے کہ اس مٹھی بھر مسلمانانہ آرزو میں نے دنیا کے اس شربِ ابدیت چاقی اور ہمارے فرقہ و فتنے سے غافل و غافل تو حیدر خالص، اس میں حق کا بھی بڑھتی کھوا تو کیا میں زبردستی تو بھی بڑھنے میں رفقہ زب چ ہو جائے گا۔ نیز یہ جہدِ اسباب و وسائل ہو، کیجئے تو نے اور مادی چاقیوں نے کیا ہے۔ سچا ایک قابلِ فہم اور بعید از رکبات نہیں ہے۔ چند ذراتِ ابدیت کے ایک مسمونی قہر سے کیا ہے۔ یہ ہے کہ یہاں تک غلبہ و غلبہ اور سرکش و سرسوی کے سامنے پشت نہ کر سکتے۔ یہ ہے کہ اس طاقت بدستوری کو روکو ورنہ دنیا جہدِ خاتم ہو جائے گی یہ بات خدا کے وعدہ و شریعت اور عالمِ افسانہ و خیال کے جہدِ انوکھی اور انوکھی جہدِ خاتم تھا۔ خدا قیامت کو دیکھتا ہے قیامت کو نہیں، اس کے عینِ اعتبار اوصاف کا ہوتا ہے ذات و نہیں، دو کو انکی (معبود) کو دیکھتا ہے، بلکہ انکی (معبود) کو نہیں، اس پر مسلمان قہر و قہر میں چھوٹے تھے، انکی قیامت میں بڑھے ہوئے تھے اور میدانِ ابدی میں اعتبار، قیامت کا ہوتا ہے، قیامت کا نہیں، بتاریخ اس پر کاہ ہے، ہم دور میں قیامت کا مستحق غالب آئی ہے اور غلبہ و قیامت میں ہے، اگر قیامت کا اعتبار ہم ہو جائے گا، اگر یہ جو یہ ہمیں مل جائے جانے تو دنیا باقی نہ رہے، کائنات کا وجود، اس بات، اگر قیامت کی قیامت چاقی نہ رہے، اگر قیامت ہے قیامت ہو جائے تو نہ عقیدہ، نہ حکم، نہ تحفظ، نہ کلام، نہ گاہ اور نہ دین، نہ حق باقی رہے گا، نہ موت، نہ کلام، نہ میانِ ابدی مل سکتی ہے۔

میرے بھائی: ہم قوموں کو چاہئے کہ اس آیت کو اپنے فکر و تدبیر کا محور بنائیں اور پرچم کریں۔ رائے سہانہ و تعالیٰ چری انسانیت کو انسانوں کی عمری اور دنیا کی عمری سے نکالنے کی اور داری مٹھی بھر والوں پر فال رہا ہے۔

اور چشمِ فلک نے دیکھا کہ اس مٹھی بھر ہے ہر سامانِ جماعت نے اس ذمہ داری کو ذمہ قبول کر لیا۔ اور اسے لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تو اسباب و وسائل سے بھرپور دستِ انگریزیت پر غالب آئی، یہ تو وہ خاک نہ صرف یہ کہ ٹھٹھکیں، رہتے ہوئے مندر کے لئے پشت اور ہندوستان ہوا۔ لیکن اس نے اس کا دھاراموڑ دیا، اسے پیچھے ڈھکیں دیا، اس مٹھی بھر جماعت نے اپنے اوصاف و خصوصیات سے اپنی بے سروسامانی کے باوجود بڑی بڑی سلطنتوں کو نہ کے تمام ساز و



سامان اور ترغیر اور جاہ و جلال کے ساتھ نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے دل وہ رخ میں جلیاں کو نہ لگتی ہیں، احساسات و جذبات میں تھوچ پیدا ہو جاتا ہے، ایمان و عقیدہ میں سلامت، عزائم میں بلندی اور ارادوں میں قوت و استحکام پیدا ہوتا ہے، یہ آیت ہمیں آواز دے رہی ہے، کہ ہدایت کے مقابہ کے لئے ہم اپنے ایمان و عقیدہ کے سہارے کو ٹھکڑے ہوں، صدق و اخلاص کے ہتھیار سے مسلح ہو کر وہاب و سائل کا مقابلہ کریں، ہمیں ہرگز اپنے ذرائع و وسائل اور بدوی طاقت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، یہ آیت ہمیں پیغام دیتی ہے کہ کبھی ہمارا سر باطل اور طاغوتی حاکموں کے سامنے نہ جھکے، ہم ساز و سامان اور آلات حربہ و ضرب سے کبھی مغرور نہ ہوں، اللہ کی تائید و مدد قیمت والوں کے ساتھ ہوتی ہے، اس نے مسلمانوں اور حق کے علمبرداروں سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے، ہر زمانہ میں اس نے اس حق کی مدد کی ہے، آج بھی اس کی مدد ہو سکتی ہے، شرط یہ ہے کہ ہم ایمان و یقین، انسانی، بدوی، اور ایمان و قرہ ہالی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں، ہم اپنے ان سکھوں سے پوری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں، یہی مسلمانوں اور مال و دولت کے پیادوں کو زیر کر سکتے ہیں، انسانی تاریخ میں بار بار ایسا ہوا ہے، اسلامی تاریخ ایسی مثالوں سے بھری چڑی ہے، کہ قوزلی فوج نے تھوڑے سے ہتھیار اور معمول ساز و سامان سے بڑی بڑی فوجوں کو شکست دی ہے، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ اس وقت دنیا ایک ایسے خلا کا سامنا ہے، جس سے بڑا کوئی خلا نہیں، یہ خدا، انسانیت کے خلاف ہے، یہ خدا و اللہ کی رحمت کے خلاف ہے، یہ خدا، مشیت الہی کے خلاف ہے، یہ خدا و انبیاء کرام کی تعلیمات کے خلاف ہے، یہ خلا، مالی و عورت کا خلا ہے، مندرجہ رو تو کل کا خلا ہے، ایمانی قوت و طاقت پر بھروسہ کا خلا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت و تائید پر اعتماد کا خلا ہے، تاریخ انسانی اور تاریخ اسلامی بھی بار بار اس کا تجربہ کر چکی ہے، کہ مادی ساز و سامان اور تعداد کے لحاظ سے معمولی جماعت بڑی بڑی فوجوں پر غالب آتی ہے،

”کَم مِّن فِئْتَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئْتَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ“

میرے بھائیو! آج اس موقع کو میں نصیحت پر نہ ہوں، دکانوں و مصروفیات، متفرغ زمرہ داروں کی وجہ سے ایسے موقع اب کم ملتے ہیں، میرے بھائیو، میرے بیٹے اور اسلامی



بھائیو میرے سرب بھائیو! الامتفعوه نكن فتنه فی الارض وفساد كبير "کونوں دل پر لکھ لیجئے، اسے اپنے ذہن و دماغ میں بسائیجئے کہ اگر آپ جاہلیت کے مقابلہ میں اللہ کفر سے نہیں ہوئے، اگر آپ نے دعوت کا ہنڈ بلنہ نہیں سیا تو دنیا میں فتنہ برپا ہو جائے گا، فساد پھیل جائے گا، اگر آپ نے حق کی دعوت کو عام نہیں کیا، اگر آپ نے انسانیت پر ترس نہیں کھایا تو دنیا اپنی تمام ہادی ترکیوں، بخش و دام نے تمام اسباب اور سائنس کی تمام ایجادات کے باوجود خطرہ میں ہے، ضرورت ہے کہ حق کا غلط اس طرح بلنہ ہو کہ ہر کان سن لے، اس قوت سے اسے پھیلایا جائے کہ ہر فرد تک وصلہ ہوئی جائے، اس انداز سے اسے پیش کیا جائے کہ ہر دل کو چوٹ لگے، ہر آنکھ بھرائے، اگر ایسا نہیں دیتا ہے اور اس خلا کو پر نہیں کیا جاتا ہے، تو دنیا خطرے میں ہے، اس کی ذمہ داری اللہ نے آپ پر ڈالی ہے، پوری امت مسلمہ پر ڈالی ہے، لیکن میرے عرب بھائیو، آپ پر اس کی ذمہ داری ہے، آخر یہ دین اسلام دنیا کو آپ کے ذریعہ ملا، وہ آپ ہی کے اسلاف تھے جنہوں نے اس قوت خداوندی اور عطیہ ربانی کو پوری دنیا کے لئے وقف کر دیا، وہ آپ ہی کے باوجود تھے، جنہوں نے دنیا کو نورانیت سے بچایا تھا، انسانیت کی بھڑور میں گھری شمشاد کو مسائل تک پہنچایا تھا، آپ کو ان کا صحیح وارث اور جانشین ہونا چاہئے اور اس کی دعوت دین کی امامت کا امن ہونا چاہئے، آپ اس دعوت کو لے کر مشرق و مغرب میں پھیل جائیے، جاپان اور چین جائیے، روس اور امریکا جائیے، دنیا کے گوشہ گوشہ میں جائیے اور سسکتی، جوتی دنیا کو اسلام کا مرکز ہمیشہ کیجئے، انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکالنے، اس مقصد کے لئے وہ تمام وسائل اختیار کیجئے، جن کا زمانہ تقاضا کر رہا ہے، وہ اسلوب اپنائے، جس اسلوب کو زمانہ سمجھتا ہے، وہ زبان بولنے کے جس زبان کو آئی دینا سمجھتی ہے، یہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے، لیکن میرے عرب بھائیو، آپ پر دوسری ذمہ داری ہے کیونکہ جن کے ہاتھوں یہ دین پھیلا، جن کی کوششوں اور قربانیوں نے انسانیت کو ہلاکت سے بچایا، وہ عرب تھے، صحابہ کرام تھے، انصار و مہاجرین تھے یا ان کے شاگرد اور پیروکار تھے، وہ لوگ تھے جنہوں نے عربوں ہی سے کسب فیض کیا تھا، صحابہ کرامؓ ہی سے علم صحیح، انسانیت کے لئے ہر دلی کاجذہا اور اس کے دکھ درد میں سنگین اور کڑھٹا سیکھا تھا، ہم پر واجب ہے کہ ہم دین کی دعوت کی ذمہ داری ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں، اس مقصد کی تکمیل کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں،



یہ ایک غلام ہے جس کا جلد از جلد پر ہونا ضروری ہے، کیونکہ کوئی غلام انسانیت کے لئے اس سے زیادہ خطرناک اور تشویش کا نہیں، اس کا پرہیز و نافرمانی مسلمانوں کی مکتدہ میں نہیں ہے، مثلاً اس کام کو اس لئے کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے اثر و رسوخ کا دائرہ وسیع ہو، انھیں اقتصادی اور سیاسی فائدہ پہنچے، انھیں، اور انھیں، اس کا پرہیز و نافرمانی انسانیت کے فائدہ میں ہے، اگر یہ غلام پر نہیں ہوتا ہے تو پوری انسانیت فخر و غرور میں ہے پوری دنیا خطر و وحشت ہے، چاہے وہ تمدن، ترقی یافتہ اور دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی دھنسی کرے، اسے مالک بنی کیوں نہ ہوں، اگر یہ غلام پر نہیں ہوتا ہے، تو دنیا، دونوں تک انسانیت ہی بقاء، تحفظ کی غمت نہیں، ای جانتی، اس غلام کا پرہیز و نافرمانی کے فائدہ میں بھی ہے اور مسئلوں کے بھی، تاریخی ذمہ داری ہے کہ دنیا کو ہم پر ہوتے ہوئے اور دنیا کو چاہئے کہ وہ یہ بات سمجھیں، جس دن دوائی کو سمجھیں گے اور زمین و آسمان کا تحفظ زمین و آسمان سے ملے گا اور شروع کر دیں، اور دونوں بے اعتبار نہ ہوں، دنیا کی ایک نیا دور شروع ہو گا اور اللہ کی قدرت سے کچھ بھی بچہ نہیں۔

آخر میں آیت کریمہ کہ آپ کے سر سے آیت بار پھر میں آسمان سے کرتا ہوں، تاکہ آپ پر نور کریں، اس کے پیغام کو سمجھیں، اپنی ذمہ داری کو سمجھیں، اسی دن اس کی اور ان کی کا عزم کریں،

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، والدین کفر و عصیہم التوبہ بعض

الانفعلوہ نکلن فتنہ فی الارض وفساد کثیر۔

مسلمانو! اگر تم نے دین حق کی نشر و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کا کام نہیں کیا تو زمین پر فساد برپا ہو جائے گا، فتنہ پھیل جائے گا۔

وآخر دعوانہ ان الحمد للہ رب العالمین







## امت مسلمہ کا وجود غزوہ بدر کا صدقہ ہے

۱۸ نومبر کو علامہ ابو نعیم ایشک کے واقعہ پر ۱۰ دسمبر ۱۹۹۵ کو بعد نماز مغرب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی

ہدایتی نے ایک پرمشوری جہان بھی تقریر کیا اور اسلامیات پر فرمائی

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد !  
فانعموا بالله الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ولقد نصركم  
الله ببدر وانتم اذلة ، فاتقوا الله نعلكم تشكرون۔

### غزوہ بدر بقاء کے دین کا ضامن ہے

ترجمہ: اور یہ بات حقیق ہے کہ حق اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سر و  
سامان تھے۔ ہوا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، تاکہ تم شکر گزار ہو۔

اللہ تعالیٰ اور شاہ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر میں فتح عطا فرمائی اس  
حالت میں کہ تم بہت سے پیار و دوستانہ تھے اور بہت خطرے میں تھے تو اللہ سے ذرا تم کو تم شکر  
کند اور بندے بنو انصار سے بہت سے ذاتی عہد و پیمان تھے اور ان میں نشینوں کو بھی، اہل علم کو بھی اور  
جو قرآن مجید کی آیت کا ترجمہ سمجھتے ہیں ان کو تعجب نہ ہو گا کہ اس عظیم نشانِ تبلیغی جہان میں جس  
کا موضوع تبلیغ و دعوت ہے، یہ آیت کس من حیث سے پڑھی گئی؟ کیا کچھ غزوات کا تذکرہ ہوتا  
ہو؟ اسے کچھ غزوہ بدر پر روشنی ڈالی جاتے والی ہے یا تاریخ کا کوئی ورق بھولا جانے والا ہے،  
کوئی باب مٹوا دیا گیا ہے؟ لیکن اس آیت کی تبلیغ و دعوت سے بھی اور ہم مسلمانوں کی زندگی  
سے بھی اور ہم مسلمانوں کی کامیابیوں سے اور اسلام کے آج، دنیا میں موجود رہنے سے بھی بڑا  
عبر حاصل ہے، اثر میں یہ کہوں کہ آپ کے سامنے ایک تاریخ کے حالب علم کی حیثیت سے،  
ایک نظر رکھنے والے انسان کی حیثیت سے، اس وقت دنیا میں جو شرعی ممانعت ہیں ان میں  
مسلمانوں کی آبادی بھی ہے، مسلمانوں کی مملکت اور شان و شوکت بھی ہے اور دولت و ثروت



نہیں یہ اور پھر دعوت و عزیمت کا کام بھی ہے اور عداوت بھی ہیں، کتب میں بھی ہیں ایساں ملک کہ میں بلا تکلف اپنے کسی قاضی سے کہتا ہوں کہ یہ نہ وہ العنما، ایک عالمی درجہ ہے، اس کی شہرت تمام دنیا میں ہے اس کا جزا اور جزا کا جو کتب خانہ ہے بیس بیس ہزاروں سے تجاوز کر رہا ہے کہ میں میں اور شرفی سے اسے کرم قرب تک جتنے کتب خانے ہیں اور پوری تاریخ وراثت کی تاریخ میں پوری تاریخ عالم میں مسلمانوں نے جو کچھ کھارامہ انجام دیا ہے اور انہوں نے ہم سے دین بھانے اور انہوں نے کہ ہوں سب کچھ انکار کیا ہے تحقیقات کی اور پوری دنیا میں جو خدا کی دعوت سے پوری ہے اور عقیدہ و توحید سچا ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے کلمہ آخری میں یہ سب غزوہ بدر کی فتح کا نتیجہ ہیں اور نہ اس غزوہ بدر کی فتح کا نتیجہ ہے، جس آپ سے انہوں نے کہیں کہ آپ نے یہ کرم قرب کی نماز پڑھی ہے یہ بھی غزوہ بدر کی برکتوں میں سے ایک برکت سے اور آپ جو آزادوں سے غلام پڑھ لیتے ہیں روزہ رکھتے ہیں حج کرتے ہیں بیت اللہ شریف کو بھی جاتے ہیں اور پھر فقیر کا سامنے بھی جاتی ہے اور تاریخ کا یہ عالمی نظریہ اور یہ حکیم شاہی نظریہ ہے یہ ان کا منظر جو آپ کے سامنے ہے، یہ اب غزوہ بدر کی فتح کا نتیجہ ہے یا صورت بھی، کہ علیؑ عین توحید مسلمان تھے جو مدینہ طیبہ سے نکلے تھے اللہ کے راستے میں جو ذرا کرنے چلے اور مدینہ طیبہ کی مخالفت کے لئے اور ان کی مخالفت و بقاء کے لئے اور ابھریک ہزار مسلمانوں کو قریش نے تھے جو دانت نہیں رہے تھے اور وہ اس کے لئے قرب رہے تھے جو قرب تھے کہ ان غزوہ کا سبب اگر دیکھیں اور اسلام کے جو کوئی کریم ہو جائے اور وہ بہترین طریقے سے ان تھے ایک طرف قریش کا غلبہ تھا اور اس کے پاس تمام اسلحہ اور ہتھیار تھے اور وہ مسلمانوں کے لئے گمراہی میں فاسق رہتے تھے اور ان میں سے بچے بھی شامل ہو گئے تھے۔ وہ اب یہود کے شوق میں تھے تو جہاں تک تحقیق ہے اسباب و نتائج کا اور اس کا اور اس سے کلام کا جائز و لینے کا اور عقل سلیم کا اور کثرت واقعات سے نتیجہ نکالنے اور یہ قضی کا بھی وہ سب سے نہ ملے گا۔ اور ہر ایک کوئی نہ سمجھتا تھا کہ ان کے کہ وہ ایک ہزار اور تین سو تھے وہ کفر کی ہمتا ہے کہ باطل سے بھی نہیں ہٹتا تو وہ سمجھ جاتے گا کہ کہیں ایک ہزار اور تین سو تھے تو اگر یہ جو اللہ تعالیٰ نے اسباب میں نہ سمیت رکھی ہے اور اسباب کو بھی آواز چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنا عمل کرتے ہیں جب تک خدا کا ارادہ ہوتا ہے خدا کی حکمت ہوتی ہے تو اسباب پر اسباب و







اسب و بال است آتے ہیں تو دائیں رخ آئیے رہن جو اپنا کہنے یا لکھتے آپ بھی کیا کہ  
 بھی ہم تو نے خیال ہی نہیں کیا کہ وہ کون سا ہے وہ کون سی کئی یا کئی ہے تو فوراً سے دیکھتے بھی  
 نہیں، اور کام بھی نہیں اس لئے بہت سے لوگ جو بہت سی کتابیں پڑھتے ہیں وہ سے لڑ  
 جاتے ہیں بہت کم لوگوں نے اس پر غور کیا اور کہا کہ یہ کسی ایک بڑا کام ہے والی اور یہ اور یہ  
 والی اور بہت سی دینی اور دنیوی حاصل کرنے کی صورت پیدا کرنے کی چیز ہے یہ دینی اور دنیوی  
 ہے کہ دینی سب بھول جائے اور اس پر ایک بالکل مشغول ہو جائے اور دنیوی دھرم اور دنیاوی دھرم  
 کیا ہونا چاہیے یہ فرما ہے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کیا کتاب ہے  
 طاقہ میں کیا کتاب ہے بطوریکہ کیا کتاب ہے اور میں اور قرآن کی حالت غشباتی کی اور  
 ایک جہ پہنچاؤ کی اور مسلمانوں کی اور اللہ کے بھروسہ رکھتے ہیں جو اللہ کی مدد دیکھتے ہیں کہ  
 اس کی مدد کا آئے والی ہے وہ دنیوی میں کیا فرق ہے دنیوی طور پر اور دینی طور پر جو چیزیں  
 اہمیت رکھتی ہیں ان کے لئے اس کتاب کی زبان سے یہ جملہ جو قیامت تک غور کرنے کے  
 قابل اور غور کرنے کا مستحق ہے اور جو اس لئے کا مستحق اور اصول عمل بنائے کا مستحق ہے، اسطرح  
 ان نہایت حدۃ العصبانہ لا تعدوا آپ پر، مگر میں کہنے لگا کہ تو نے اس کی بھر  
 جماعت کو دیکھا کہ یہ ان ایک ہزار کے قریب ہے میں کہ ایک ہزار ہیں اور زیادہ کتابیں ہیں اور یہ  
 منہجی بھر جماعت جو پوری طرح مستحق بھی نہیں ہیں تو اور کیا کہ وہ جو آپ کی عبادت اس دنیا میں  
 نہیں ہوگی تو یہ ایک ہی چیز کہتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا محبوب بھی ہے اور محبوب ترین  
 انسان بھی اور صلحہ من اللہ ہے یہی بات یہ ہے کہ "وعد بطن عن الہوی ان ہو الا وحی  
 یوحی" اور نہیں بولتے اسے نفس کی نوازش سے یہ تو علم ہے اللہ جل جلالہ اسطرح من اللہ ہے اور  
 دنیا میں کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اولیاء اللہ میں سے تو کہیں ایک میں سے اور نہ بڑے  
 بڑے مشروران اور فرما رہے ہوں میں سے کوئی یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا اور پھر اس سے یہ  
 بات کہی جا رہی ہے خدا کے عسی عبد اسے لم یزل ولا لیوال سے جو کسی چیز کا کھانا نہیں  
 ہے ان کو کسی چیز سے دیا نہیں جائے لیکن یہ آپ کی ہی شان تھی کہ آپ نے یہ فرمایا اور آپ  
 نے فرمایا کہ اللہ نے کہوایا کیا بات یہ ہے کہ وما یستحق عن الہوی ان ہو الا وحی  
 یوحی اور اس لئے آپ کی زبان سے اسطرح کہتا کہ تو کہتے تھے کہ میں تو یہ بات







عبادت کی دعوت دینے کا اور دنیا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا قانون پھیلانے اور اس کو غالب کرنے کا اور پھر اس دنیا میں اس مافوق حیاتہ حاصل کرنے کا اور سلطنتیں قائم کرنے اور اس دنیا میں اس معلم کے دریا بہاؤ دینے کا اور معرفت الہی کے دروازے کھول دینے کا اور اس دنیا میں اس امت کو بہت حوصلہ عرصہ تک اور فیصلہ مند میں دینا ہے اس امت کو ان کوئی کے ساتھ ملنے کے ساتھ اور حقار کے ساتھ عقیدت کے ساتھ رہنے کا موقع ملے گا ان سب کی شرط یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خود مہدیت کریں، اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں، اللہ تبارک و تعالیٰ کے قانون پر، اللہ تبارک و تعالیٰ کی شریعت پر اور، ممبروں کو بھی تعلیم دیں، اور یہ آپ سمجھیں کہ عبادت کے معنی صرف نماز روزہ کے نہیں، عبادت میں عقائد بھی داخل ہیں، عبادت بھی داخل ہیں، اخلاق بھی، داخل ہیں، آئین و قانون بھی، داخل ہیں کہ وہ جو زندگی کے جو طریقہ خدا نے بنائے ہیں اور اس کے رسول نے بتائے ہیں، قرآن حدیث میں وہ بھی داخل ہے اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا بھی داخل ہے، اور اس میں تجارت بھی داخل ہے اس میں جتنے معیشت کے اسباب ہیں سب معاش کے جتنے اسباب ہیں سب داخل ہیں ان سب پر یہ امت عمل کرے گی، اللہ تعالیٰ کی شریعت پر، چاروں مائیں کی شریعت پر، اور اللہ کے رسول کی وحی کی تعمیل کرے گی اس امت کو اس میں اس بات کو قبول کرنے پر اس کی تعمیل کرنے پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان میں سیرت و کویک قرار دیا ہے وہی جواب ہے کہ سب پیغمبر نے لکھے ہیں آپ صاف لکھا ہوں کہ رسول خدا کے قورے آسمان کے اور فضائل پر انکا قبضہ ہو جائے یعنی ہر یہ کا قبضہ ہے اور آپ مشرق سے مغرب تک جائیں اور منوں اور زمینوں میں بھی پہنچ جائیں اور آپ ساری قومیں میں ایک ریفرہ قائم کریں اور آپ ہم کے دریا بہاؤ کریں اور سب خاتون سے شہر کے شہر بھریں اور آپ کے نور بھی دیکھنی کی بات اور اعلیٰ وجہ کی کھاتہ آفرینی ہو اعلیٰ وجہ کی اعلیٰ صلاحیت ہو اور ساری حسن و جمال و وقوت کمال ہر چیز میں آپ فائق ہوں ان میں سے کوئی چیز امت کی تھ، کی ضمانت نہیں اس امت کے بقا کی ضمانت صرف یہ ہے کہ امت وہ ہے جس کی وجہ سے عبادت کا رواج ہے یہ امت خود تیری عبادت کرے گی اور تیرے احکام پر چلے گی اور دنیا کو ان احکام کی طرف دے گی کی حکومت دے گی تو آپ سمجھ لیجئے جب کسی شرط پر ہی رہتے ہیں کوئی چیز کوئی چیز کوئی چیز کوئی چیز کوئی چیز



تقریباً اور اس نتیجہ کا ذریعہ کون ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فتح دینے والے ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی فتح چاہنے والے، نصرت چاہنے والے اور اس کے درمیان ایک شریک، ایک ہمتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا جس سے یہ دیکھنے والے جہاں اور کہاں سے کوئی فائدہ نہیں اور کوئی اس پر ایمان رکھنے والا نہیں ہو سکتا، آپ سے یہ دیکھ کر اب شناس نہیں ہو سکتا، آپ سے یہ دیکھ کر کوئی اللہ کے جہاں سے اور اللہ کے شان و شکوہ سے کوئی واقف نہیں ہو سکتا لیکن ان سب سے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی زبان سے نہیں نکلا بلکہ یہ کل بھی الہامی تھا، اللہ نے آپ کی زبان سے کہلوایا اور اس پر فتح دی تاکہ قیامت تک کے لئے یہ سب باطل طعشہ و اعتدال بن جائے کہ مسلمانوں کی بھلائی مسلمانوں کی زندگی، مسلمانوں کی عزت، مسلمانوں کا آزادی، کئے، تجو اپنے اصول پر عمل کر سکیں اور ہمیں کو دعوت دینا اور دعوت تبلیغ کا سلسلہ یہاں تک کہ میں صاف کہتا ہوں کہ خلافت راشدہ سے لے کر خلاف نبی، ایہ تک خلاف نبی امیہ سے لے کر خلافت عباس تک اور اس کے بعد کی سلطنتوں تک اور اس کے بعد پھر یہ پوری ماسوائی سلطنت ایران اور اس کے فتح ہونے اور اوپر رومی سلطنت، باغیغی سلطنت کا فتح ہونا یہ بالکل ناقابل قیاس بات تھی کہ کوئی اتنی بڑی رومی سلطنت کو شکست دے سکتا ہے۔ ابجد ایران کی سلطنت کا یہ حال تھا کہ ہندوستان کی ہر حدوں تک پہنچی ہوئی تھی، سارا ایران، سارا عراق اس کے ماتحت تھا یہ ساری ناقابل قیاس باتیں اور ناقابل تصدیق باتیں صرف اس جہ سے ظہور میں آئیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ تسلیم کر لیا اور اس بات کی توجہ فرمائی اور قبول فرما کر اس امت کے ذریعہ دنیا میں عبادت کا سلسلہ جاری رہے گا اور امت خود عبادت کرنے لگی اور دوسروں کو عبادت کی دعوت دے گی تو جو کچھ مسلمانوں کو ملا آج صاف میں کہتا ہوں کہ ابھی آپ نے جو مغرب کی خدمت پر تھی یہ فتح بدر کا نتیجہ اور برکت سے یہ ابھی امت مسلمان جمع ہو گئے ایک دعوت پر اور ایک تبلیغ کے اجلاس پر تبلیغی دعوت پہنچے یہ سب اس سے زیادہ بڑا ہے، یہاں سے لے کر یہ ساری جو کچھ ہوتا ہے انھوں مسلمان جمع ہوتے ہیں کئی حرکات میں اور یہ طوفان اور پھر سنہ و مرہ کی سی یہ ساری کی ساری چیزیں جو کچھ ہے جو مسلمان جہاں بھی ہے جہاں جو مسلمان زمینان سے کھانا کھا لیتا ہے آج آپ سے میں صفائی سے کہتا ہوں کہ میں نے اور آپ نے جو آج کھانا کھایا ہے وہ پیر کا اور نکلا، اللہ جو آج کھائیں گے اور جو اس وقت چاروں















کو ششدر بنا دینے والے اس کے قیاس بقوت قریباً تو بالکل اذاف کر دینے والے الفاظ ہیں اگر یہ صحیح سیرت کی کتابوں میں نہ آتے اور حدیث کی کتابوں میں نہ آتے تو کوئی بہت نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کو اس طرح بیان کرنا جس میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس امت کو اس بنا پر وقت دیا نہیں ہے اور اس کی زندگی کی مہلت وہی تھی ہے اس کو سب پر تلپس دی گئی ہیں اور اس کیلئے نصرت الہی آسمان سے جاری رہی ہے اور آج بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرما رہا ہے اس امت کی۔ باوجود اس کے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ اسرائیل و عریقہ کے اتحاد سے ایسا منصوبہ تیار ہے جو بالکل نسل کشی یا اہر ملک و استعین بنا دینا اور مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی حیثیت کیا حیثیت تو ہر چیز سے دین کی محبت کو نکال دینا اور دین پر فخر کرنے کے جذبہ نکال دینا چاہتا ہے۔ یہ جس کے لئے سب پالنا بنا ہوا ہے، آبادی نوکسروں کو۔ اور نواعتین کے فلاح و بہبود کے مسائل کو بہانہ بنا کر پوری انسانیت کے خلاف سازش کی جہاں ہے اس وقت بھی یہ امت موجود ہے ورنہ انشاء اللہ موجود رہے گی، قیامت تک موجود رہے گی یہ اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو تسلیم فرمایا اپنے رسول کی زبان سے جو الفاظ نکالا تھا! اقرار، کہ اس امت کو آپ نے نہ کر دیا اس دنیا سے اس کا نام و نشان مٹ گیا ورنہ ان ایک ہزار کو ان میں سے جو اس دنیا میں بیٹھ ہوتا رہا ہے اور عقل بھی، تجربہ اور قیاس بھی اور ریاضی بھی اور فن جنگ سب کا تقاضا بھی ہے کہ یہی نتیجہ اگلے لیکن اس کے بالکل برخلاف اگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے سو تیرہ کو ایک ہزار پر فتح ہوئی تو یہ اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کی اور اس کو مان لیا کہ عبادت کا شئ اس امت کے ساتھ بند رہا ہوا ہے۔ اس امت کے ساتھ عبادت کا رشتہ نہ منقطع کیا گیا ہے یہ خود عبادت کریں اور دنیا کو عبادت کی دعوت دیں، ایسا نہ کیا وہ وقت نہیں لوں گا کہ بیمار ہو کر رہیں۔

تومیرے بھائیو! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کی جگہاں نے ہمارے اور آپ اس وقت جو ہم بیٹھے ہیں اس کو بھی میں کہتا ہوں اس مجمع کو بھی شامل کر رہا ہوں، آپسوں جہاں آئے گا جہاں جہاں جمعہ کی نمازیں ہوں گی پھر حج کا زمانہ بھی انشاء اللہ آئے گا، انشاء اللہ مسلمان حج کریں گے، آج آپ دنیا میں جو سفر کرتے ہیں اور مسافرتیں کرتے ہیں اور عہد لیتے ہیں بہر حال آپ کو زندگی کی آزادی حاصل ہے یہ سب صدق ہے سب طفیل ہے اس کا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات تسلیم کر لی اور اس کو قبول کر لیا



کہ عورت اپنی اس امت کے ساتھ ولایت ہے آپ میں سے ہر ایک بادشاہ و پادشاہ اور ایک  
 قادر و بوجہ اپنے وقت کا ہر ایک پادشاہ و پادشاہ اور آپ ہر ایک میں  
 آپ میں سے ہر ایک سکالر نہیں۔ بڑے سکالر نہیں، بڑے انجمن نہیں، بڑے سائنس دان  
 نہیں، بڑے ٹیکنیک نہیں، یہاں تک کہ آپ جمہوریوں کے صدر ہو جائیں اور انہیں کے  
 وزیر اعظم ہو جائیں یہ آپ کے باقی رہنے زائد رہنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے یہاں بائیں  
 کافی نہیں اور یہ کوئی استحقاق نہیں اور اس لئے کوئی استحقاق پیدا نہیں ہوتا آپ کے زائد رہنے  
 عزت ہے۔ بڑے کام اور اپنی اصل کو آپ کے بڑھانے اور اپنے دین و فرائض کو ادا کرنے کا ان سب کا  
 آپ کو وقت ملتا ہے یہ سب صدق ہے تیرے ہی کا اللہ تعالیٰ کے یہ بات تسلیم کر لی  
 اور قبول فرمایا اپنے نبی محبوب کو کہ سب کچھ ہوگا اے اللہ تیرے تمام کام کرنے دے دے تو ہیں  
 کے کفر ایک عبادت کا کام صرف یہی امت کرنے والی ہے اب اس امت کی ذمہ داری سنبھال  
 جاتی ہے۔ تبلیغ و دعوت اس میں اسی کی یاد رہتی ہے اور اس کی شریعت ہے اور اسی متن کی شریعت  
 ہے کہ اس امت کو سب سے پہلا فریضہ جس سے اس کو زندگی کا استحقاق پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کا  
 استحقاق ہی اس پر منحصر ہے کہ آپ اللہ کی عبادت خود کریں اور دوسروں کو دعوت دیں یہ میں کہتا  
 ہوں آج جو آپ امریکہ میں تھیں آپ ان والہ کی عبادت کی دعوت دیں یہ لوگ دنیا کی نیکی  
 میں ہیں ان کے فیشن، ان کے وجود، ان کے ہیں ان کی روایت (Eition)  
 (Kitesion) انہیں ان کے معیار اور انداز و ساری چیزیں ان کے معبود ہیں ان کے ہیں کہ انہیں  
 اس کے یہ زندگی گزار رہی نہیں سکتے ان کو آپ جانتے ہیں کہ آزادی کیا ہوتی ہے۔ حقیقی آزادی کیا  
 ہوتی ہے زندگی کا لطف کس چیز میں ہے۔ یہ یورپ امریکہ جاتے تھے بڑے سرمایہ دار ہوں کتنی  
 بڑی بیرونی طاقت رکھتے ہوں اور کتنی ترقی کی ہو علم و فن میں، تہذیب میں اور سائنس میں یہ  
 سب کے سب اپنے آپ کے غلام ہیں، اپنے آلات کے غلام ہیں اور اپنے ہی قانون اور اپنے  
 ہی خود ساختہ قوانین کے یہ فیشن کیا فیشن تو اپنا بنا ہوا ہے کہ اچھا صاحب کل سے یہ فیشن ہو گیا۔  
 اور جو مملکت ہیں وہ دن رات ان کے ایسے غلام ہیں کہ جیسے گوشت اور ہر کسی کا غلام کا کسی  
 آزاد کا غلام ہو جائے آپ کا اور جو مارٹین لوتھر ہے کہ دینی اصلاحی اور عیسائی فرض ہے انسانی  
 فرض ہے اخلاقی فرض ہے کہ ہم ان کو بھی دنیا کی نیکی اور دنیا کی کمال کو فطرت سے تعبیر کرتا ہوں



انصاف جتنا ہوتا ہے۔ آپ کی دنیا کمال بخیر ہے۔ دیکھتے ہیں کہ عورتوں کا کمال تو دنیا کی عورتوں میں انہیں  
 تو دنیا کی کھلی فضا میں ہو، کھلا نہیں اور ان کو لانا نہیں کرنا ہی ایسا ہوتا ہے، اس امر سے کہ ہوتی  
 رہنے کے توجہ جو ہم اور آپ باقی ہیں تو کیا اس ایک نے لے لے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پتہ لگا  
 ہے کہ وہ اس امر کا رد ہیں جس کی وجہ سے کیا میں دیا ہے، وہی ہے، اور دنیا میں عبادت کی  
 دعوت بھی دی، چارہ یہ ہے، عبادت کی دعوت قیامت تک دینی باقی رہے گی جس امر ہم کو ملے  
 چاہتے ہیں اور عزت چاہتے ہیں اور آخرت میں۔ شادی چاہتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی  
 نعمتیں چاہتے ہیں۔ اس لیے کہی کہ نہ ٹھنڈی اور اس سے چاہتے ہیں تو عبادت کے اپنے ساتھ آتا  
 مریدانہ لڑیں کہ ہم جہاں ہوں اللہ کے دین کے داعی ہوں خود عمل کرنے والے ہوں اور  
 دوسروں کو عمل کرنے کے دعوت دینے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کو اور سب کو اس کی  
 توفیق دے (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین



قرآن کریم میں عورتوں کا مقام

صحیح معاشرہ کی تشکیلات میں عورتیں کیا اہم رول ادا کر سکتی ہیں...

اولیٰ جنہوں نے اسے اہل بیت علیہ السلام سے جو کہ ۹۰ روئے چھوٹی تھیں ان میں سے ایک  
 صاحبِ کرامت نے اس کے بعد وہ کچھ عرصے بعد ان کے پاس آئے اور ان کے پاس  
 سے اس کے بعد وہ اس کے پاس آئے اور ان کے پاس سے اس کے بعد وہ اس کے پاس آئے اور ان کے پاس سے  
 اس کے بعد وہ اس کے پاس آئے اور ان کے پاس سے اس کے بعد وہ اس کے پاس آئے اور ان کے پاس سے  
 اس کے بعد وہ اس کے پاس آئے اور ان کے پاس سے اس کے بعد وہ اس کے پاس آئے اور ان کے پاس سے  
 اس کے بعد وہ اس کے پاس آئے اور ان کے پاس سے اس کے بعد وہ اس کے پاس آئے اور ان کے پاس سے

الحمد لله الحمده و نستعبد و نستغفره و تو من به و شوكل عليه و  
يعوذ بالله من شرور افئسا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل  
له و من يضلل الله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله وحده  
لا شريك له و نشهد ان سيدنا و مولانا محمد عبده و رسوله صلى  
الله تعالٰى عليه و على آله و اصحابه اجمعين اما بعد فاعوذ بالله من  
الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

”من عمن صالحا من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فلنحييه حياة طيبة“

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُوهُمْ يَكْفُرُونَ

حضرت قادری صاحب نے جو قیامت تااریت کی ہے وہ ذہن کو بہت متوجہ کرنے والی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کے تذکرہ میں مرد اور عورت کا الگ ٹکٹہ نہ کر کے جوئے کو توجہ دلائی ہے اس طرح عورت کو بھی اسی توجہ کا مستحق و کھایات اس کا مرد و عیال صالح کا جوئے نہ دیتا ہے اور بہت عظیم ہے عیال صالح کا فائدہ یوں تو سب کو مضمون ہے اور اس کا اثر بھی



سب کرتے ہیں لیکن اس آیت میں مذکور نہ بتایا گیا وہ اپنی خاموشی و عینیت و اہمیت رکھتا ہے جو بہت اہم ہے لیکن ان کی طرف اس آیت کے پڑھنے والوں کا ذہن مودہ، تمہیں ثابت، مذہبیت، نور سے لے کر اس وقت تک کتنے حفاظت کر رہے ہیں۔ اور حافظوں کو قرآن حفظ یاد ہے اور ہوگا اور عالموں نے اس کی تفسیر بیان کی ہے لیکن بہت تمہیں اس پر غور کرنے کی نوبت آئی کہ اس میں کتنی بڑی بشارت سنائی گئی ہے وہ یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بھی نیک کام کرے گا۔ (من یعمل من الصالحات) مرد ہو یا عورت (من ذکر و انسی) فلفصیحہ حیوۃ طیبہ ہم اس کی ضرورت اچھی زندگی گزارائیں گے۔

یہ سب ساری دین و دھرم دنیا میں جو ہو رہی ہے امریکہ سے لے کر خلیج فارس تک، ہندوستان، اسلامی دنیا میں مراکش سے لے کر شمالی افریقہ پھر پاکستان، اندونیشیا اور فلپین تک سب کا حاصل یہ ہے کہ کبھی زندگی کیسے حاصل ہو اس کے لئے کیا کوشش کی جائے، اور اس کے یا اسباب اور کیا ذریعہ ہیں اور کس طرح یہ دولت حاصل کی جائے، آپ دنیا میں گئے کہ پرانے اصولوں سے بے گروہ بنو، مٹیوں تک، یونیورسٹیوں کے بعد خالص مضمون کی بڑی، یونیورسٹیوں، جامعات اور بڑی اکیڈمیاں ہیں جو غور و فکر کرنے کے لئے بنائی اور قائم کی گئی ہیں اور بڑے بڑے محققین ہیں ان سب کا جو مشترک موضوع ہے وہ یہ کہ ان کی زندگی کیسے حاصل ہو، یہاں تک کہ سیاست اور انقلاب اور جمہوریت اور صحافت، یہ ساری چیزیں سبھی اس کی معاون ہیں، تم سے کم یہ کہ وہ اس کا غلطان کرتی ہیں کہ ہم اس کا راستہ دھماکے سے، ہتھیاروں سے کریں گے۔

## اچھی زندگی کی ضمانت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک بہت بڑی بشارت سنائی ہے "من یعمل من الصالحات" جو اچھے کام کرے گا، اور اس کی دنیاوی شرط یہ ہے کہ وہ مذہبی طور پر، اس کام اللہ کی رضا کے مطابق ہوں اس کے سوا کسی مذہب، مذہب کے مطابق ہوں اور دینی احکام کے مطابق ہوں، پھر خدائی آسمانی صیغہ قرآن مجید کے مطابق تو ہم اس کی اچھی زندگی گزار سکتے ہیں اس میں دنیا کی زندگی بھی آجاتی ہے، یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس میں صرف آخرت ہی کی بشارت ہے، "جو طیبہ" جو لوگ عربی جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں تک کہ



کا لفظ ہے "لا یزید فیہ" بھی نہیں بڑھایا ہے۔ "فمن حبیبه حیوۃ طیبہ" ہم پر جہاد کی اچھی زندگی اس کی گزراؤ میں ہے یہ ساری خوشی اس بات کی ہو رہی ہے یہ دوزخ و جہنم یہ جہنمیں اور یہ راتوں کا جاگنا اور یہ کتابوں پر موت لڑنا اور امری سے لے کر یونہی دوسریوں تک پڑھنا پڑھنا اور پھر اس کے بعد انہوں نے حاصل کرنا کوئی اچھا شرف دار امت اختیار کرنا ہے اور وہی ادب اور لڑنے کا راستہ اختیار کرنا ہے سب کا مشترک مقصد اور هدف و نشانہ یہ ہے کہ اچھی زندگی حاصل ہو۔

اور کیا آدمی چاہتا ہے کہ بڑی تنگدہ ہو رہے کیلئے اچھی باتیں اچھی اور ساری سے لے کر اعلیٰ درجہ کی صراط اور دینی جہازوں پر سفر کرنا اور پھر اس کے بعد سیاست میں سے تو دوسرا مظہر بن جائے اور پھر پادری یا کٹر کافر بن جائے سب اس لئے کیا جاتا ہے کہ ہم قوام اور صحیح زندگی گزار سکیں اس کو نکھرتے ہیں یہ ایک عام انداز ہے اور بہت وسیع کہ ہم سنی ہوں دھمی نہ ہوں اور ملکی کی زندگی گزار سکیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی ضمانت لے لی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کا راستہ صرف یہ ہے کہ نیک عمل کرے ہمارے حکام کے مطابق اگر تم ہوگا "فمن حبیبه" اہم کے ساتھ کہا جب کہنا ہوتا ہے عربی میں ایسا ضرور ہوگا یہ ضرور کریں گے تو اس کا نقصان اللہ حسن العظمیٰ کے ذریعہ پرستہ مال کیا جاتا ہے

یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حالانکہ مذکور قول فرمان خداوندی ہے اس میں شک کیا ہو سکتا تھا لیکن ہمیں الطہیمان دہانے کے لئے مردوں اور عورتوں کو اطمینان دلانے کے لئے کہا کہ ہم سرور اس کی اچھی زندگی گزار سکیں گے اور کیا چاہئے کیا تمہیں یہ نہیں لگے دوزخ و جہنم ہو رہی ہے اس لئے اپنی عفتیں خاطر میں ڈالنا جاری ہیں اس لئے تمہارے یہ اس لئے یہ دوزخ و جہنم ہے اس لئے کہ اچھی زندگی گزار رہے۔

اب اچھی زندگی کوئی یہ سمجھ لیا ہے کہ اچھی سمجھنا یہ حالانکہ اچھی سمجھنا بھی اچھی زندگی کا جزو حقیقی نہیں بلکہ اس میں شامل ہیں کہ اچھی بڑی تنگدہ ہے لیکن زندگی اچھی نہیں ایسا صحت خراب ہے یا آپس میں اتفاق ہے یہ اطمینان قلبی نہیں ہے کوئی اس کا دوا ہے کوئی دوا ہے یا کوئی ایسا مرض ہو گیا ہے کوئی دوا ہو گیا ہے کچھ ہو گیا ہے ہم ہو گئے لگا ہے صحت میں بھی خرابی آگئی ہے کہ بڑی تنگدہ بڑی کھلی پٹاندار و دشمن ہے اولاً ہے لیکن ضرور نہیں آ رہا ہے زندگی میں۔



نعمت۔ جس کو زندگی کی نعمت سمجھتے ہیں، وہ حاصل نہیں ہو سکتی ہے تو یہ بات بہت سہی سہی  
 کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ہمارے بارے میں عمل کرے گا، ہماری شریعت پر عمل کرے گا،  
 بعد رسول کے فرمانوں پر عمل کرے گا، نہ وہ دیکھے گا کہ رسول میں کیا بات ہے، نہ یہ دیکھے گا  
 کہ کون سی چیز بڑے فخر کی سمجھی جاتی ہے، اس بات پر تعریفیں ہوتی ہیں اس بات میں عزت ملتی  
 ہے، اس بات میں دولت ملتی ہے، کوئی اس کا خیال نہیں کرے گا، کوئی اس کا خیال نہ کرے  
 صرف یہ کہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ شادی بیاہ کر، ملنا چاہئے، بیچوں کی  
 پرورش کیسے کرنی چاہئے، گھر میں کس طرح کی زندگی ملانی کرنی چاہئے، غلاموں کی پابندی، دودھ  
 پانا، دھوا، دھو کر شرم ہونا، ایک دوسرے کا احترام، دوسرے کو بڑا سمجھا جانا، چھوٹے پر شفقت کی  
 بات، غلام نہ، وہ بھلی نہ ہو، اسراف و فضول خرچی نہ، دانا پانا زمینیں نہ زوں، اور یہ دوسروں کو  
 خوش کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کرنا، اظہار آسان سمجھ جائے یہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ باتیں نہ زوں گی تو ہماری کوئی برا بھی ضرر نہ زورائیں گے،  
 یعنی میں بھی اور اس کی برادریوں میں لاکھوں مثالیں ہیں، اگر آپ حدیث پر نہیں تو آپ  
 دیکھیں گے کہ جن گھروں میں اور جن خاندانوں میں شریعت کی پابندی کی گئی اور اسلامی زندگی  
 کا جو نمونہ اور سانچہ ہے، اسلامی زندگی کا جو ماڈل ہے، وہ اختیار کیا گیا، اس کو نہیں دیکھا گیا،  
 روایت کو نہیں دیکھا گیا، بلکہ یہ دیکھ گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم لیا ہے، جن لوگوں،  
 خاندانوں، برادریوں اور جن گھروں اور جن معاشرہ نے اور جس حد تک ان کے اس پر عمل کیا ان  
 دولت نے دیا میں جنت کی زندگی کا مزہ چکھا دیا، اس میں شبہ نہیں، ہم مبالغہ سے نہیں کہہ رہے  
 ہیں، کیا ہی میں اس کو جنت کی زندگی کا مزہ آگیا کہ جس معصوم کو بتا ہے کہ ہم جنت میں ہیں،  
 جنت کا دور دورہ ہے، ایک دوسرے کا حق ادا کیا جاتا ہے، یہاں کسی کا حق مارا نہیں جاتا، کسی کو  
 عقارت کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا، کوئی فضول بات نہیں کہتی، کوئی جہاز آدھی بات سے  
 نہیں جس اللہ کو کل اور اللہ کا نام لینا، پابندی نے ساتھ نماز پڑھنا، طہان، روزہ، زکوٰۃ، حرام کا پیسہ  
 کیا حرام کی پالی بھی گھر میں نہ آنے پائے، جن گھروں میں اس کی پابندی کی گئی ان کے گھر  
 جنت کا نقشہ ہیں، ان گھروں پر بادشاہوں کے حکام اور شاہوں کی کوٹھیاں قربان، ان کے  
 سامنے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی جیل خانہ ہے، دیکھنے میں باہر سے کتنی شاندار کوٹھی ہے، بڑی بڑی



اور عورتیں ہیں، یہ سب ہے لیکن اندر جہنم کی زندگی ہے۔ بیوی اور شوہر میں محبت نہیں، ماں بیٹے میں محبت نہیں ہے، نہ ماں میں وہ شفقت ہے، نہ بیٹے میں وہ احترام ہے، نہ کسی کمرور پر ترس آتا ہے، نہ کسی غریب کی مدد کی جاتی ہے اور سوائے کھانے پینے اور سوائے فخر و غرور کے اور کچھ۔۔۔ کے لئے مظاہرہ کرنے کے کوئی اور یہاں کام ہی نہیں ہے۔

تو بھائیو اور بہنو! آپ اس بات کا خیال رکھیں اور یہ اللہ نے موقع دیا ہے کہ مرا عورت دونوں کوشش کر کے اور شریعت کے مطابق زندگی گزار کر اور اللہ کی فرمانبرداری کر کے اور اس کے رسول کی شریعت پر چل کر وہ بڑی سے بڑی ترقیاں حاصل کر سکتے ہیں اور ترقیاں بھی نہیں روکنی ترقی، یہ ہم خوب سوچ سمجھ کر کہہ رہے ہیں، ان پر بحث ہوتی ہے اس کو کچھ ایسا تا ہے۔ اس پر سوال کیا جاتا ہے کہ یہ کیسے سمجھ دیا اس لئے ہم ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔

### علمی دنیا میں عورتوں کی خدمات

ہم آپ کو خدا کی قسم کھاتا رہتا ہوں کہ دین کے احکام پر عمل کرنے سے اور دین کا ضروری علم حاصل کرنے سے اسی پر عمل کرنے سے مستورات نے اسلامی تاریخ میں، اسلامی دنیا میں وہ دتر قیاں حاصل کی ہیں، برعکاسیت کے اس درجہ تک پہنچ گئی ہیں جس درجہ تک اس زمانے میں بزاروں نہیں، انھوں مردوں تک پہنچنے پائے، آج ہم آپ سے پوچھتے ہیں کیا رابعہ بصریہ کا نام، آپ نے نہیں سنا کہ رابعہ بصریہ کون تھیں، ماں کا، ام آں لکھنؤ میں یہاں اس محفل میں، جو جا رہا ہے کہ ان کے زمانے کے بزاروں نہیں، انھوں آدمی بھی ان کے درجے کو نہیں پہنچے، وہ گئے، اور اس کے علاوہ تاریخ پر چھٹیں، پورے مستورات کی اور مسلمان قاضیات کی اور مسلمان ادبیات کی تاریخیں الگ الگ لکھی گئی ہیں، آج آپ کو معلوم ہو گا کہ علمی حیثیت سے بھی ہماری انہیں پرانے زمانے میں ایسے درجہ تک پہنچی ہیں کہ تاریخ میں نام آتے ہیں، کہ بڑے بڑے اس زمانے کے علمائے ان سے رجوع کرتے تھے، اس وقت ہم ان کے نام لے نہیں سکتے، وہ بہت ہیں اور مجھے سب یاد بھی نہیں۔

اللہ کی قسم، بغداد اور قاہرہ میں اور حرمین شریفین میں ایسی عورتیں تھیں کہ ان سے لوگ منہ پوچھنے جاتے تھے اور عربی لغت کی تحقیق کرنے جاتے تھے، ان سے علمی استفادہ کرتے، لے جاتے تھے



ان کے نام ہیں، تاریخ کے اندر ان کے شاعر دوں کے نام ہیں، کتنے بڑے بڑے شاعر ہونے اور یہ دولت علم کی دولت مردوں کے ساتھ مخصوص نہیں مرد و عورت دونوں قرآن کے سے ہے۔

### قرآن کریم میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے ذکر کا اہتمام

ہم آپ سے ایک طالب علم اور عربی جاننے والے کی حیثیت سے کہتے ہیں کہ یہ صرف کبریا کا کافی ہوتا ہے کہ مرد و عورت سیدہ ہے حاصل کر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب ذکر کرتا ہے: "یہ مراتب کا تو مردوں کے لئے صیغہ الگ اور عورتوں کے لئے الگ ذکر کرتا ہے، ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات" اور ہر لفظ کے ساتھ ایک مرد کے لئے صیغہ ہے، ایک عورت کے لئے کوئی پوچھئے کہ بھی اتنا کہہ دیا ہوتا کہ "ومن يعمل من الصالحات من ذکر أو انثیٰ ومومن" "انہیں کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبادت کی یہ قسم صرف مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، عورت اس میں کوئی درجہ نہیں حاصل کر سکتی، روزہ رکھنے میں ان کا ذکر ہے، عبادت کرنے میں ان کا ذکر ہے، اور اللہ کی یہ ذکر کرنے میں ان کا ذکر ہے، "واللہ والذکرین اللہ بکبریا والذکر اوت" اللہ کا ذکر کرنے میں اللہ کا ذکر نہیں کر کا صیغہ بھی استعمال کا ہے اور مذکورہ کا بھی اس لئے کہ دوسرے مذاہب کی تاریخ ان کی کتابیں بتاتی ہیں کہ وہاں بہت سے کمالات اور بہت سی صفات صرف مردوں کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں، اور یہ بات دماغ میں چٹھنی ہوئی تھی اور ایک بالکل بدیہی بات سمجھی جاتی تھی کہ یہ صرف مردوں کا کام ہے عورت اس میں ہاتھ نہ لگائے، وہ ترقی نہیں کر سکتی ہے، اس کو اس سے کوئی بڑا اختیار نہیں حاصل ہو سکتا ہے، لیکن قرآن میں ایک ایک عبادت کے ساتھ، عبادت کی ایک ایک قسم کے ساتھ مردوں کے لئے الگ لفظ اور الگ صیغہ ہے اور عورتوں کے لئے الگ صیغہ ہے۔

### قرآن مجید میں عورتیں کے نام سے مستقل ایک سورۃ

اور پھر دیکھئے جس سے بڑا تم اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ قرآن مجید کی بڑی سورتوں میں سے ایک سورۃ کا نام ہی عورتوں کے نام پر رکھا گیا ہے "سورۃ النساء" کیا بندوق نہ ہب کا کوئی جاننے والا بتائے گا کہ اس سورۃ ہب میں اور اس کی کسی مقدمہ میں کتاب میں عورتوں کے نام سے کوئی لکھ ہو یا اس کے عنوان سے ذکر ہو، لیکن جہاں پر ایک سورۃ سورۃ بقرہ سورۃ آل عمران











ہم صاف کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس ملک میں مسلمان بن کر رہنا قرآن شریف پر چلنے کے قابل ہونا اور ان لوگوں سے فائدہ اٹھانا، اسلامی شعائر و احکام سے واقف ہونا، اسلامی تہذیب اختیار کرنا اور اس پر قائم رہنا اور قوم کے مقصد کے لیے منہمک رہنا اس میں آج کی سے زیادہ اہمیت ہے۔

اگرچہ بڑے فیروہ ہمارے دینی تعلیمی و نسل کو اور قاضی جلیل عباس صاحب مرحوم کو اور ہر ذی اشتیاق صاحب کو ان کی عمر میں صحت میں ترقی ہے کہ انہوں نے یہ بات گھر گھر پہنچانے کی کوشش کی ہے کہ اس وقت بہتر کوشش کرنی ہے کہ یہ ہمارے اپنے قرآن مجید پر چلنے کے قابل بن جائیں قرآن مجید عربی میں لکھا ہے اس کو پڑھ سکیں اور اردو پڑھ سکیں۔ دینیت کی کتابوں سے فائدہ اٹھائیں اور عرب کا عید کا فرق سمجھیں، سنت و بدعت کا فرق سمجھیں، ہرگز انہوں کو سمجھیں کہ کون کون سی چیزیں ہندو ہیں۔

## ہمارے بڑے تعلیمی رہنماؤں کی ذمہ داری

اگرچہ یہ ہوا اور اس میں ہماری ذمہ داری ہے اور ہمارے گھر میں بچے بھی لکھی و پڑھ رہے ہیں انہوں نے اس طرف توجہ نہ کی اور نہ ہی دلچسپی لی تو میں آپ سے صاف کہتا ہوں اور ان پر ہاتھ رکھتا ہوں کہ ان کو اس ملک میں مسلمان رہنے کا مشکل ہو گا، بلکہ یہ ملک انہیں بن جائے گا اور آج کے زمانہ میں آپ کو یہ فہم اور منصوبہ چاہیے کہ اس ملک کو انہیں بنا دیا جائے۔ اور انہیں کیا ہے بہت سی چیزیں ہیں جنہیں نہیں جانتے ہیں کہ انہیں یورپ کا ایک ایسا گڑھا تھا جو کہ خاصہ مسلمان ملک تھا، ہاں بڑی اسلامی شان و شوکت کی ملک تھی تاہم ہوئیں اور وہاں بڑے بڑے اہل علم پیدا ہوئے، اب کہہ کہ جن کا نام ہر شخص کی زبان پر ہے یہیں کے رہنے والے تھے مگر مذہب کا ایک مسئلہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہیں میں ایسا ہوا کرتا تھا تو اب کسی دہلی کی طرح رہتے نہیں، ان کا حکم سمجھتے اور لیں گے۔

تاہم میں یہ کہتا ہوں کہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ یہ لوگوں میں یہ اصول بھی تھا کہ اہل قرطبہ کا حکم بہت ہے، اہل قرطبہ ایسا کرتے ہیں اس کی اہمیت ایسی ہے کہ قرطبہ کے متعلق یہ کہہ دینا کافی تھا کہ وہ ایسا ہوتا ہے وہ انہیں جہاں دینا، اللہ پیہر دے چوٹی کے علماء، علماء اور بڑے



بڑے بچا پرین پیدا ہونے پیدا ہونے کے شمار میں اور پورے اچھین پر اسلامی حکومت تھی اور رجائع قریب اور جامع اشیلید اور جامع غربا طہ کیسی کیسی مسجد میں جن کی مثال میں مشکل ہے۔

اس ملک کو وہاں کے غیر مسلم باشندوں نے منسوب بنا کر اور انہیں کچھ ہمارے مسلمانوں کی بھی کوئی تھی کہ انہوں نے ان کو باتوں نہیں کیا تھا۔ اس طرح وہاں سے غیر مسلموں نے اسلام کو خارج کر دیا۔ وہ بچے کچھ مسلمان تھے وہ غرض سے مراٹھی بھائی گئے اور قریب چوراہے میں خالی ہے نہ کہیں سے اذان کی آواز آتی ہے اور نہ کہیں کوئی دعا ہے۔

ایسے لوگوں نے کہا ہے کہ ہم نے فضا سے آوازیں سنی ہیں اذان کی قرآن کی یہ نہیں پہنچا کر کہاں سے آوازیں آ رہی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانی فضا سے آوازیں آ رہی ہیں کہ کچھ اللہ کے مقبول بندوں نے قرآن پڑھا تھا۔ اللہ کے بند جب ریکارڈ کر سکتے ہیں تو اللہ کیوں نہیں کر سکتا ہے تو اللہ نے اس کو ریکارڈ رکھا ہے، اور ان کی آوازیں سب سن رہے ہیں اور ہم آپ سے کہتے ہیں کہ آج میری کوشش جو ہو رہی ہے یہ مدعوۃ العلماء ہو یا جو بھی ہمارا خاص دور۔ اور اورد ہو یا دارالعلوم دیوبند ہو یا جامعہ ملیہ ہو یا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہو، اور بھی کوئی بڑا مدرسہ، کالج ہو یا یونیورسٹی ہو وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

## ہماری مستورات نے توجہ نہ کی تو ملک خطرہ میں ہے

مستورات مسلمان نس کو مسلمان رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہمارے گھر کی مستورات، بیگمات، ہماری مائیں، بیٹیاں اس کا ارادہ نہ کر لیں، وہ یہ طے نہ کر لیں کہ ہم اپنے بچوں کو دین سے واقف کرائیں گے۔ پھر میری اسٹول جانا ضروری ہے جائیں لیکن ہم مغرب بعد از ظہار کریں گے کسی کو بلائیں گے یا صبح جانے سے پہلے کوئی انتظام کریں گے ان کو اور پڑھائیے ان کو اردو لکھنے کی مشق کرائیں ان کا کلمہ سن لیں یہ معلوم کر لیجئے کہ اتنی سورتیں ان کو یاد ہیں کہ نہ پڑھ سکیں، اگر اس کی طرف ہماری مستورات نے توجہ نہ کی تو یہ ملک خطرہ میں ہے پس اس جلسہ کا ہم بھی بڑا فائدہ سمجھتے ہیں اصل بات جو یہاں کہنے کی ہے اور میں اسے امانت کے طور پر چھوڑ کر جاتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنے بچوں کی خود کھریجیں اپنے ہی گھروں کے نہیں اپنے محلے اور بیٹوں، سہیلیوں اور رشتہ دار بیٹوں کو بھی توجہ دانیے کہ دیکھو بی بی، دیکھو







## ترے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب

”مئی ۱۹۹۶ء کو ان کی والدہ کی وفات ہوئی۔ آپ نے اس پر اپنی تمام تر مومن کو سناہ آفریں کی۔  
 ”کوئی اور شخص اس کام سے پہلے ۱۹۹۶ء میں آپ کی وفات کی خبر سے اس کے دل پر گراؤ نہیں دیا۔  
 ”میرے دل پر یہ خبریت مسلائی۔ ”آپ نے اپنی اس شہادت کو اپنی جلی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين و  
 خاتم النبيين محمد وآله وصحبه اجمعين و دعا بعد عوفيم الى يوم  
 الدين اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم  
 بسم الله الرحمن الرحيم

لقد انزلنا اليكم كتاباً فيه وزر لكم افلا تعلقون

ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے کیے تم نہیں سمجھتے؟

میرے دل کی دیکھائی بھائی! میں سب سے پہلے تو آپ کو مبارکباد بتاؤں کہ اللہ تبارک و  
 تعالیٰ نے مقدر فرمایا میرے بھی فرمایا اور مقبول بھی فرمایا اور اس کے آثار ظاہر ہیں کہ آپ کے اس  
 شہیدہ اس میں قرآن مجید کا درس دیا اور آپ کے سامنے یہ قرآن مجید اس کے معانی و تشریح  
 کے ساتھ پیش کیا گیا۔

آپ کو اندازہ نہیں کہ اس سے اس شہید پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتنی رحمتیں نازل ہوئیں ہیں  
 یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس شرف اس سعادت اور اس توفیق کی بنا پر معلوم نہیں کہ اس شہید سے  
 کتنی بلائیں ملیں جوں گی اور کتنی نعمتیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمائیں جوں گی کہ کوئی  
 احساس نہیں کر سکتا۔ اس سے تو بڑی چیز ہے اور اک بھی نہیں کر سکتا۔

میں سب سے پہلے تو آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ موقع عطا  
 فرمایا اور اس کی توفیق دی اور اللہ کے ایک مخلص بندے کی زبان سے ایک صحیح العقیدہ صحیح الشہدہ  
 صحیح الخسوس اور قرآن مجید پر نظر رکھنے والے ایک نفا قرآن اور ماہر و قاری کی زبان سے  
 آپ نے قرآن مجید کی تفسیر سنی اس پر آپ بہ شکر ادا کرنا چاہئے۔







حضرت انس بن قیس تھا، پہلی کا مطلب ہوتا ہے کہ جنہوں نے ویران کی حالت میں سجدہ کرنا شروع کیا۔ زمانہ پیداد صحابہ کرامؓ کو دیکھنا ان کے جانی کنبے ہیں نہایت کے بعد رب سے برا شرفِ توحید کا ہے بلکہ حضرت انس بن قیسؓ ہی تھے اور اپنے قبیلہ کے بڑے سردار تھے ۳۷ھ میں ان کی وفات ہوئی وہ ایک دن بیٹھے تھے کہ اُنسی نے یہ آیت پڑھی اِنَّهُم مَّا كَانُوا بِآيَاتِهِ لَا يَكُونُونَ فاعلموا ان ہم نے تمہاری طرف کتاب ڈال فرمائی جس میں تہذیب ذکر ہے کیا تم غور نہیں کرتے، انکبث لعلہ ان عمارا تذکرہ، عمارا تذکرہ علیٰ بالنص خف علی بالنص حفظ القرآن شریف لاؤ قرآن شریف لاؤ میں دیکھوں گا کہ میرا تذکرہ کن الفاظ میں ہے اور مجھے وہابی جگہ دی گئی ہے اس مردو میں مجھے تہذیب کی منہ اور مجھے اس فکر سے دو کیا جا تا ہے اب قرآن شریف ان کے سامنے پیش کیا گیا وہ اس زبان تھے عربی افغان تھے تابعی تھے عالم تھے انہوں نے ورک القما شروع کر دیا، لیکن شروع کرے تو نہیں ایسی تعریف کسی شخص کے طور پر میں پیش کرتا ہوں۔

قد اذبح المومنون الذين هم في صلاتهم خاشعون، والذين هم عن اللغو معرضون، والذين هم لذكور لعلون، والذين هم كفروا بجهنم يحفظون الى على ارو جهنم او ما ملكت ايما نيم فابهم غير ملومين .  
 • دھن کا مریا پ ہونے میں کی نماز میں حضور و انشت ظاہری ہوئی۔ جو غیبت سے ادا ہو  
 ہوئی ہے، اعراض کرتے ہیں اور جو کھو تو پتے ہیں اور جو اپنی شہرہ گاہوں کی حفاظت کرتے  
 ہیں۔

انصواب نے چہ بڑے عداوت کیا۔

انسی الا احد نفسی ہی ہوا۔۔۔ میں اس وجہ میرا اپنے کوشش و تاملوں میں نظر نہیں آتا۔

و عباده الرحمن الذين يمشون على الأرض هوناً و إذا خاطبهم  
لجهنم قالوا مضافاً الذين يبتغون لهم سعيراً و الذين يقولون  
ربنا اصرف عنا عذاب جهنم إن عذابها كان غراماً أيها ساءت  
مستقراً و مقاماً

نہ کے وہ بندے جو زمین پر عالم کے جلتے جلتے ہیں۔ اسے یہ کہہ جاتے ہیں اور جب پانی نہ







جگہ اٹھ جاتی ہے جہاں نہیں اٹھی چاہئے تھی، کبھی کبھی غفلت ہو جاتی ہے کبھی کبھی سو جاتے ہیں اور تعجب میں مانہ ہو جاتا ہے۔ تعجب تھا ہو جاتی ہے کبھی کسی وقت بات کرنے میں ہم کو قصہ آ جاتا ہے۔ اور کسی کا حق ہے ابھی تک ہم اس کو ادا نہیں کر سکے، اور چھٹی اللہ کے راستہ میں جدوجہد کرنی چاہئے اپنا سر کٹا دینا چاہئے اللہ کے راستے میں اپنا خون بہا دینا چاہئے جہاد فی سبیل اللہ میں وہ ابھی تک توفیق نہیں ہوئی۔

وہ اپنے خدا کو کبھی پہچاننے والے تھے نہ رلف باللہ بھی تھے اور اپنے آپ کو پہچاننے والے تھے عارف باللہ بھی تھے، انہوں نے اپنا مقام پایا اور اس جگہ کو دیکھ لیا جہاں وہ خود اپنے آپ کو نظر آتے تھے "واخرون اعترفوا بذنوبهم" کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کو اقرار کر لیا "خلطوا عملاً صالحاً" اب اگر آپ غور کریں اپنے حالات پر میں آپ کے متعلق نہیں کہتا اور صفائی کے ساتھ اس کی جرات بھی نہیں لیکن اپنے متعلق کہتا ہوں کہ میں اپنے گناہوں کی بھنت ہوں کہ "واخرون اعترفوا بذنوبهم" مجھے اپنے گناہوں کا اقرار سہا پی کتا ہوں کا اقرار ہے "خلطوا عملاً صالحاً"، کچھ اچھے کام بھی کئے کچھ کچھ ہیں بھی مجھ سے ہوئی اعتراف بھی ہوئی ہیں دونوں ملی جلی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بزرگ مقبول بندوں سے ملایا قرآن مجید کا درس لیا مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جو امام وقت تھے امام تفسیر تھے پورا قرآن مجید ان سے پڑھا، اول سب آخونیک امتحان دیا اور پھر اللہ نے اپنے اس عہد کے مقبول ترین بندوں سے اور اولیاء اللہ سے ملھا جن کے نام لئے گئے میرے تعارف میں اگر چہ اس قابل نہیں تھا اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حج کی بھی سعادت نصیب فرمائی اور یہاں تک کہ جو واقعہ بیان کیا گیا اور جس کو سن میں میں شرمندہ بھی ہوا لیکن یہ بہر حال یہ اللہ کی ایک نعمت بھی تھی کہ بیت اللہ شریف کا دروازہ میرے گنہگار ہاتھوں سے کھلوا گیا، کہاں یہ بندہ وہ کی دعا ملی اور گنہگار اور کہاں وہ اللہ کا گھر جس سے بڑھ کر وہ زمین پر کوئی چیز ہے ہی نہیں شرم کھا کر سمجھ کر روئے زمین پر بیت اللہ شریف سے اونچی جگہ، مشرف جگہ، مکرم جگہ، معزز جگہ، مقبول جگہ نہیں تو بالکل صحیح ہے۔

یہ گنہگار ہاتھ، یہ ہندوستانی، ہندوستان کی مٹی کا بنا ہوا یہ ہاتھ اور یہ بیت اللہ شریف کو کھولے اور پھر اسے بلائے عالم اسلام کے چند برگزیدہ بندوں کی موجودگی میں، مجلس اللہ کا فضل



ہے کہ اللہ کے کسی بندے کی دعا تھی، تیار ہے یا واجد اور ہے کوئی مثل اللہ؟ چند آنکھیں کھلے اللہ نے یہ رتبہ نصیب کیا تو ہم آپ خلیلو مملو صابحا و آخر سیا میں ہیں۔ قرآن مجید کو اس نصیب سے دیکھئے کہ آپ کا حلیہ اس میں ملے گا یہ کوئی مرقع نہیں ہے تصویر تو حرام ہے۔ سلام میں اس میں تصویریں کی ہوں گی لیکن اس میں ایسی تصویریں ہیں جو تصویروں سے بڑھ کر ہیں یہ تصویریں جو نورِ کسائی کی تصویریں ہوتی ہیں یہ کیہ ہیں یہ تو یک دھوکہ ہیں اور یہ جسم جو خاک میں مل جاتا ہے والا ہے، یہ سب تکدہ ہے گاؤں کی کیا تصویر ہے، اور اس میں کون سا جمال ہے

لیکن وہ تصویر جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں آئے۔ جو حلیہ اللہ کی کتاب میں بیان کیا گیا ہو اس سے بڑے رت کوئی تصویر ہو سکتی ہے نہ کوئی تکمیل ہو سکتی ہے نہ کوئی انعام ہو سکتا ہے اور نہ کوئی تشخیص ہو سکتی ہے، تشخیص بھی اس سے بہتر نہیں ہو سکتی۔

میں میرے بھائیو! پسند تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کا یقیناً شکر یہ ادا کیجئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو یہ نعمت نصیب فرمائی کہ یہاں پر گریں رو سائل و درو سائل کی جو مدت گزری ہے اس میں قرآن کا درس ہوا، اس کا ترجمہ ہوا اور حالات کو اس کی روشنی میں دیکھا گیا، اور اس کو آئینہ کی طرح سامنے لایا گیا، کہ دیکھو اپنی اپنی صورتیں، دیکھو لو اپنے اپنے چہرے کہ تم کون ہو، کیا ہو، کس گرو میں ہو۔

اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا کہ آپ حضوری کے ساتھ اور صحیح نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر ادا کریں۔ اور اللہ کے جس بندے سے اللہ نے یہ کام لیا اس کا شکر یہ ادا کریں۔ شکر خدا کا لیکن شکر یہ اس کا بھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے ذریعے آپ کو قرآن مجید سنوایا۔ اس کا ترجمہ سنوایا۔ یہ بات اس لئے نہیں کہ یہاں پر ماشاء اللہ اتنا بڑا مجمع ہے صرف یہ کافی نہیں بلکہ اس کے دل میں اس پر فحش ہوئی چاہئے اور شکر کا جذبہ ہونا چاہئے اور زبان پر بھی شکر آنا چاہئے کہ الحمد للہ الحمد للہ۔ اللہ نے ہم کو اس کامل سمجھا کہ اس ملک میں جہاں مسلمان اکثریت میں نہیں ہیں۔ یہاں دینِ خطرہ میں پڑ گیا ہے آئندہ مسلمانوں کی نسل خطرہ میں پڑ گئی ہے کہ یہ مسلمان رہتی ہے یا نہیں۔

میں اس موقع سے فائدہ اٹھا رہا آپ سے یہ بھی اپنی اس حاضری کی قیمت وصول کرنے کیلئے اور اس کا شکر یہ ادا کرنے کیلئے کہرا رہا ہوں میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت



پڑھتا ہوں بڑے غور کی ہے۔

اَم كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتَ اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِ ۖ قَالُوْا نَعْبُدُ الْهَيْكَلَ وَ الْاِلٰهَ اَبَانٰكُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ الْهَآؤِ اَجِدُ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے قرآن مجید کے پڑھنے والو سنئے والو اور اے ایمان والو کہ یہ تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب جو حضرت ابراہیم کے پوتے ہیں اور حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں جب ان کا آخر وقت آیا تو ایسے موقع پر جمع ہوتے ہیں گھر کے لوگ جمع ہوجاتے ہیں جب حضرت یعقوب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں، پوتوں، نواسوں جو سامنے موجود تھا ان سے کہا، ما تعبدون من بعد امیرتینہ، میرے پوتو اور میرے نواسو مجھے یہ بتا دو یہ اہمیان دار و قبل اس کے کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں ما تعبدون من بعد تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے اب کوئی شخص کہتا کہ اے یہ پیغمبر زادے ہیں انبیاء کی اور وہیں ان کے بارے میں ذرا بھی شک نہیں کرنا چاہئے یہ تو پیغمبر زادے ہیں ان کی رگوں میں تو پیغمبروں کا خون ہے یا ابراہیم علیہ السلام کا خون ہے اسماعیل علیہ السلام کا خون ہے، اسحاق علیہ السلام کا خون ہے یعقوب علیہ السلام کا خون ہے بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے اور ان معجزہ آدوں کو بھی اور ان پیغمبر آدوں کو بھی کہنا چاہئے اور یہ یہ کہہ سکتے تھے کہ دادا جان، نانا جان آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ کو اس کے پوچھنے کی ضرورت کیا پیش آئی۔ آپ ہمارے بارے میں خفا رہیں، میں آپ کو ہمارے بارے میں شک ہے آپ پوچھ رہے ہیں "ما تعبدون من بعد" تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے، "قَالُوْا نَعْبُدُ الْهَيْكَلَ وَ الْاِلٰهَ اَبَانٰكُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ الْهَآؤِ اَجِدُ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔"

ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور ابراہیم کے معبود کی عبادت کریں گے ہم نے دیکھا کیا ہے ہم نے اپنے بزرگوں کو کس کے سامنے سر جھکاتے دیکھا ہے ہم نے کسی کو اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے دیکھا ہے اور کسی سے مانگتے دیکھا ہے کیا آپ کو ہمارے ایمان کے بارے میں شک ہے لیکن عشق است ہزار ہر گمان

آدمی کی جب کوئی چیز پسند ہوتی ہے اور وہ بیماری ہوتی ہے تو اس کے بارے میں شک



۱۰۲۔ عبدالمعین ان کا بیٹا ہے۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس موقع پر اور اپنی رخصتی سے کچھ پہلے - اچھڑتے ہوئے اور یہ قرآن مجید خ کا پیغام ہے میں قرآن مجید کی آیت کی روشنی میں کہہ رہا ہوں کہ آپ حوائج آئندہ نسل کی فکر نہ کرتے ہوئے کہ آپ یہاں حیدرہ دار میں قرآن مجید کا درس دے رہے ہیں وہ آپ میں سے نبیوں اور تکلموں کی آویز آتے رہے رہتے رہے کیا آئندہ بھی ایسا ہو سکے گا کیا ہم دیکھ سکتے ہیں قرآن کی یہ قدر ہوگی کیا ان کے اندر دین کی روشنی ہوگی کہ ان کی ترقی ہو سکے کہ یہ جس قدر تفسیر اس میں یا کسی مسجد میں دودھ اس کیلئے کام چھوڑ کر تفریح چھوڑ کر انصاف بیٹا چھوڑ کر آرام چھوڑ کر آئیں اس کی آپ کو فکر نہ ہونی چاہئے اور اس کا اہتمام ہونا ہی سہہ

اتنا کافی نہیں کہ آپ نے اس بیان پر آپ کے زمانہ میں قرآن مجید کا درس دینا بارہ برس تک  
برابر وہ سارا ہمارے تفسیر بیان ہوتی رہی آپ آتے رہتے آپ کو آئندہ کی متعلق بھی احیانا  
حاصل کرنا چاہئے اور آئندہ کبھی یہ سلسلہ جاری رہے گا اور اس کی شکل یہ ہے کہ کچھ تو جدید اور کچھ  
مطلب سے بچے بچوں کے درمیان آتے رہیں قرآن میں ان پر نہیں الہ و دلائل میں اترا دیکھئے اور پھر اس  
کے بعد ان کی حکیم کا انتظام کیجئے۔ اسلامی کتب جو دینی طلب ہوں دینی مہارت ہوں دینی  
کتابیں ان کے سامنے آئیں اور جو چاہیں اور جو چاہتے ہوں پھر اردو میں دینیات کی جو کتابیں  
لکھی گئی ہیں وہ ائمہ اہل سنت اسلامی زبان سے لکھی نہیں ہوں گے اور سب کتابیں وہ پڑھیں آپ  
اپنا ہاں اپنے سب خانے اور اور مطالعہ کر کر رہی محض جو غیر عربی مسجد مسجد قائم کریں اور  
ان بچوں کو اس کا شوق دلائیں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کا انتظام دینی یعنی اس پر آپ شکر  
دار کریں متعلق یہ کافی نہیں کہ آج سچو لوگ بڑے قہقہے میں ہر جلسہ میں ان کی تقریریں سنیں  
تے آئی قرآن مجید فہم ہو ہے اس کی تقریب سے نہیں بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کریں یہ بیان سے  
جاننے کے بعد بھی کہ اللہ کے توفیق دی ہمیں اتحاد خاندان و رعا اور ہمیں اس کا موقع دیا کہ ہم نے  
تیرا کام عانی، حیر، کام خیر و سنا، ہمیں اس کی توفیق ہوئی اور پھر اس کے بعد اپنی آئندہ نسل کی  
کبھی فکر کیجئے۔ یہ سلسلہ جاری رہے اور ان کو بھی توفیق ہو اور ان کو جی اس کا اوق یہ نہیں کہ وہ  
جو بدیدہ بن کر تعلیم جو بچوں میں ہے یہ غیر دینی جو تعلیم دی جا رہی ہے پر فخری استوں میں اور پھر  
اس کے بعد استوں میں نور کا لکھوں میں اور پھر دو دو لکھ لکھ شائع ہوتا ہے اور سارے کا سارا بھرا







میں بدبودار اپنی پتھری ہو رہی تھی اور اپنی کمزوری کے قرآن مجید کی عظمت کی وجہ سے اس کی نسبت کی وجہ سے اور پھر جناب قاری محمد قاسم صاحب اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرنے ان سے جو تعلق ہے کہ ہمارے استادوں کے خاندان سے انہوں نے استفادہ کیا ہے اور وہ بھوپالی کے اسی محلہ کے رہنے والے ہیں جس محلہ کے استادوں سے ہمارے عربی نسخے، اور جن سے پڑھ کر ہم اس قابل ہوئے کہ ہم عربی پڑھ سکیں، پوچھ سکیں، اور عربوں سے خطاب کر سکیں، تو ان دونوں چیزوں کا خیال کر کے میں حاضر ہو گیا ورنہ حقیقت میں میں اس قابل نہیں تھا کہ لمبا سفر کروں اور کہیں دیر تک بیٹھوں اور زیادہ محامدہ کروں اس لئے آپ سے اجازت چاہتا ہوں، معذرت کرتا ہوں فوراً آپ کو پھر مبارکباد دیتا ہوں اور پھر اس کی بھی دعوت دیتا ہوں کہ یہ مسئلہ برابر رہی رہے آپ کی زندگی بھر جاری رہے اور آئندہ بھی جاری رہے اور اپنی نفس کو بھی اس کیلئے تیار کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



## نصرت الہی کی شرائط

پتھر پر لیکن ۱۷۲۰ء اسلام آباد میں جنوری ۱۹۸۱ء اور چار شیعہ بچے۔ پھر کوئی نئی جہاں مقرر نہ کرمان اور وہاں کی تفریب میں ایک عظیم جہت ہو جس میں سرئی تکر اور اطراف کے علماء اہل علم نظر ناسی نقد لایا میں شریک تھے۔

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين و  
على آله صحبه اجمعين.

جناب صدر انجمن و جند راہا اس علمائے کرام و معززین شہر اور برادران عزیز آج ایک ہفتہ کے قیام سری نگر کا اختتام اس جلسہ پر ہو رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ مجلس اتفاق نہیں ہے، حسن اتفاق ہے میں دنیا کے بیشتر مشہور ممالک میں جایکا ہوں لیکن ایسا بد قسمت مسافر ہوں جس پر اقبال کا یہ مصرع صادق آتا ہے۔

تسکین مسافرت سفر میں نہ سفر میں

### تاریخی مطالعہ

میں اسلامی ممالک میں جہاں جہاں گیا ہوں۔ سے بجائے سرسبز لے کر اور مطمئن ہو کر آنے کے فکر لے کر آیا میرے قہیب میں یہی ہے معلوم نہیں یہ میری بڑی ہوئی فکارت جس کی بناء پر ہے یا اس لئے کہ جہاں جاتا ہوں وہاں اپنا جرحی مطالعہ فراموش نہیں کر پاتا جو واقعات تاریخ اسلام میں پیش آئے وہ میرے آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں اور ان سے جو نتائج نکالے جاسکتے ہیں میرا دماغ ان سے آزاد نہیں ہونے پاتا، خود قرآن مجید نے اس کی خدمت کی ہے کہ آدمی آنکھوں سے سب کچھ دیکھے لیکن کس چیز سے یقین نہ لے۔

و کاین من ابته فی السموات والارض یمرؤ علیہا وہم عنہا  
معووضون۔

کتنی نشانیوں زمین و آسمان میں ایسی ہیں جس پر لوگ منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں اور کچھ











سے کسی کار شیعہ نہیں اس نے صاف صاف کہا: یا ہے۔

وقالت اليهود والنصری نحن ابقوا لله واحياؤه قل فلم يعذیکم  
بدنوبکم بل انتم یسر من خلق۔

اور یہود و نصرانی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں کہہ دو پھر تمہاری  
سزاؤں کے باعث تمہیں کیوں عذاب دیتا ہے بلکہ تم بھی اور مخلوقات کی طرح ایک آدمی ہو۔

ملک کے قریب ایک یہودی اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم کو کوئی کیا باز نکلتا ہے ہم تو بالاتر ہیں  
ہم انسانیت کی سطح سے بالاتر ہے ہم خدا کے اولاد ہیں خدا کے چہیتے ہیں لہذا لے بیٹے ہیں تو اللہ  
اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ پھر خدا کا قانون مجازات تم پر کس طرح جاری اور ساری ہے  
تمہاری رعایت کیوں نہیں کیا جاتی ترجمہ کی جیسے ہی ایک انسان ہو جیسے اور مخلوق۔

### ہمارے اکابرین کی خدمات

میرے بھائیو! بزرگو! اور دوستو! میں آپ حضرات کے غلوں و محبت آپ کے اکرام  
و عزاز سے بہت متاثر ہوں میں ناشکر گزار انسان نہیں بننا چاہتا لیکن میں اس کا تقاضا یہ  
نہیں سمجھتا کہ میں آپ کو مطمئن کروں اور آپ کی تعریف کر کے چلا جاؤں، جب کسی کو کسی سے  
محبت ہوتی ہے تو وہ ضرورے کی نشاندہی کرتا ہے وہ اس کے چہرے پر نور نکلتا ہے اس کی بعض دیکھتے  
ہے ہر وقت اس کا منہ دیکھتا رہتا ہے کہ خدا انحراف کوئی تکلیف تو نہیں میں آپ سے عرض کرتا  
ہوں، کہ آپ بہت بزرگ دور۔ نہ ضرور ہے میں میں، مجسم العصرۃ الاسلام کے پلیٹ فارم سے  
بہتر کوئی پلیٹ فارم نہیں سمجھتا کہ آپ کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کروں جو میں "نصرت اسلام"  
ہے اس کے انجمن کے ذریعہ ہمارے دعاؤں مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ کا کر کیا جہاں بیٹھ  
کر اور جس کے ذریعہ اسلام کی نصرت کر سکیں، لیکن اسلام کا کام بہت وسیع ہے اور آپ سے  
کوئی فرد کوئی جماعت کوئی مقتدرہ جتنی، کوئی کامل احترام بزرگ اس سے سبکدوش اور فارغ  
ایسا نہیں ہو سکتے۔

تم ہر وقت ایک اہم ناکہ پر کھڑے ہو!

میرے بزرگو! اور دوستو! حضرت محمد بن واعظ نے جب مصر فتح کیا جو اس وقت دنیا



میں تمدن کی چوٹی پر تھا اور سرسبز و شادابی میں اس پورے علاقہ کا کشمیر تھا حضرت عمر و بن العاصؓ نے وہ خوبصورت ترقی یافتہ معدنی، حیوانی، انسانی زمینوں سے بھرپور سرزمین کو فتح کیا، ایک فاتح کی جو خوشی جو اطمینان ہونا چاہئے تھا وہ ان زمینیں برواں لئے کہ انہوں نے صحبت نبویؐ پائی تھی قرآن مجید کے تدبیر اور صحبت نبویؐ کی برکت نے ان کی آنکھیں، جاکہ ان کا دل و دماغ روشن کر دیا تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے فراست مومن عطا فرمائی تھی۔ اور فراست ایمان سے آگے ایک قدم فراست صحابیت، عطا کی تھی۔ انہوں نے عرب مسلمانوں سے جو اس ملک کے فاتح اور قہر الٰہی تھا ایک بات کہی جو آپؐ زرمیں نہیں کے قہن سے انصاف ہی رہا۔ ”انصاف“ دیکھو یاد کو تمہیں یہاں کی زمین، لکھنا کی دیکھنی اور عنائی، یہاں کی رویتیں اور تمدن اپنے میں مشغول نہ کرنے پائے اور تم اس سرزمین میں کھوند جاؤ، تمہارے نوپا کو اور حقیقت کو چاہو، وہ آیا ہے ”انصاف“ ہی دہاؤ ”انصاف“ تمہارے وقت ایک اہم ہمارے پرکھنا ہے ہو تمہیں نہ سمجھنا کہ تمہارے قطبیوں کو قسمت دی اور زمین، ہمسائے کے بہترین علاقہ پر تمہارا قبضہ ہو گیا، جزیرہ عرب بالکل قریب ہے ہو یہاں تمہارے پورے ممالک، بات کر لئے ہیں اس پر تم دھک نہ کھانا ”انصاف“ ہی دہاؤ ”انصاف“ تمہیں جیسے پرکھنا ہے ہو کہ آنکھیں کھلی اور ماہر سے تمہیں یہاں بڑا وقت بیدار رہنا چاہئے ہر وقت چونکہ رہنا چاہئے تم ایک بیہوش کے نظیر وار ”انصاف“ ایک دولت لے کر آئے، ”انصاف“ ایک سیرت لے کر آئے ہو، اگر دولت سے تمہارے غفلت کی تو تم ماہر سے لگے اور اگر تم نے اپنی سیرت کھودی جو تم عرب سے لے کر آئے تھے جو تم، غرض نبوت سے اور سرزمین (مدینہ) سے لے کر آئے تھے تو تمہیں کوئی برتری ماحول نہیں ہوگی، ”انصاف“ نے بھی یہ سمجھا کہ تم کھائے کمانے کے لئے یہاں آئے ہو تم یہاں کی سرزمین سے، یہاں کے حسن و جمال سے متشبع ہونے کے لئے آئے ہو تم یہاں کے عیش و عشرت میں پڑ گئے، تمہارے زمانہ غفلت کی تو پھر تمہارے کوئی تمہیں نہیں کھائے گا تم یہاں بچ نہیں سکتے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا تاریخی جملہ

آج سے ساڑھے چودہ سو برس پہلے جو بات عرب کے ایک سپاہی نے کی جو کسی دانشور کا تعلیم یافتہ نہیں تھا، کہی تھی آج وہی بات صادق ہے آج ہوتے ہوتے اسلامی







پیغام وہاں کے باشندوں کو پہنچایا پھر ہم نے اسلام کے پود کو قوی آور، بار آور اور پر شکر درخت بنایا اور درخت سے پتے لڑوں برس تک سرسبز شاداب اور پر شکر و سایہ دار رہا، بزاروں مسجدیں بنیں، سینکڑوں مدرسے خاتما ہیں قائم ہوئیں۔ جلیل القدر علماء و محدثین و فقہاء پرائے ہوئے لیکن تمہاری ذرا سی غفلت و سستی، یا اختلاف و انتشار یا کوتاہ نظری و کم نگاہی سے اسلام کا یہ بارغ خزاں کی تہ رہ گیا۔

## لحوظوں نے خطا کی، صدیوں نے سزا پائی

میں اسہین گیا وہاں سے دل پر یہ چوٹ لے کر آیا کہ خدا جانے وہ کیا غلطی تھی جس کی وجہ سے مردم خیز سرزمین، اولیاء و ائمہ کا مرکز اسلام سے محروم ہو گیا بقول اقبال آج اس کا یہ حال ہے۔

آہ کے صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذال

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ غلطی اور غلطی کی سزا میں تناسب ہونا ضروری نہیں بعض مرتبہ چھوٹی غلطی ہوتی ہے لیکن سزا بہت بڑی ہوتی ہے جس کے کچھ اسباب ہوتے ہیں بعض مرتبہ ایک چھوٹے سے فیصلہ میں غلطی ہوئی اس کا نتیجہ صدیوں پر پھیلاؤا ہے دنیا کی بہت سی قوموں نے اور جماعتوں نے غلطی کی اور کسی خاص موقع پر کمزوری دکھائی، صدیوں اس کی سزا ملتی رہی، اسہین میں اسلام کے زوال کی تاریخ اور اس کے اسباب کا سراغ لگائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عرب قبائل کی رقابت و اختلاف یعنی رہید و معزز عدالتی اور قحطانی، حجازی اور یمنیوں کا اختلاف اس کا بڑا سبب تھا جن لوگوں نے اسہین کے اسلام اور مسلمانوں کے زوال کا تجربہ کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اس میں بڑا ہاتھ اس کا تھا کہ عدالتی اور حجازی چاہتے تھے کہ اقتدار ان کے ہاتھ میں ہو اور قحطانی، یمنی چاہتے تھے کہ اقتدار ان کے ہاتھ میں ہو انہوں نے کبھی تبلیغ و اشاعت اسلام کی طرف توجہ نہیں کی، وہ جنوب کی طرف سینٹے چلے گئے (جہاں سے مسلم ملک مغرب القس) مراکش قریب تھا) شمال کی طرف بڑھنے کی انہوں نے کوشش نہیں کی انہوں نے تعمیرات اور تمدن میں اپنی صلاحیت اور زبان صرف کی، لیکن اسلام کے استحکام اور اسلام کو وہاں کی آبادی کے دلوں میں اتارنے کی کوشش نہیں کی، انہوں نے مدینہ الزہراء آباد کیا انہوں نے کمر لگا کر قلعہ بنایا



انہوں نے مسجدِ قرہ قمیہ کی تعمیر کی جو 'ن' (Archibac Ture) کا دنیا میں منفرد نمونہ ہے لیکن ان کو چاہئے تھا کہ اس کے بجائے وہ اپنے سرورِ پیش کی آبادی کو اسلام سے، ان کو اس کے معارف و آراء سے، بنائے پیچھے رہنے کے (یعنی ذلیل الطارق کی طرف آنے کے) ان کو آگے بڑھنے اور یورپ میں پیش قدمی کرنی چاہئے تھی لیکن وہ تہذیب و تمدن کی ترقی اور فنونِ لطیفہ کی سرچشموں و تعمیرات میں ٹپکے رہے، عرب و شاعری میں مہلک ہو گئے، کسی وقت خطی بہت بڑے اور دور رس خط بھی پیدا کرتی ہے لیکن کسی قوم نے بہت بڑا نظم کیا اور آرا دی کے ہاتھ میں ترازو سے دیا چاہئے تو کچھ کہتے نہ گئے نہ گئے لیکن ایسا نہیں ہو سکا، قلیل ہوئی آہ ایک چشم کی آہ اور ان کا بے سلفیت کا باعث بنی۔

## اسلام ہر قیمت پر باقی رہے

پہلی بات تو یہ ہے کہ دین کی سلامیت ہر قیمت پر باقی رہے، یہ آپ کا فریضہ ہے اور یہ آپ کے حق میں بہتر ہے، عالمِ اسلام نے حق میں بہتر ہے، ہندوستان کے حق میں بھی بہتر ہے، ہندوستان کے حق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ اپنی شخصیات اور اکثریت کے ساتھ باقی رہیں، ہندوستان میں یہی سچ تو ہے، تو ان کو ہم دیکھا، ملک اسی وقت عزت پائے گا جس کو اس کا کام حاصل ہوگا، جب زبان پر آپ اپنی شخصیت اپنے پیچھے مٹا دیں، پسندی، انسان دوستی، تعمیری ذہنیت اور دینی صلاحیتوں کے ساتھ باقی رہیں، جب کوئی مسئلہ سامنے آئے تو فیصلہ کن بات یہ ہوگا چاہئے کہ اس کا اس خطہ کی اسلامیت پر کیا اثر پڑتا ہے۔

## عقیدہ کی صحت

اس سلسلہ میں سب سے اہم بات جو مجھے نظر آتی ہے وہ ہے عقیدہ کی صحت، یعنی وہ جو رک و اتالی کے ساتھ سواخانہ تعلق اور اس کے سوا کسی کے ساتھ منہ نہ بھونکے، نہ کاغذ اس میں اثر کی ہوتی ہے، وہ اندھنوں کی نصرت میں کمی ہوتی ہے اور قرآن مجید میں صاف صاف اشارے ہیں کہ ہم امت کی توحید میں فرق تو یہ اس کی طاقت میں فرق تو کیا، طاقت کا سب سے بڑا سرچشمہ اور منبع عقیدہ و توحید ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔



سملطی فی قلوب الدین کفروا کرعب سنا امر کو باللہ مائلو منزل بہ  
منظما وما وہم النار وینس عنو الظالمین۔

اب ہم کو کفر میں آؤں میں ہیرت اس دنیا کے میں سے کہ انہوں نے منہ نہ کر لیا  
نفس انہیں اس کی اس۔ لے کہ فی وکیل نہیں اتاریں اس کے لیکن اور نہ یہاں وہ ملکوں کا بہت برا  
تو کا ہے۔

بن الدین السخند والعجل سبائہم غضب من رجبہ و ذلعه فی الحیوۃ  
ندبا و کذلک محزی السفرین۔

یہ شہادتوں نے امیر ہذا، نہیں اس نے رب کی طرف سے غلب اور دنیا کی زندگی  
میں ذلت پہنچائی۔ اور ہم بہت تنہا رہتے اور انہیں نہایت ہیں۔

## شرک ضعف کا سبب ہے

شرک ضعف کا سبب ہے ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ سنا اللہ فی امرین غلو میں نہیں  
اللہ تعالیٰ نے اشیاء میں خاصیتوں پیدا کیا ہیں زمین میں ایک خاصیت ہے ترقی میں ایک  
خاصیت ہے پانی میں ایک خاصیت ہے آگ میں ایک خاصیت ہے اور اسی طرح شرک میں  
کمزوری کی خاصیت ہے اور جو میدان میں حاکم اور پختی اور بہ رخی کی خاصیت ہے اس  
لئے سب سے بڑی ضرورت سنائی دے کہ حق تعالیٰ صحیح ہو خدا کے سرحدہ اور انہیں احمدی قرآنی  
علامہ کے مطابق تو حید کا رشتہ استوار ہو، رشتہ کو پھر استحکام کی ضرورت ہے اس لئے کہ شیطان  
ہمیشہ کد میں رہتا ہے اور وہ ہمیشہ چھوڑنا رہتا ہے اور چروچوں ہاتا ہے جہاں دولت، دولت  
ہے آپ کے پاس تو حید کی ایمان کی دولت ہے اس لئے آپ کے لئے خطروں سے ان کے لئے  
خطرہ میں نہیں جاتا جس کی پاس سے یہ نعمت نہیں آپ کے پاس خدا کے فضل سے نعمت  
ہے آپ کے باہر سے ملی اندر سے ملی۔ دولت اب زمین کا برتن گئی اس ملک کا حصہ بن گئی ہے  
یہاں کی تاریخ کا حصہ بن گئی ہے یہاں کی زندگی کا حصہ بن گئی ہے یہاں سے ظلمتیں نہیں  
ہونے چاہئے۔



## آپس کی چیلش سے اجتناب کریں

دوسری بات سے فراموشیوں و اختیارات اور افراتق ہے جس میں بھی اللہ تعالیٰ نے خاصیتِ ضعف کی رکھی ہے۔

و اطعوا اللہ و اطعوا رسولہ و لا تمارحوا فضضو و تذهب ریحکم و اصبروا ان اللہ مع الصابریں۔

و اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کا کہا تاخیراً آپس میں نہ ٹھکرو ورنہ بزدلی ہو جائے گی اور تمہاری دعا خدا پاس کی ہو کر رہے گی، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو آپس میں نزاعی جھگڑا نہ کرو، مباحثت و محاسنات سے کام نہ لو، ورنہ تم پر نازل ہوئے تھے، وہی بدھ بھی ہوئی ہوا اکڑ جائے گی، دلوں کی کثرت بے شک زندگی کی ممانعت ہے، اور بقدرِ ضرورت اس کو دونا چاہئے لیکن یہ ہر تھکے پر ایک جھنڈا، ہر صبر پر ایک جھنڈا ہو، ہر جھنڈا ایک انجمن ہو یہ سمجھو نہیں ہے۔

## دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے

تیسری بات یہ ہے کہ اکثر کمزوریوں و رازِ غلطیوں کی جڑ میں جو بات ملتی ہے وہ دنیا کی محبت ہے۔ یہ بھی ہوئی محبت و دوستی کہ وہ سے بھی ہوئی محبت ہے جس کوئی تمہیں لگاؤ، کوئی شہادت نہیں دیتا لیکن یہ جتناؤں کو دنیا کی محبت، پیسے کی محبت بھی بہت بڑی کمزوری کا سبب ہے جہاں سے دولت آئے جس طرح سے بھی دولت تمہارے گئے، جس طرح سے عزت و اقتدار میسر ہو، جس طرح سے ترقی و منصب اور جہد و تہ، بہر حال وہ مطلوب ہے اس کو ہاتھ سے نہیں ہانے دینا چاہئے اس سے منسوب نہیں کہ یہ اجتماعی مفاد کے خلاف ہے یا واقعی یہ پیادگی کی ایک بڑی علامت ہے اس سے بھی زیادہ بڑی نہ کی ضرورت ہے۔

## اسراف سے اجتناب

چوتھی چیز تمدن کی خرابیاں، اسراف و فضول خرچی اور روایت پرستی اور اس میں غلوہ اسراف تکبر و تفاخر ہے، جو کہ قرآن نے "ترف" اور "لطر" کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔



وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّخِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ  
كَافِرُونَ۔

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو  
چیز دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں۔  
دوسری جگہ فرمایا کہ۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِمَّنْ قَرِيبَهُ يَطْرُفُ مَعِيشَتُهُ فَنُتَكِّمُ مَسْكِنَهُمْ لَمْ يَسْكُنْ مِنْ  
بَعْدِهِم إِلَّا قَلِيلًا وَكَمْ نَحْنُ الْوَارِثِينَ۔

اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (قرائی) معیشت پر تراز ہی تھیں سو یہ ان  
کے مکانات ہیں جن کو ان کے بعد آباد ہونے کی بہت کم نوبت آئی اور ان کے پیچھے ہمیں  
ان کے (شہر و دریا) کے مالک رہے۔

تمدن کی فضولیات کو کم سمجھنے، یہ نہیں کہ جس طریقہ سے شادیوں میں ہوتا آیا ہے، جس  
طریقہ سے شہانہ تحمل اور ریاستہ دولت کا اظہار ہوتا ہے، ویسا ہی ہو، اب اس کا وقت نہیں، ذرا  
آنکھیں کھولے، اور دولت کو پہچانئے، اور غریب طبقہ کا خیال سمجھئے، جن کو یہ وسائل حاصل نہیں۔  
ایک چیز یہ ہے کہ کیر کسز میں ملازمت ہوتی چاہئے، یہ نہیں کہ آدمی بالکل پارے کی طرح  
ہو جائے کہ اس کو کسی وقت قرار نہیں، کبھی ادھر کبھی ادھر کسی چیز میں امتیاز نہیں، یہ بھی قوسوں  
کیلئے بڑی مہلک بیماری ہے، اپنی سیرت میں صلابت اور استقامت پیدا کیجئے۔ یہ بات میں  
عام طور پر ہندوستانی مسلمانوں سے کہتا ہوں، اور صرف اٹلی عجم سے نہیں، عربوں میں بھی کہتا  
ہوں، الحمد للہ میرے مضامین اس پر شاہد ہیں، جن تقریروں میں میں نے عربوں کو مخاطب کیا  
ہے، ان کا مجموعہ ”العرب والا سلام“ کے نام سے الگ چھپ گیا ہے، اس کو دیکھا جاسکتا ہے، یہ  
مشترک بیماریاں ہیں، مشرق کی مائیشیا کی اور ہم مسلمانوں کی خاص طور پر۔

تو ایک چیز تو یہ کہ عقائد کی صحیح ہونی چاہئے اور دوسرے یہ کہ افتراق و انتشار کو دور کرنا  
چاہئے، اتحاد ہونا چاہئے، اور تیسری بات یہ کہ حسب دنیا، دولت کی محبت پر کچھ پابندی عائد کرنی  
چاہئے، حدیث شریف میں آتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ معجزہ ہے ان معجزات میں سے جو  
حدیث کی شکل میں اور ارشادات نبویؐ کی شکل میں محفوظ ہیں، ”حسب الدنيا انا سكل



خطیب نے "ادنیٰ کی موت" کا وہی جڑ ہے، جو عطی کی جڑ ہے (آپ دیکھیں گے کہ غلام  
فہم سناتا ہے۔ اچھا کیوں ہوا؟ اس نے کیوں بے وفائی کی؟ یہ اس سے کیوں ٹوٹا؟ اس سے کیوں  
ٹوٹا؟ اس نے موت قبول کی کیوں؟ اس نے لکھا "مٹی کیوں کی؟ اس نے زمین کیوں کیوں کی؟"  
- سب کی جڑ سے کی، انسانی محبت اور چہ بیکس۔

## مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری

ایک اور کمزوری کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں، جو مسلمانوں کی عام کمزوری ہے، اور اس  
علاقہ میں بعض خاص اسباب کی بناء پر (زیادہ پائی جاتی ہے، جو وہ وقت سے زیادہ  
"جذباتیت" ہے، جو کمزوری کی جہاں اور سب اچھی علامت پر پائی جاتی ہے، اور بھائی یا بد تو کی  
حزب میں پائی ہے۔ جو سے ضرورت اور کمزورتاں دو سبب ہوتی ہے، اور اس سے بعض لحاظ  
نہایت متاثر ہوا، مگر ان کو اٹھاتے ہیں بعض دواں دوسرے بھی سخت نقصان پہنچا دیتے ہیں،  
تو اس میں بعض نے ہی دوا دے کر اس کو سبب کی جذباتیت، اشتعال پذیری اور برکت  
نہایت تھی، کسی شاعر نے صحیح کہا ہے۔

چہ از قومے نیکے بے وفائی مرد

ن کہ دامنہ اتے ماند نہ مرد را

پھر اگر یہ "بے وفائی" ایک دوا ہے، تو اس طرح سے کہ جو، ہر ایک بڑی جماعت یا قوم کی  
عرف سے ہو، تو وہ دوسرے دوسرے اور دوسرے نتائج کا سبب بن جاتی ہے، اس حقیقت کو  
مشہور غلام نے بے شمار قسمی کے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

رجسہ حوزہ سفہاء قوم

فحل بغیر جارمہ لغاف

(دو خطی میں فارسی کی قوم کی کیفیت، نقل انکوں نے کیا، اس کا نتیجہ میں کیوں کے  
رہے تھے، بھی پھر کے اور اس کو دوسرے دوسرے اور دوسرے نتائج کی پڑی)

اس قوم میں یہ جماعتوں کے دیا گیا ہے کہ یہ باندہ تو بال انجام دیتے ہیں، یہ تاریخ



میں مسلمانوں اور تہذیبوں کی باہمی قرار پائی ہیں یا انھوں نے دین حق کی دنیا میں جھنڈا بلند کیا ہے، وہ طبعی طور پر ظلم و بردبار، متحمل و عالی ظرف اور اسی کے ساتھ بہادر و غیرہ واقع ہوئی تھیں اور صدرِ اہل کے مسلمان تو اس کا بہترین نمونہ ہیں، میں نے ایک مرتبہ ایک مجلس میں کہا کہ "میں ابھی اس شہر میں داخل ہو رہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ میری کار کے سامنے ایک ٹینکر چل رہا ہے، اس کے پیچھے کی جانب علیٰ حروف میں لکھا ہوا ہے۔ "Highly implameable" (جلد اور بہت زیادہ آگ پکڑ والی چیز) میں نے کہا کہ یہ پٹرول کی تعریف ہو سکتی ہے، بارود کی تعریف ہو سکتی ہے، کسی گیر مادہ کی تعریف ہو سکتی ہے، مسلمان کی تعریف تو نہیں ہو سکتی کہ ذرا اسی بات پر پکڑ نہ لگیں، اور عواقب و نتائج سے بے پروا ہو کر جو چاہیں کر گزریں، عمل اور عمل میں کوئی تناسب نہ ہو، والی کا پرست بنادیں، اور دوست دشمن خطا و اور غیرہ خطا وار، کمزور و طاقتور، بچوں، بوزھوں کسی کی تمیز نہ ہو، یہ جذباتیت اور سریع الانفعال، لی ایک خطرناک بیماری ہے، جس کے علاج کی فوری ضرورت ہے، اور ہمارے قائدین و اعمیان دین اور تعلیم و تربیت و اصلاح و تبلیغ کا کام کرنے والوں کو اس کی طرف فوراً توجہ کرنا چاہئے۔

### آپ سے دردمندانہ گزارش

حضرات: جس خوش ہوں کہ میرے قیام کشمیر اور میری حقیر تقریروں کا خاتمہ ایک ایسی جگہ اور ایک ایسے مرکز سے ہو رہا ہے، جہاں نصرت اسلام کے لئے ایک مستحکم و مطمئن دانشندانہ کوشش شروع ہوئی، خاص طور سے خدا کے ایک مخلص بندہ مولانا رسول شاہ صاحب نے امرۃ الاسلام کی بنیاد ڈالی، اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو قبول فرمایا، بار آور لیا، اور سایہ دار بنالیا۔

کشمیرۃ طیبہ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء، توتیٰ اکملہا کل حبیب  
ماذن رہا۔

گویا وہ ایک پاک درخت ہے، جس کی جڑ مضبوط (زمین کو پکڑے ہوئے ہے) اور شاخیں آسمان میں ہیں، اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ پھل لاتا (اور سوسے دیتا) ہے۔  
اس درخت نے پہلے بھی پھل دیا اور اب بھی پھل دے رہا ہے اور اگر خدا کو منظور ہے؟  
اللہ سے امید ہے کہ آئندہ بھی یہ پھل دینا ہے گا، اس کو مضبوط کیجئے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی کندہ ارشاد ختم کرتا ہوں، امید کرتا ہوں کہ میری یہ باتیں



کے دل و دماغ میں ضرور محفوظ رہیں گی، اور ان لوگوں کے ذہن میں ضرور رہیں گی، جو اس سلسلہ میں کچھ کر سکتے ہیں، وہ ضروری کے اسباب کو رفع کرتے نصرتِ اُمّی کو سمجھنے اور ہلانے والے اسباب اور شرائط کو یاد کر کے اور ان اسباب کو مہیا کرنے کی کوشش کریں، تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد ہو۔

ان یسئروکم اللہ فلا غالب لکم وان ینخذلکم هم ذالذی ینصرکم  
من بعدہ و علی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔

اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکا، اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ خدائی پر بھروسہ نہ رکھیں۔

ان الفاظ کے ساتھ میں آپؐ کے اس اعزاز کا اور سولانا محمد فاروق صاحبِ خاص طور پر اسی کے رفقاء کے کار در حاضرین کا عام طور پر دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر رہا ہوں، اور آپؐ بھی دعا کریں کہ میری اس حاضری کا کوئی لفظ قبول ہو جائے، خدا نے یہاں کوئی قدم قبول ہو جائے، میرے یہاں جو سات آٹھ دن گزرے ہیں، ان کی حرکات و سکنات سے اور ان کے اوقات میں سے کوئی چیز اللہ کے یہاں قبول ہو جائے، اور میرا آپؐ کی کسی رہنمائی بھی مفید ہو اور میں اپنی اس ضرورت پر خدا کے یہاں شرمندہ نہ ہوں کہ میں اس مقصد کیلئے کیا تھا اور کیا کر کے آیا۔

و ما علینا الا البلاغ العسیر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## غیر اسلامی تہذیب و اقتدار کے مراکز میں مقیم مسلمانوں کی ذمہ داریاں

یہ تقریر ۲۰ ستمبر ۱۹۹۲ء لندن میں اسلامی سینڈ کے ایک عظیم مجمع میں دعوت اسلامی سے تعلق رکھنے والے مسخروں پر کی گئی۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم . اعابعد

بزرگو! ایک ایسے ملک میں جس میں اسلام ایک حقوق داند نہ سب کی حیثیت رکھتا ہے اور مغربی اقتدار اور غیر اسلامی طرز معاشرت کی بالادستی ہو اور جس میں ذلتی مفاد و سیاسی و جماعتی فائدوں ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہو اور لہذا ت کو ایک فلسفہ کی شکل دے دی گئی ہو، جس میں تمام تر اعمال و اخلاق اور کاوشوں کا محور ہی کو سمجھا گیا ہو، ویسے ملک میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں وہاں اقلیت میں ہوں، بہت بڑی ذمہ داری ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ ان میں غیر متوازن ایمان ہو، جرأت منداں کر دہ ہو، وہ اپنی حکمت سے کام لیں، پھر ان میں اس پیغام و دعوت پر پورا اعتماد ہو جس سے اللہ نے ان کو مشرف فرمایا ہے۔ یہ بھی ان کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ایک بلند معیار ہو اور وہ احساس کثرت کی کا شکار نہ ہونے پائیں، اگر وہ اس بلند معیار پر نہ ہونے تو اپنی ذات کو اور اپنی قوم کو حقارت کی نگاہ سے اور مغربی تہذیب کے مقلدوں اور اس کے غرض چینیوں کی حیثیت سے دیکھیں گے، اس صورت میں وہ کوئی موثر اور اہم کردار ادا نہیں کر سکتے جو لوگوں کی توجہ کو کھینک کر سکے اور تہذیبی عمل میں لاسکے۔

میں آپ کے سامنے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے آپ کے سامنے بات بالکل واضح ہو جائے گی، اور ایک ایسے غیر مسلم ان کا کردار بھی آپ کے سامنے آئے گا جس کو اپنی



دعوت اور پیغام پر چڑھا تھا اور یہ ظاہری شان و شوکت اور وقار قریب من مٹھ میں کی نظر میں  
خستہ کاریوں سے زیادہ اہم سمجھتے تھے اور ان کی پیش پیشی و شہرت پر پہنچنے والے لوگوں اور باطنی  
زنجبیلی کے بارے میں ان پر اس قدر اثر تھا کہ یہ تاریخ اسلام کے قریب اول کا واقعہ ہے۔ اس کو میں  
آپ کے بارے میں بیان کر رہا ہوں۔ اس میں جبروت و عظمت بھی ہے اور یہ ہے۔۔۔ اسے اس قدر  
قائم و برکتی ہے۔

ایرانی فوج کا سب سے بڑا قائد اس کبریا کے نام سے یہ کیا جاتا ہے اور جس کو اپنے  
مہذب اور شان و شوکت میں شہنشاہ ایران کے قریب ہی صحابہ تھے۔ اس نے پھر اسلام کے  
تمام حالات سے مدد میں نبی و کائنات یعنی اللہ عز و جل کا پیغام بھیجنا کسی ایسے آدمی کو بھیج دیا جس نے جو اس  
مقصد میں وہاں سے گئے جو عرب کے صحراؤں میں اس کے بعد وہاں کے ان مسلمانوں کے لیے آیا جو  
تہذیب و تمدن اور مسکری تھے۔ شہر کا علاقہ عرب میں اور ملک عرب تھا۔ اس سے کوئی نسبت نہیں۔

اب خود دیکھئے کہ وہ کوئی نہ تھے سیاست و قیادت پر جیسا ہوا ہے اور ایک بڑے قریب پر اس  
کی حکمرانی ہے۔ اس کا عربوں کے بارے میں کیا تاثر ہوگا جو انہیں ورکھے۔ قیادت میں خود  
پائے رکھتے تھے اور جن کا کردار و وجود اور اہمیت کے وقت پر تھا۔ اس کے لیے وہی اور حکمران کی  
انگاہ سے عربوں کی طرف راہ دکھاتا تھا۔ اس نے پہلوئے کو کوئی ایسا آدمی بھیج دیا جس نے اس مقصد  
خبر کا کہ نبی کریم کی طرف سے جو ان کو یہاں لانے ہیں۔

یہ اسلام کا آغاز ہے کہ اس نے تمام عربوں کو فتح و فتیہ دو دی۔ ان کا ہند اور مقصد اسلام پر تیار  
فرمانے ایک بلند اور بالا معیار پر پہنچ دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر اس نے حضرت ابی بن  
حاضر کا انتخاب فرمایا۔ یہ حضرت ابی بن حاضر بنی سہل و شہر مالانے جو فتح و فتح ہوا تھا۔ اس  
ان و شہر اسلامی میں کوئی شان و شوکت بھی نہ مل سکی تھی۔ اس لیے آپ کے سامنے یہ قدم کوئی افسانہ  
کے طور پر نہیں چلا کر رہا ہوا کہ جس میں سبقت دیتی تھی۔ یہ تو قومی فخر و عزت کا سامان ہے۔  
میں اس لیے آپ کے سامنے اس مقصد کا ذکر کر رہا ہوں کہ آپ اس کے طور پر ان کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے  
نے اپنی شخصیت کے ساتھ و عظیم رستم کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے  
کیا۔ یہ جو انداز و نمونہ اس کے کردار و حرکت و حواس اور اپنی قوت کا یہ عربی تہذیب و  
قوتی و عظیم کے بارے میں اس کے وقت و کردار کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے ان کے سامنے



آپ کے ساتھ اپنے مقام کے سر جو اور اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ کیا معاملہ ہے اور قربی  
تہذیب جو یہاں رائج ہے اور جس کو اس وقت معاصر دنیا میں بدلتی وقت کا متحرک  
نئی طرف ہم کس شکار نہ نکلتے ہیں۔

حضرت ربیع بن عوفؓ کے دربار میں تشریف لائے، ان کے ہاتھ میں دو تھکے ہوئے تھے، معمولی سی کھوار اور وحال بن کے ساتھ تھیں، ایک معمولی اور پست قد و قامت کھوڑے پر سوار تھے، اسی حال میں کانٹوں کو روندتے ہوئے تشریف لائے، پتھر پھوڑے سے اترے، وہیں کھسی ٹاپے سے اس کو باندھ دیا اور ہاتھ کی طرف بڑھنے لگے، تعمیرِ دان سے ساتھ تھے، درویش بیوی تھی اور سر پر ٹوہجہ، قدم و شتم اس پر مقہر تھیں، ہونے اور اپنے لئے ہتھیار راہ تیار ہو، حضرت ربیع بن عوفؓ نے فرمایا: میں خود تیار رہے پس ٹیکس آیا، تمہاری دعوت پر آیا ہوں، اشرافِ حال میں جانے دیتے ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میں واپس جاتا ہوں، رستم نے کہا کہ آنے دو۔ حضرت ربیعؓ اپنے پیروان و شاگردوں پر ٹیکے ہوئے آنے پر تھے۔ انہی گواہ میں کثرتِ طالبین بھرت کئے۔

[illegible]

یہ تو اور دو متنبہ اسلام کے پیغام و دعوت اور اس کے بنیادی مقصد کے بارے میں حضرت  
رحمٰنؑ نے جو فرمایا اس پر کامل یقین کے ساتھ نور ہر نبیوں نے مانوس و اللہ کی بندگی کی طرف  
مانے اور دوسرے مذاہب کے جبر و غم سے نکال کر اسلام کے سچے و سادہ کی راہ و چارے کا  
ذکر فرمایا اس پر کوئی ایسا دست و استغاب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس عقیدہ پر یقین کی بات تھی، لیکن



مجھے ان کے اس جملہ پر بڑی حیرت و استعجاب ہے، جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت کی طرف لائیں۔ مگر وہ دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت میں لانے کا ذکر فرماتے تو مجھے دلی تعجب نہیں ہوتا، اس لئے کہ یہ تو ایسی حقیقت ہے، جس پر ہر مسلمان اور صاحب ایمان یقین رکھتا ہے، اور حضرت ربیؑ کا واقعہ تو قرن اول کا ہے، میں ان کے اس جملہ پر غرق حیرت ہو جاتا ہوں کہ ہم تو دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں لانا چاہتے ہیں، تو کیا کہہ دو فرما رہے ہیں ہم نے اپنے اوپر ترس کھا کر اور ان ملکوں کے پیش رو مشرت کی قطع میں اپنے وطن کو ترک نہیں کیا، ہم تو یہاں تم پر ترس کھا کر آئے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ تم کو شک و تاریک قید خانے سے آزاد کریں، جس میں تم اس پرندہ کی صورت زندگی گزار رہے ہو جس کو کسی طرف یا قفس میں بند کر دیا جاتا ہے اور دانہ وور پانی اسی کے اعدا سے دیا جاتا ہے، اس لئے کہ تم اپنی عاداتوں اور ضرورتوں کے غلام ہو، خواہ مشرت نفس کے غلام ہو، مردہ فیضوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے، تمہارا لئے تھا ایک لمحہ گزارنا مشکل ہے، تم اپنا مرضی سے مطالب کوئی کام نہیں کر سکتے، تم کو قدم قدم پر خادموں اور معاونوں کی ضرورت ہے، پھر دوروں اور چاکیداروں کی ضرورت ہے، کوئی کام بھی تم بغیر کسی مددگار کے انجام نہیں دے سکتے۔

تاریخی شواہد موجود ہیں کہ جب شاہ ایران یزدگردی جمہوریت سے فرار ہوا تو درمیان سفر اس کو پاس نکل، ایک گھر میں داخل ہوا، اس کو ایک معمولی روزمرہ کے استعمال کے گلاس میں پانی دیا گیا تو اس نے کہا کہ میں اسے گلاس میں پانی نہیں پی سکتا، اس لئے کہ وہ دوسرے اور چاندی کے گلاس میں پانی پینے کا عادی تھا۔ ایرانیوں کا تو یہ حال تھا کہ اگر ان میں کوئی بڑا آدمی ایک لاکھ درہم سے لے کر تاج پہنتا یا اس کے پاس عالی شان محل اور اس کے ہوازمات، حوض و فوارہ اور باغات نہ ہوتے تو اس کو سخاوت کی نظر سے دیکھا جاتا۔

تو کیا کہ حضرت ربیؑ یہ فرما رہے ہیں کہ تم تو اپنے خادموں کے غلام اور غلاموں کے غلام ہو، اس لئے کہ ان سے زیادہ تم ان کے محتاج ہو، غلامی تو وہ ہے کہ تمہیں اس تنگ و تاریک قید خانہ سے نکال کر وسعت و آزادی کی فضا میں لائیں، ہم یہاں اپنی ضرورت سے نہیں آئے، ہم نے تو یہ دور و دراز کا سفر تمہاری ضرورت کے پیش نظر کیا ہے، ہمارے لئے اپنے وطن میں کوئی تنگی



نہیں۔ وہ سحر تو بڑا کشادہ اور وسیع ہے۔ ہم کو تو سہاری اس غیر فوجی اور غیر طوطی معیشت پر ہے جتنی ہے، اس میں ترسست، دوسری بے چینی نہیں یہاں لائی ہے، ہم لوگ خواہش تہ پر پلنے والے نہیں ہیں، ہم خاص پر شاک اور رعب کے غلام نہیں ہیں اور نہ ہم لوگ درحالیہ ہزاروں سختی ہیں، ہم سحر میں آزادی کی زندگی گزارنے والے ہیں، ہومیسٹریا تہ جانتے ہیں اور شکر کرتے ہیں، ہم بقول اللہ نے اس لئے بھیجا ہے کہ جس کو وہ چاہے اس کو ہم وہاں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی غلامی میں لے آئیں، دنیا کی جنگی سے نکال کر ان کی وسعت عطا کریں اور مذہب کے جوہر و ستم سے آزاد کرانے کے واسطے ان کے دل و اندام سے فائدہ و نفع کا موقع دیں، ہر مذہب کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہو، جس کے نتیجہ میں مصیبتوں میں گرفتار ہو، رحمت و خدائی تمہارا مقدمہ فی ہوتی ہے اور جتنی مخلوق اور رحمت تم کو بھیج رہا ہے۔

میرے بھائی اور دوستوں میں طوالت دینا نہیں چاہتا، آپ کی بھی ضرورتیں ہیں اور مشغولیتیں ہیں۔ میں آپ سے مختصر کہتا ہوں، آپ یہاں آزادانہ، موثر اور بنیادی کردار ادا کریں، آپ کی زندگی مکان زندگی ہو، لوگوں کی زندگی میں پیروی و توجہ کو فروغ دے، مصلحتوں میں ایسے معاملات پیدا ہوں جو مقررہ کرنے پر مجبور کریں، دروس و ملامت کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ پیدا ہو، اگر آپ نے بھی مغربی طرز معاشرت اختیار کر لیا، آپ انہی کے عقیدہ میں آئے اور اپنے بلند معیار سے اپنے نوپنے کو الپ تو آئے ہیں اور یہاں کے مغربی باشندوں میں کوئی اختیار ہوتی نہیں رہ سکتا اور ان میں معلومات کا شوق اور نور و غلہ جذبہ پیدا ہو سکتا ہے اور ان آپ کا احاطہ ان کے میں آ سکتا ہے، یہ جائیداد آپ کو قابل تعلیم و تربیت سمجھیں۔

لیکن جب آپ ان کے مسائل ایک مخصوص طریقہ زندگی میں آئے تو اس سے ان کے اندر ایک تہذیب پیدا ہوئی، اور وہ آپ سے بچنے یا پیرویوں کے کہ یہ طریقہ زندگی آپ نے کہاں سے اخذ کیا اور یہ ہندو یا انگریزوں کا اخلاق و فضا ہے، آپ نے ان میں شمولیت پیدا کی کہ ان کو آپ ایسا طریقہ کریں جس سے وہ اسلام سے متعلق معلومات حاصل کریں، اور آپ ان کو حال اللہ بخیراتی یہ طریقہ سے روشنی میں لائیں اور ان کو وہ طاقت دکھائیں جس پر آپ کے اندر یہ قدریں پیدا ہوئیں اور یہ بلکہ زہرا آپ کو خاص ہوا اس



وقت دے دے یہ لکھنا کہ ام و تقیہ تخی و تخیل کے لئے۔

[illegible]

آخر میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے انہیں وٹس ایپ میں ساتھ قرار دینے کی بات کر رکھی ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## خواص

### ملت میں ان کا مقام اور ذمہ داریاں

۱۲۱ھ طبرستان ۱۹۰ھ تکچور میں حواص اور شہ کے سربراہ اور ایک قسم کے رئیس میں یہ تقریبی کمی تھی  
میں میں طبقہ حواص کے مقام پر اس کے ذمہ داریاں چاہتی تھیں اس کی تھی۔

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. اعا بعد

### خواص کی اصطلاح:

حضرات! آپ سب حضرات کا تعلق طبقہ حواص سے ہے۔ یہ ایک عزت کی بات بھی ہے اور ذمہ داری کی بھی ”خواص“ کی اصطلاح بہت قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے اور مذہب و تاریخ تمدن و معاشرت اور ادب و شاعری سب میں یہ اس کے ہم معنی الفاظ کثرت سے استعمال ہوئے ہیں مگر اس کا صحیح فہم کیا ہے اس کا تفصیلی اطلاق کس طبقہ پر ہوتا ہے؟ یہ بات تشریح طلب ہے اور اس کی کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے، میں اس وقت اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

### ”خواص“ کا جاہلی مفہوم:

خواص کا ایک ”جاہلی“ مفہوم ہے اور ایک ”اسمانی“ اس کا جاہلی مفہوم یہ ہے کہ کسی معاشرے میں یا ملک میں ایک ایسا طبقہ وجود میں آ جائے جو ہر چیز میں عوام سے الگ ہو دو اپنی دنیا خود بنائے اور اسی دنیا میں غریبوں کو دے دے زعمی کے پر شعبہ میں اس کا معیار بند ہو، جہاں ایک روپے سے کام چلتا ہو وہاں سو روپے سے کام چلتا ہو، جو کام سادہ خرچے پر ہوتا ہو وہ عوام و عام اور نہایت ترک و اقصیٰ کے ساتھ انجام دیا جائے، ہر چیز میں نام و نمود اور عزت و وجاہت پیش نظر ہو، جب مسرتوں اور شادیوں کا موقع آئے تو تعیلوں کے منہ کھولی



ہوئے جائیں اور دولت پائی کی طرح بہائی جائے اور اس میں انکی شان و شوکت کا اظہار ہو کہ ظہار میں غلوں اور غلوں اس کے چہرے میں اور اپنی نیلی دریا میں پاری غمر گزاردی جائے اور عوام پر جو کچھ گزرتی ہے اور جن مصائب و مشکلات سے دن رات ان کا سامنا ہے ان کی اس طبقہ کو ہوا بھی نہ ملے کسی دینی تحریک اور کسی اصلاحی کوشش سے قطعاً کوئی دلچسپی نہ ہو سہاری کی پیماں اپنے راہی ہو اور اپنے مائی مغالطہات تک معدوم ہوں، اس کام سے نصیرت و عزت حاصل ہونی ہو اور حکومت و سوسائٹی کی اکاؤ میں وقعت بڑھ سکے اس کے لئے شیعہوں کی لوت ہو اور جس کام سے یہ منہ پر قصد حاصل نہ ہو وہ وہ اس کے لئے وکوں پر مہر ہوا خیر قیامت میں جو بات عوام کے لئے ناچ کر ہے اس طبقہ کے لئے جائزہ و جرات ان کے حق میں عیب دہی کے حق میں نہیں ہے۔

مالی نے اپنے زمانے کے مراد خواہ اس کے اسی طبقے کی تصویر ان اشعار میں کھینچی ہے

ایہوں کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے  
ظہار ان کا اور ان کی مصیبت جدا ہے  
مرد اور ہے ان کو نہ نامہ ہے  
وہ ہے انہیں سب کہ جو نامہ ہے  
شریعت دینی ہے تو کاس ان سے  
بہت فکر کر ہے اسلام ان سے

قرآن مجید میں ”مترقین“ کی اصلاح اور ان کا کردار:

خواس کے ایسے طبقہ کے لئے جس کی یہ میرت امر اخلاق ہیں، قرآن مجید میں ”مترقین“ کی اصلاح و استعمال کی گئی ہے قرآن مجید نے اس کو معشر کے اندر برہنہ و فائدہ کو کوئی حیثیت سے انہیں بیاں، دو تکریم و امانیت کے مرض میں بوجہ ہے اور جو پر تیکہ و مت و اصلاحی کوشش کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہتا ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قُرَيْشٍ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَالَ مَثَرُ فُؤَادٍ عَابِثٍ أَوْ مُسْلِمٍ بِهِ كَافِرُونَ (۱)  
اور ہم نے کسی نبی میں کوئی پورے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ تو



چیز دے کر تم جیسے مجھے ہو، ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔

اس کو اپنی امانت اور دولت کی نگرانی پر تیار ہونا ہے اور اس سے وقار و کرامت ہے کہ وہ یہ نعمت سے بیزار اور ہر مصیبت و ناگاہی سے محفوظ رہے گا۔

وقالوا نحن اكثرا منكم اولادنا واولادنا وانا نحن نعدكم

اور یہ بھی کہنے لگے کہ ہم بہت سے مالدار اور اولاد رکھتے ہیں اور تم کو خدا کا پیغام نہیں ہوگا۔

کبھی اس سرور کو اکابر مجرمین کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، اس کا کام ہی سازش کرنا ہے، اسلامی کوششوں کی راہ میں حشمت پیدا کرنا اور ان کو نا کام بنانے کی کوشش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وكذلك جعلنا في كل قرية اكابر معصية ليمكروا فيها واما

بمكروا الا بانفسهم وما يشعرون

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم پیدا کئے کہ ان میں مکاریاں کرتے رہیں اور جو مکاریاں یہ کرتے ہیں ان کا نقصان انہیں نہیں ہے اور وہ (اس سے) بے خبر ہیں۔

ان کا کام ہر نسا اور امتیہ کا ساتھ دینا ہے، ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وجمع اللذين ظلموا من اهل القرى الى قرية واحدة وكنوا محمرين

اور جو ظالم تھے وہ انہی باتوں کے پیچھے لگے رہے جن میں ہمیشہ آراء تھا اور وہ

گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اس طبقے کا عروج، اس کی بے عنایتیاں، اس کی انسانی تباہی، اس کا آزادانہ طریقے سے دلائل میں اور ہر قسم کے حدود و قیود کو پھلانگ جانا اور اس کی خیر سستی، ملکوں اور قوموں، شہروں اور بستیوں کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے، قرآن کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی بستی کی تباہی کے دن آتے ہیں اور اس کا بیان حدیث پر یہ دوہاتا ہے تو پہلے اس طبقے میں لگاتار آتا ہے اور وہ اپنے اموال و اخلاق سے خداوند کی کوریخت دیتا ہے اور پوری پوری آبادی پر مصیبت لے آتا ہے، قرآن مجید اپنے خاص الملوہ میں فرماتا ہے:

واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا من قبلها ففسقوا فيها فحق عليها

القول فلم يردناها تدعيروا



اور جب ہمارے والد کسی مہنگی کے جات کرنے کا ہوا تو وہاں کے مسوولانہ وہی وہ (خوش) ہوجا مامور نرید تو وہاں فرمایاں کہ تم تیرے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جا (مگر بہت سیویکے ور نہ لےاتے تھے) لے کر آئے۔

— : ر فی جہا و شہاد

وَأَمَّا أَمْلُكُمْ مِمَّنْ فُتِنَتْ أَفْئِدَتُهُمْ فَأَتَى اللَّهَ حَيْثُ يَكُونُ السُّعْيُ وَأَمَّا أَمْلُكُمْ مِمَّنْ فُتِنَتْ أَفْئِدَتُهُمْ فَأَتَى اللَّهَ حَيْثُ يَكُونُ السُّعْيُ

اور ہم نے بہت سی باتیں کہیں کہیں کہیں (فرقی) معیشت میں تجارت ہے۔ وہ  
یہ کہ۔ یہ کمالات ہیں جو ان کے حصہ ہمارے نہیں ہونے لگے بہت کم اور ان کے پیچھے ہمیں ان  
کے بارے میں ہے۔۔۔ اس خاص کام میں مقصود۔

”خواص“ کا اسلامی مفہوم اور ان کی سیرت و اخلاق:

نہ جس کا ملائی، لہذا اس سے بے گناہ ہے۔ اس سے مراد ملت اور مملکت کی معاشرے کا ایک ایسا طبقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظہورِ امتیازی اور مملکت کی طوائف مافیہ میں قرار دیا ہے۔ اور اپنے فرائض کا احسن انجام دینے کے حقوق کے افراد کو دیتا ہے۔ بولنی قسمت کو دین کی ملت کی قسمت ہے اور اس مملکت کو دین کی ملت کی قسمت ہے۔ اس کا حقیقہ ہے کہ افراد کی زندگی نہ نعمت سے ہے نہ ازموحی ارباب باطنی حتیٰ باقی نہیں رہتی، اور ملت کے ہر فرد کو

میں شریعت ہے جس میں ہر فرد کو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاشرے میں دل و جان کا درجہ دیا ہے۔ اس لئے ان کو اس کی طرح عوام و ملت کا درجہ سے پہلے اور اب سے زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ ان کی حیثیت اب معاشرے کے جسم میں آنکھ کی تہ و دوئی طرح تازہ و جہاز سے ہوتے ہیں اور ایک معمولی ذریعہ سے ان کے لئے نہ کھٹک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ملت اور معاشرے میں امتیاز اور تفریق و تفریق کی حیثیت رکھتے ہیں کہ وہ ملت سے پہلے ملت کے تفریق اور تفریق و تفریق کو دیتا ہے۔ وہ ہر نظر کے لئے وقت و مزاج اور ملت کی پہلی طرف سے تفریق ہے۔ اور ہر تفریق اور تفریق کے موقع پر ملت کی تفریق میں تفریق دیتے ہیں۔ اب خدمت و قربانی کا کوئی موقع آتا ہے اور ملت و مملکت کے لئے تفریق دیتا ہے تو وہ سمجھتے







کہ وہ ان کے مقابلہ میں جائیں۔ یہ وہ تھے، ایک تختی پتھر اور بھائی علیؑ ابن ابی طالب، ایک چائے والے اور جاں نثار چچا حمزہ اور ایک دوسرے چچے زوہرؓ بنی عبیدہ بن الحارث۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضرت علیؑ آپ کے داماد ہونے والے تھے اور ان کے جان بوجہ بلا موت میں نہ ہونا اپنی جدائی جینی کے مستقبل کو خطرے میں ڈالنا تھا۔ ایسے چچوں پر دامادوں کی زندگی قبرستانوں کی طرف مزین بھی جاتی ہے، چنانچہ یہ حضرات مقابلہ کے لئے نکلے، حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ کا زوہرؓ، امام زین العابدینؑ آئے اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ بھی آئے۔ یہ اس طرز عمل کی ایک مثال تھی جو آپ نے اپنے خاندان اور اپنی ذات کے ساتھ اختیار کر رکھا تھا۔

دوسری مثال بیٹے، آپؐ خود کی حرمت کا اعلان کرنا تھا، جس کے لئے آپؐ کو ایک منہلی مثال پیش کرنی تھی، عرب میں جن لوگوں کا بڑے بیٹے پر سواری کا رواج تھا ان میں آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے، آپؐ اس موقع پر کسی قریشی مہاجر اور کسی مسلمان سرمایہ دار کا نام لے سکتے تھے، جو سو کے حرام ہونے سے پہلے یہ کاروبار کرتے تھے، لیکن آپؐ نے اس کے لئے صرف حضرت عباسؓ کے نام کا انتخاب کیا، مجھے معلوم نہیں ہے اہل خانہ میرت کی کسی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں ہے کہ آپؐ نے ان سے پہلے ذکر فرمایا تھا یا نہیں، آپؐ نے اپنے حمید الوداع کے خطبہ میں اعلان فرمایا کہ اس قانون کا سب سے پہلا اطلاق حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب پر ہوا، ان کا جو کچھ خطاب اور سوز و گمراہی کے نام سے وہ کالعدم قرار دیا کرتے تھے۔ "اولیٰ ربا اصعبہ ربا عباس ابن عبدالمطلب" (پہلا ربا جو میں ختم کرتا ہوں وہ عباس ابن عبدالمطلب کا سوا ہے۔)

اسی طرح آپؐ کو یہ اعلان فرمنا تھا کہ جہلیت (ما قبل اسلام) میں جو خون کے مطالبے چلے آ رہے تھے، اور ایک مقتول کے بد سے میں قاتل قبیلہ کے کسی آدمی کا قتل کر دیتا ہوں، سمجھا جاتا تھا، میں اس باہلی رسم کو بھی ہمیشہ کے لئے ختم کرتا ہوں، اس کے لئے بھی آپؐ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے مقتول کا نام لے سکتے تھے، جس کے خون کا بد نہ ابھی جس لیا گیا تھا اور آپؐ کو بہت سی ایسی مثالیں مل سکتی تھیں، لیکن اس کے لئے بھی آپؐ نے اپنے ہی خاندان کے روضہ ابن الحارث ابن المطلب کے بیٹے یعنی اپنے ایک بھتیجے کا نام لیا، آپؐ نے فرمایا "اولیٰ ربا اصعبہ اصعبہ اصعبہ ابن ربيعہ ابن الحارث ابن عبدالمطلب وکان مسترضعاً فی



میں لیت فقلہ ہلیل فہو اول ما بعد ابہ من دعاء لجزاہلیۃ"۱

ترجمہ:- اور پہلا جالی خون جس کو میں ساق کو کرتا ہوں وہ ریحہ ابن الفارث ابن عبدالمطلب کے بچہ کا خون ہے جو قیلہ نبویش میں دودھ چٹا تھا، اس کو قیلہ بن علی نے قتل کر دیا تھا، وہ جاہلیت کا پہلا خون ہے جس سے میں آغاز کرتا ہوں۔

لیکن جب زکوٰۃ کے مستحقین کے ذکر کا موقع آیا اور یہ بتانے کی ضرورت آئی کہ زکوٰۃ کس کس کو دی جاسکتی ہے اور اس سے کون کون فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ تو آپ نے اپنے خاندان نبی ہاشم اور قبیلہ بنی ہاشم کو اس نفع بخش اور دائمی مسئلے سے فائدہ اٹھانے سے محروم کر دیا۔ اور فرمایا کہ نبی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

### خواص امت کا طرز عمل

آئیے اب امت کے خواص کے صف اول کے لوگوں کی زندگی کا جائزہ لیں ان میں سب سے پہلے رفیق زہرا و رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام آتا ہے۔ انہوں نے جب خلافت کی آمدوری سنبھالی تو اپنے گزر و رفت کے لئے مسلمانوں کے بڑے اصرار سے جو روزیہ قبول کیا وہ ایسا تھا کہ جس سے تم میں شاید اس وقت کسی معمولی سے معمولی مسلمان شہری کی گزر بسر نہیں ہو سکتی تھی۔ حالانکہ وہ خلافت سے پہلے مسلمانوں کے آسورہ حال طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور مدینہ کے ایک کامیاب تجارتی شخص، اس روزیہ میں بھی ان کے اعتبار کا یہ حال تھا کہ جب ان کی وہی قبر میں منہ کا مڑو درست کرنے کے لئے اس وظیفہ میں سے کچھ رقم ملوے کے لئے پس انداز لگائی تو انہوں نے بیت المال کے امدادوں کو ہدایت کر دی کہ اب اتنی رقم کاٹ کر روزیہ دیا جائے اس لئے کہ تجھے بے نیازیت کہ اس سے شکرم میں ابو بکرؓ کے گھر لانے کا ضرور ہو سکتا ہے۔

یہ ان کی احتیاء اور طرز معاشرت کا ایک نمونہ تھا کہ وہ حقیقتہ خواص میں نہ گئے اور سب سے بڑے اسلامی منصب پر فائز ہونے کا مطلب یہ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ سب سے اچھا لگائیں، سب سے اچھے نہیں، وہ سب سے بہتر زندگی گزاریں، بلکہ اس کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ



وہ سب سے کم پر حق امت کر ہیں یا کم سے کم سب کے مساوی زندگی گزار رہے۔

اب ان کے احساس ذمہ داری کا ایک اور نمونہ دیکھئے، اسلام لارسلت کو جو ظہر طیش آئے اور ان کی زندگی میں ہوتا نک ترین گھڑیاں آئیں، اس موقع پر ان کا احساس اور ان کے قلب و دماغ پر کیا اثر ہوتا ہے اور وہ اس کا ورد اپنے ضمیر میں کس طرح محسوس کرتے ہیں؟ اس کے لئے ایک ہی واقعہ اور ان کا ایک ہی جملہ کافی ہے اور اسی میں ان کی سیرت کا پورا خوب اور ان کا مزاج اور انداز فکر آشکارا ہے، وہ جملہ طبقہ خاص کے لئے ایک تازیانہ اور ایک درس موعظت و عبرت ہے۔

جسب عرب قبائل میں آمدہ اذکی آگ بھڑکی اور بہت سے قبائل نے صاف صاف یہ کہنا شروع کیا کہ ہم نماز، روزہ اور حج کی فرضیت کے قائل ہیں لیکن ہم زکوٰۃ کو یہ حق نہیں دیتے کہ لئے تیار نہیں، اور اس طرح فرائض و ارکان دین میں تبدیلی کا فتنا اور اسودم میں تحریف کا زہر زدہ کھل رہا تھا، تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی زبان اس وقت چوخمرو بکھا، و تاراج نے حوں کا توں محفوظ کر دیا۔ یہاں یہ سب انہوں نے فرمایا۔ "انقص الدين و افاحى" یا میرے بیٹے جی دین میں قطع و برید ہو سکتی ہے، میں زندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے ہوئے دین میں کسر بیوت ہونے لگے، یہ قیامت تک نہیں ہو سکتا، میں ہی وقت اس فقے کے سد باب کے لئے اور اس دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کرنے کے لئے اپنی جان کی بڑی آگاہی اور بھیرے ہوئے شیر کی طرح میدان میں آئے۔ ان کی دینی غیرت اور ان کی صدیقی شجاعت و انتقامت نے ہمیشہ کے لئے دین کو ایسی تحریف سے اور امت کو ایسے خطرات سے محفوظ کر دیا کہ آج تک زکوٰۃ کا دکن ہی طرح زندہ اور تابندہ ہے جس طرح نماز، روزہ اور حج۔

### اہل فکر و قائدین کا مقام اور ذمہ داری:

ملت کو جو خطرات و مصائب پیش آتے ہیں ان میں بہت سے خطرات و مصائب وہ ہیں جن کو عالی اور کم پڑھے لکھے افراد بھی محسوس کرتے ہیں، ان کے احساس کے لئے کسی خاص ذہانت و فراست اور کسی خاص دور بینی اور باریک بینی کی ضرورت نہیں ہے مثلاً اعلیٰ و نازل مساوات و ہنگامے، عقلمندی اور بے روزگاری وغیرہ وغیرہ لیکن کچھ خطرات اور مصائب وہ



ہیں جن کو صرف وہ تو اس ہی محسوس کر سکتے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست کی دولت بخشی ہے، ان کی نگاہ معاملات کی تہہ تک پہنچتی ہے، اقوام و ملل کی تاریخ پر ان کی نظر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی حیثیت اور ملی غیرت کا جو بر بھی عطا فرمایا ہے، وہ ان خطرات اور مصائب سے ہر جہاں زیادہ "عنونی خطرات اور مصائب کو محسوس کرتے ہیں، اور مستقبل کے تصور سے ان کی راتوں کی نیند راز جاتی ہے۔ مثلاً ذاتی و تہذیبی ارتداد کا خطرہ اس زبان و کلمہ سے عروجی جو دینی معنوا سے مالا مال اور اسلامی روح و مزاج کی حامل ہو اور جس سے نئی نسلوں کا اپنے اسلاف اور حال کا باطنی سے رشتہ قائم ہوتا ہے۔ نیا نظام تعلیم جس کے اثر سے مسلمانوں کی نئی نسل کا اسلامی تعلیمات سے نا آشنا اور خلاف اسلام اور منافی، توحید عقائد و افکار سے متاثر ہونا بالکل قدرتی امر ہے، مسلمانوں کی اپنی مستقل شخصیت اور ملی خاصاں اور اسلامی تہذیب سے عروجی اور اکثریت کی تہذیب، فلسفہ اور شخصیت میں تحلیل ہو جانے کا خطرہ ہے، یہ وہ خطرات ہیں جن کی تشخیص کو صرف طبقہ خواص کے لوگ ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ وہ اکثر اقبال کے الفاظ میں اس طرح گویا ہوتے ہیں:

”کچھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

قرآن شریف کی آیت ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا

وَاتَّقُوا، اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر کرو ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو اور مورد چوٹی پر جمے ہو

اور ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہو تاکہ (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو۔

اس آیت میں ”صبر و“ کے ساتھ ”صابر و“ کی ہدایت و یقین کی حکمت اور اس کا راز بڑا

غور طلب ہے، اقوام و ملل کی زندگی اور قوموں کے فروع و زوال کے مسئلہ میں صرف انفرادی صبر و

استقامت کافی نہیں ہوتی، اجتماعی صبر و استقامت اور ہمت و اشتغال کی ایک عام نفاذ اور ماحول

کی ضرورت ہوتی ہے، اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہر فرد دوسرے فرد کے لئے باعث تقویت،

اس کا پشت پناہ، اپنی جگہ پر صابر و تقسیم اور دوسروں کے لئے صبر و استقامت کا داعی و مبلغ ہو۔

کی زندگی، اس کا ایران و یقین، اس کا صبر و توکل، اس کا عزم و حوصلہ، اس کا بلند کردار، دوسرے



میں اعتماد پیدا کرنے کا ذریعہ اور ان کے لئے شعلہ رو دیو، اس کو دیکھ کر اکثر تے جو نے قدم بہ قدم چائیں، افسر وہ طبعیت اور پست ہمتیں بلند و مستحکم ہو چکیں۔ اس فضا میں بے ہمتی اور بے صبری کی بات کہنا اور کرنا ایسی ہی مشکل ہو جائے اور معیوب سمجھا جائے جیسے ترواد مذہب کے ماضی اور خوف و ہراس کے عالم میں صبر و ہمت کی حقیقت و ثبات و استقامت کی ہدایت۔

### حفاظت دین و امت کا مورچہ:

پھر فرمایا "اور ابطوا" (اور مورچوں پر جیسے روئے) اس موقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ مورچے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک فوجی اور دینی، دوسرے معنوی مورچہ فوجی و دینی مورچہ بھی بہت اہم ہے، اور زندہ و فیروز قومیں اس پر کھنٹے ٹیک دیتی ہیں اور اس کی حفاظت میں جان کی بازی لگا دیتی ہیں، مگر یہ مورچہ قومی زندگی میں فیصلہ کن حیثیت نہیں رکھتا، قوموں کی زندگی میں میدان جنگ کی شکست یا کامیابی مورچے سے پسپائی ان کی قسمت پر مہر نہیں لگا دیتی، دنیا میں قومیں شکست بھی کھاتی رہی ہیں، اور فتح بھی حاصل کرتی رہی ہیں، اپنے ممبروں سے ملتی بھی رہی ہیں اور ان کو واپس بھی مٹی رہی ہیں، مہذبہ نبویؐ اور صلیب اور صلیب اسلام کے ہر عہد میں یہ شیب و خمر اور یہ سرد و گرم پیش آتے رہے ہیں، اور جو قوم اس شیب و خمر سے نہیں گزرتی اور شکست کی کٹنی سے اس کے ہموار کان بھی آشنا نہیں ہوتے، دوسری فتح کی لذت و جاودہ - سے آشنا ہوتی ہے، اس قوم کی عداوت پر نریہ اعادہ نہیں کیا جاسکتا، اس لئے قوموں کی تربیت کے لئے یہ دونوں تجربے ضروری ہیں اور خدا نے اپنے محبوب و مخلص اور اس سے برگزیدہ اصحاب کو ان دونوں رستوں سے گزر دیا۔

لیکن معنوی مورچوں کا معاملہ ان سے بالکل مختلف ہے، کسی معنوی مورچہ پر شکست و پسپائی بعض اوقات عسکریوں و جہازوں پر اس کا فیصلہ سارائی ہے اور بعض اوقات اس سے کسی قوم و امت کی قسمت پر مہر لگ جاتی ہے، آج ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو بھی معنوی مورچہ درپیش ہے، امت کی جد گاہہ شخصیت کا مورچہ، اسلام کی مستقل جدہ یب کا مورچہ، اسلام کے عالمی قانون (پر عمل لاء) کا مسئلہ، زبان و بھجور کا مسئلہ، آئندہ نسلوں کی تعلیم کا مورچہ، ان مورچوں کی حفاظت "خوہش" ہی کر سکتے ہیں، اس کے لئے جس علم، جس فہم، جس احساس، جس وراثت، جس



اور حقیقت شامی اور ہفتھ کی ٹیکس نے سے جن وسائل و ذرائع کی ضرورت ہے۔ وہ ان کی طرف سے پاس ہے۔ ان کی بروقت فراہمی اور مستعدی ان کی بے پناہی اور دروندی مددگار کے لئے اس نہر کو کھانی سکتی ہے اور ملت کو اس خطے سے محفوظ رکھتی ہے۔ ان کی ذرائع غلطت اسٹیبلشمنٹ کے قاعدہ و مسائل اور عدم جان کے حساب سے متبادل سے دو کر سکتی ہے۔ انہوں نے اپنے ذاتی مقاصد و مقدمات و مدت کے مفاد پر اپنی ذات کو پیش کرنے والے اور ان کا راز و کھاتہ کو ملت کے حقیقی مقاصد پر ترجیح دینا تو ان کا چارہ بڑھتا ہے۔

فرمانگر کار بار چاہے ہم کھل نہاں شد از نظر

کیونکہ خفاں ہوا، محمد سال، ہم دور شد

ملت کے نمائندوں کی کمزوری کا تھیاز:

ان نمائندوں کی جو صرف اپنی دولت، جنوں، کاروبار اور نفسی و مادی ترقی و ترقی کی وجہ سے ملت میں سمجھے جاتے ہیں، ورنہ ان میں بڑے آدمی نہیں ہوتے ہیں۔ ملت کے مفادات و ضروریات سے غفلت ہے۔ ان کی غفلت اور غلط پیشہ واریت، ان کی بے جا دولت کا تھیاز استعمال اور ترقی کا اشارہ ملت اور اس کے مستقبل پر اتنا اثر انداز نہیں ہوتا۔ اور اس کی قسمت کا فیصلہ اس طرح نہیں ہوتا جس طرح ملت کے ان نمائندوں نے کیا، وہ تو عین ہمتاز ہیں۔ ان کی غفلت اور غلطی کی طرف سے اس کو بے جا و بھروسہ کے ساتھ اس میں ملت فروشی نہ کیں تو ملت کا حتمی نتیجہ پر پہنچ جاتا۔

یہ دولت جو اپنے دل کی اعمال، ملت کی پکار اور ضمیر کے تقاضے کے بجائے اپنے ذاتی مفادات اور شخصی کامیابیوں کو ترجیح دیتے ہیں، وہ چاہے کتنی ہی ذہن و عقل کے حامل ہوں، ان کے غرض میں ہمتاز ہو جاتا ہے۔ ان کی غرض و مقصد کی طرف توجہ نہیں ملتی۔ ان کی بات کہتے ہیں اس کی زبان نکلتی ہے اور ان کے لب سے یہ کہتے ہیں کہ ملت کے مفادات کے وقت میں اس کے اندر ترقی و غیرت کو کوئی جگہ نہیں ملتی۔ اس کو عالم نے ہی تو نہیں نہیں دتی، وہ اپنی نفسانیت کا گھبراہٹ دیکھتے ہیں۔ اور ان کو یہ قرار دیتے ہیں کہ اس کے حصول کے لئے بڑے بڑے مالی نقصان کو برداشت اور بڑے بڑے مالی و انسانی قربانی دینا ہے۔ ان کے پاس مضرتیں یہ دیکھ کر کہنے میں ان کو ہمت نہیں ہوتی، بعد ازاں بعض اوقات اپنے ایک سو دو نمائندوں



معدود عارضی جاہ و اقتدار کے لئے پوری ملت کو خطرہ ہے جس گرفتار اور اس کے بڑے سے بڑے مقدس، شام اور دیش کا سودا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اقبال نے "شیخِ حرم" کہہ کر اسی طبقہ کی تصویر کھینچی ہے، جس کے ہاتھ میں بدقسمتی سے ملت کی قیادت و قہر مندی چلی ہے، وہ کہتے ہیں:

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ نکھانے ہے  
گلیم ہوز ڈھونڈی اور لیس و چادر زہرا

ملتان اور قوسوں کی تاریخ اور خصوصیت کے ساتھ اس مدت کی جڑیں شاہد ہے کہ اسی طبقہ کی تعمیر فرمائی، یا بے حمیہ کی، مفاد پرستی، جاہ طلبی اور اقتدار کی ہوس نے بڑی بڑی شخصیات اور عظیم العمر مسلمانوں کا چراغِ فکر کر دیا اور پوری ملت کو آن کی آن میں زہل کر کے رکھ دیا، غفلت عہدِ سہ کا خاتمہ، بغداد کی تباہی، بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ، سفلیتِ مغلہ کا زوال، مسعودی اجماعی ہوئی طاقت کا خاتمہ اور فیچ کی ناکامی، ترکوں کی شکست اور مقاماتِ مقدسہ اور مملکت طبرستان کا اتحادیوں کے زیر اثر آنا، سب اسی طبقہ کی مدتِ فریسی، جاہ و اقتدار کی ہوس اور انسانیت کا نتیجہ ہے۔

ملت کے نمائندوں اور منتخب افراد کی ذمہ داری:

ایک جمہوری، آزاد و ترقی یافتہ ملک میں یہ اچھا یا برا سرورِ ملت کی حفاظت یا مالت کی بلاست کا پارت "خو جس" کا وہ طبقہ اور کرتا ہے جو مجاہد قہر و زور، پیرِ ریاست اور اسماعیلوں میں اس ملت کا نمائندہ جو حکومت و انتظامیہ میں بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں پر فائز ہوتا ہے، یا سیاست و ریاست میں اونچا مقام پر فائز ہے، یا ملک کے دانشوروں، افسرِ قہر و مضمرین میں ہیں کا شمار ہوتا ہے، یہی طبقہ کا ایک ایک فرد ہزاروں، لاکھوں کے مقابلے میں زیادہ وزن و اعتبار رکھتا ہے۔

اس طبقہ کی ذہنی تربیت، اخلاقی جرات، معمولی قربانیاں، عہدوں کے لئے ملت کا مستقل صحفہ کر دیتی ہیں، اور جو کام بعض اوقات لاکھوں کروڑوں پانچ سو سیکڑے دے سکتے، وہ یہ سبھی بھر جماعت انجام دے دیتی ہے، وہ کسی ہی مسئلہ پر ایک زبان ایک



آواز ہونے اور ملت کے دین اس کی تہذیب یا اس کی ثقافت اور فطری یا اس کے قانون و شریعت کو بچانے، ملامت کو باعث با اصول رکھنے کے لئے اپنے ذہنی مفاد کو نظر لاتے ہیں اور امتداد کی کرسی اور جاہ و اعزاز سے دستبردار نہ ہونے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں، مایوں ہائے قانون ساز کی رعایت، جہد و تہمت اور قیادت، جہد سے اور اس مقصد سر پہنچنے کے سارے پرکاش کے برابر بھی یہ معلوم ہو تو چشم زدن میں بڑے بڑے فیصلے بدل جائیں، ناممکن ممکن ہو جائے، خطرے کے پیمانہ اور چٹانیں ریت کے ذرات میں تبدیل ہو جائیں اور پوری ملت، عزت و توقیر، شرف و اعتبار سے ممکن رہو۔

لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو، جان و نعمت کے اجتماعی مفاد سے مقابلے میں اپنی کرسی عزیز ہوتی ہے اور اپنا مفاد مقدم، جان کو اپنی سے اپنی خطر و مصلحت لینے کی جرأت نہ ہوتی، یا حکومت و اکثریت کی پیشانی پر اپنی ہی تنہا ہونے کی ہمت نہیں ہوتی، وہ اپنے حقیر فائدے کے لئے موت کے بڑے سے بڑے نقصان، اس کی تہذیب کا زوال اور اس کے جہنی و دنیوی ارتداد سے گوارا کر لیتے ہیں اور ملت کے تمام مفادات، اس کی موت و حیات کے مسئلے سے - گناہیں بند کر کے اپنے منسوبوں کی تکمیل، اپنے خواہوں کی تعبیر اور اپنے محلوں کی تعمیر میں لگے رہتے ہیں، اور کوئی بڑے سے بڑا اقتدار، خواہش کا تازیانہ، جان کے خمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی نہیں دیتا تو پھر اس ملت کی قسمت پر مہربانگ چلتی ہی اور اس کے بڑے سے بڑے نقصان و صبح اور چارہ نرو میاں اس کے درد کی دوا نہیں کر سکتے۔

یہاں آ کے دیتا ہے دلاور نیس







## دین کی نبوی مزاج، اور اس کی حفاظت کی ضرورت

یہ تقریر حضرت مولانا امجد علی دہلوی نے ۱۹۶۸ء میں ۳ نومبر ۱۹۶۸ء کو جمعہ صومالیہ میں فرمایا۔  
 اس وقت اسلامی دنیا میں قرآنی تعلیم، اس وقت کی تعلیم کے مقابلے میں، فقہ و فرائض اور اسلامیات کے علاوہ  
 دین کی تعلیم کو نہ دیا جاتا تھا۔ اس میں بھی شامل تھا اور سجادہ نبوی۔

الحمد لله رب العالمين و الصلوة والسلام على سيد المرسلين حافظه  
 النبيين محمد و آله وصحبه اجمعين و من تبعهم باحسان و دعا  
 بدعوتهم الي يوم الدين امين۔

جناب قائد مقام امیر جماعت، رفقاء، جناب نور محمد حاضرین، میں سب سے پہلے تو  
 آپ کی اس عزت و فرائض کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دین کا اظہار آپ نے اس وقت اور پھر اس  
 جہاد میں کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ آپ کے حسن نیتوں کے لیے، جانب راستہ کرے اور واقعات کو  
 چمکا کرے۔ حق کا آپ نے اس مجاہد میں، میں اظہار کیا ہے۔ یہ اس میں ہے کہ اس وقت  
 میں ایک ایسی صاحب سم فہم ہیں متہ سے خطاب کر رہا ہوں، جس کی تشکیل غلام مطاع پر  
 ہوئی ہے۔ یہ جواب کا وہی ہے جس میں اس نے میری تقریر میں اگر انبیاء و نصرت و آقا آپ اس  
 کو پہنچا دے۔

آپ نے جس میں حسن نیت اور اعتماد کا اظہار فرمایا ہے، اس کا بھی حق ہے اور میرے  
 سمیر اور میرے محمد و فکر و مطالعہ اور تجھ کا بھی تقاضا ہے کہ میں آپ کے ساتھ جہاد رکھوں جو  
 مجھے تو بھی عزیز ہے، اور اس کو اہم اور ضروری سمجھتا ہوں، حدیث میں آتا ہے، الامیوم من احد  
 کلم حسنی بحسب لاجعہ غایبہ نفسہ تم میں سے وہی نہیں مومن نہیں ہو سکتا (نہایت تو  
 حدیث کے یہی ہیں، مگر ہر روز علماء نے بہت سے اعتراضات اور خدشوں سے بچنے کے لئے  
 اس کا مضبوط اس طرح بیان کیا ہے کہ تم میں سے وہی نہیں مومن کامل نہیں ہو سکتا)۔ جب تک  
 کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرنا ہے، وہ وہاں حضرات اور



جماعت کے افراد سے اس کی بھی امید کرتا ہوں کہ جس خاصہ اور جس انداز سے میں بات کہہ رہا ہوں، اسی خاصہ اور انداز کے ساتھ آپ اخذ بھی کریں گے اور اسی طرح دوسروں تک بھی پہنچائیں گے۔

حضرات، جس جماعت سے کسی تعلیم، تحریک، فلسفہ یا دعوت کا اخذ کیا جائے، اسی جماعت کا مزاج کی تحریک، تعلیم یا دعوت یا فلسفہ میں جاری ساری ہوتا ہے، یہ ایک قدرتی بات، ایک فطری عمل اور سنۃ اللہ ہے۔ آپ جن استادوں سے پڑھتے ہیں، ان استادوں کا طریق فکر، بلکہ انداز گفتگو بعض اوقات چال و چال بھی اس سے ملنے لگتی ہے۔ آپ جس گروہ کے ساتھ زیادہ اٹھتے بیٹھتے ہیں، شعوری یا غیر شعوری طریق پر آپ کے فکری سانچہ کو، آپ کے اساسات کو، آپ کے طریق تعبیر اور اظہار، مافی الضمیر کو متاثر کرتا ہے، یہ قدرتی بات ہے کہ ایک فن طلب ہی کو لہجے (خواہ طلب قدیم ہو یا طلب جدید) میں نے دیکھا ہے، اسی طریقے سے ہونہار شاگرد لہجہ لکھتے ہیں، اسی طرح سے مرضی کی شخصیت کرتے ہیں، وہی پرہیز اور اسی طرح کی امتیاضیں بتاتے ہیں، بلکہ بعض اوقات دیکھا ہے کہ وہ نقل بالکل مطابق وصل ہوتی ہے، اسی طریقہ سے جو لوگ کشتی کا فن سمجھتے ہیں، وہ اپنے استادوں کے کرتب دلوں پیچ و کھازے میں اترنے اور اودھاتھ کرنے کا انداز اپن لیتے ہیں۔

اقبال نے اپنی غزل اور شاعری کے متعلق کہا ہے مگر حقیقت اس سے زیادہ وسیع ہے۔

ہے دگ ساز میں روح صاحبِ راز کا لہو

میرے بھائیوں! یہ دین، جس کی نعمت سے اللہ نے ہم کو اور آپ سب کو سرفراز فرمایا ہے، نہ دانشوروں سے اخذ کیا گیا ہے نہ حکما، فلاسفہ سے نہ سیاست دانوں سے نہ اہل حکومت و ہدایتان ملت سے نہ فاتحین سے نہ خائس ذہین لوگوں سے یہ ماخوذ ہے انبیاء علیہم السلام سے، اس لئے اس دین کے اخذ کرنے والوں میں اس دین پر چھنے والوں میں اس دین کی دعوت دینے والوں اور دین کا گروہ پیش کرنے والوں میں دنیا، علیہم السلام کا مزاج باری و ساری ہونا چاہئے، یہی اس "انداز" کے طالب علموں کی سب سے بڑی ترقی و سعادت اور (تعبیر غلط نہ ہو) معراج ہے کہ وہ "نبوی مزاج" زیادہ سے زیادہ اخذ کریں، اس میں کامیاب ہوں۔ میں اس موقع پر آپ کو ایک لطیف سناتا ہوں، جس سے شاید میری بات زیادہ سمجھ میں



آئے رکھتے ہیں اور تک زریب۔ قلیم کے پاس ایک بھائی تھا، وہ مختلف روپ بدل کرتا تھا، اور تک زریب ایک فرزند و تجربہ کار شخص تھے، جو اس طویل و عریض ملک پر حکومت کر رہے تھے، اس کو بچپن سے، وہ خود اس کے دینے کے ذمہ تھا، اس نے بچپن سے تو قذوف کا بھیجیں بدل کر آ دینے سے بھیجیں بدل کر آتا پھر وہ جڑھاتے اور کہتے کہ میں نے بچپن سے تو قذوف کا بھیجیں بدل کر آ دینے سے تو قذوف سے وہم اپنا عازر آ گیا۔ خیر میں آجہاؤں تک خاشاوشی رہی، ایک عرصہ تک وہ بادشاہ کے سامنے نہیں آیا، دو سال دو سال کے بعد شہر میں یہ افواہ کرم ہوئی کہ کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں، اور قلاں پہاڑ کی چوٹی پر غنوت نشین ہیں، چلے بیٹھے ہوئے ہیں، بہت مشکل سے لوگوں سے ملنے میں کوئی بڑا خوش قسمت ہوتا ہے جس کا وہ سلام یہ نہ قبول کرتے ہیں، اور اس کو باریابی کا شرف بخشے ہیں، بالکل تھکا ہوا اور دیا سے کوشہ گیر ہیں، بادشاہ حضرت عبدالغنی ثانی نے حکم کیا کہ کتب کے پرورد تھے، اور ان کو انتواع ست کا خاص ہتھام تھا۔ وہ اتنی جلدی کسی کے معتقد ہونے والے نہیں تھے، انھوں نے اس کا کوئی فوٹو نہیں لیا، ان کے راکٹیں دربار نے کئی بار عرض کیا کہ کبھی جہاں چاہ بھی تشریف لے چلیں، اور بزرگ کی اہمیت کریں، اور ان کی اہمیت انھوں نے مان دیا، اوپر مرتبہ کہنے کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا مجھے چھوٹا حجت ہے، اگر خدا کا کوئی خلص بندہ ہے، اور خلوت کر رہا ہے، تو کسی زیارت سے قنوتی ہو گا، بادشاہ تشریف لے گئے، اور وہ اب ہو کر چھ کئے، اور دعا کی درخواست کی، اور رتہ و رتہ کی، اور ویش لے لینے سے حضرت کی بادشاہ وہاں سے رخصت ہوئے تو درویش ٹھہرے ہوئے تھے، اور آداب بجالائے، فرشی ملاں کیا اور کہا کہ جہاں چاہو مجھے نہیں بچپان سکے، میں وہی بہرہ دیا ہوں جو کئی آیا، اور سرکار پر میری شمعیں ٹھہرائی، بادشاہ نے اقرار کیا، کہا کہ بھائی بات تو ٹھیک ہے، میں اب ہی بار نہیں بچپن رکھا لیکن یہ بتاؤ کہ میں کب تمہیں جی ہوائی رقم پیش کی اس کے لئے تم یہ سب کمالات دکھاتے تھے، تو تم نے کہاں نہیں قبول کیا، اس نے کہا کہ میں نے جن کا نہیں ہوا تھا، ان کا یہ شیوہ نہیں، حسب میں ان کے نام پر چہلا، اور میں نے ان کا کردار ادا کرنے کا بیڑہ کیا، تو مجھے شرم آئی کہ میں جن کی نفس کر رہا ہوں، ان کا طریقہ نہیں سیکھ سکا، بادشاہ کی رقم قبول کریں، اس لئے میں نے نہیں قبول کیا، اس واقعہ سے دل و دماغ کو ایک پست لگتی ہے کہ ایک بہرہ دیا یہ کہہ سکتا ہے، وہ پھر انید وک، حسب و حوت، انبیاء علیہم السلام کی دعوت



قبول کر کے ان کا مزاج اختیار نہ کریں، یہ بڑے قسم کی بات ہے، میں نے یہ ایذاً تغیرت مجمع کے لئے نہیں بلکہ ایک حقیقت کو ذرا آسان طریقہ پر ذہن نشین کرنے کے لئے سنایا۔

آدم، اہلی بیت، یوں، یارین کے ترجمان میں شمار کیا جیسے یہ بات پیش نظر رکھتی چاہئے کہ یہ رین اور دعوت ہم نے انبیاء علیہم السلام سے اخذ کی ہے مگر انبیاء علیہم السلام یہ دعوت سے گریز آتے تو ہم کو اس کی، ابھی نہ گنتی قرآن شریف میں آتا ہے کہ جب جنت والوں کو آخرت میں ان سے ملے گا، اور وہ جنت میں ہوں تو ان کے قہر کہیں گے، کہ "الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله" (شکر ہے اس خدا کا جس نے کہ ہمیں یہاں تک پہنچایا، اور ہم یہاں تک پہنچنے والے نہ تھے، مگر اللہ ہمیں یہاں تک نہ پہنچاتا) ہدایت کے معنی پہنچانے کے ہیں، اس کے بعد انھوں نے ایک بڑی حقیقت بیان کی، جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں، ہم جو یہاں تک پہنچے، عقل و دانش کی راہ سے نہیں پہنچے، تجربہ کی راہ سے نہیں پہنچے، شرافت نفس نشی اور ریاضت و مجاہدہ کی راہ سے نہیں پہنچے، فتنہ و فساد کی راہ سے بھی نہیں پہنچے، پہلے تو انھوں نے اجمالاً کہہ دیا ہے "وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله" (ہماری رہائی یہاں تک نہ تھی، مگر اللہ ہمیں یہاں تک نہ پہنچاتا تھا، لیکن خدا کے یہ پہنچانے کے طریقہ ہوتے ہیں، اس کا بھی ایک ذریعہ ہوتا ہے، تو اس کا ذریعہ کیا ہوا؟ کفہ جہالت و ضلالت بالحق، "ہمارے رب کے قاعدہ حق نے کرائے، جان نجات یہ ہے کہ خدا کے الٹی اور سفیر حق سے گریز نہ کرتے تو ہم پوئی بھٹکتے، رہتے اور آج جنت کے بجائے ہمارا کوئی دوسرا مقام ہوتا یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ جس چیز نے ہم کو اس قابل بنایا، وہ چیز دانشوروں، فلسفیوں، سیاستدانوں اور تجربہ کاروں سے سے اخذ کی ہوئی نہیں ہے، پیغمبروں سے اخذ کی ہوئی ہے، اور اس کا کوئی ذریعہ نبوت و رسالت اور اس کے حاملین (انبیاء، مرسلین) کے علاوہ نہیں ہو سکتا، ہم نے اس کو قبول کر لیا تو اس قابل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ان نعمتوں میں سعادوں اور صداقتوں سے فیض یاب اور بہرہ و اندوز ہوں، اور دوسروں تک بھی ان کے پہنچائیں۔

اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ نبوت کا مزاج کیا ہے؟ نبوت کیلئے متخرب کیا چیز ہوتی ہے؟ نبی کے سوجھنے کا اندازہ کیا ہوتا ہے؟ اس لئے اس وقت آپ کے سامنے تین چیزیں عرض کرتا



ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ نبی کی دعوت، جدوجہد اور قول و عمل کا سب سے بڑا محرک و محرک الہی کا جذبہ ہوتا ہے، کوئی اور چیز ان کے سامنے نہیں ہوتی کہ اس کے نتیجہ میں یہ ملے یا وہ ملے۔ یہ جذبہ ایک ایسی شمشیر برہند ہے، جو ہر چیز کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے، سوائے رضائے الہی کے، ان کا کچھ مطلوب نہیں ہوتا، میرا ملک مجھ سے راضی ہو جائے، ایسے ٹھٹھے سب کچھ مل گیا طائف کی دعا کی روح پہ آپ غور کریں، اور طائف کے منظر کو آپ سامنے رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی امیدوں، اور بڑی توقعات کے ساتھ طائف تشریف لے جاتے ہیں، صائف کا سفر آسمان نہیں تھا، بہت دشوار گزار راستہ، پہاڑ کی چڑھائی اور چھری سواری، ایک ایک رفق (زیادہ) ایک دو رشتہ) آپ وہاں پہنچے تو کیا ہوا؟ وہاں کے سرداروں نے کچھ دباؤ شوں کو اشارہ کر دیا اور انھوں نے پتھر پھینکنے شروع کئے اور جتنی سنگ باری کی کہ ٹھٹھیں مبارک سے قدم مبارک نہیں نکلتے تھے، قدم مبارک لہو لہاں ہو گئے تھے، اس وقت پاؤں پر اتنا زخم نہیں آیا تھا، جتنا دلی پر آیا تھا، کیا امید لے کر آئے تھے، اور کیا ہوا، یہاں تو کوئی بات سننے کا بھی روادار نہیں ہے، اسی حالت میں آپ نے یہ دعا فرمائی، اس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ رشتے انہی کی قیمت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اللھم الیک انشکو ضعف فونسی وفنۃ حیثی وھوانی عسی الناس، رب المستضعفین الی من تکلنی الی بعدہ بنجھمنی أو الی عدو ملکک" فسر میں "فرماتے ہیں کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے فریادیں ہوں اپنی کمزوری کا، اور اپنی بے چارگی اور بے سروسامانی کا، لوگوں کی نگاہوں میں سے فتنی، بے بسی اور بے کسی کی آپ سے شکایت کرتا ہوں، اے کمزوروں کے پروردگار میں تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے؟ ایک ایسے بیگانہ کے جو مجھ سے ترش روئی کے ساتھ پیش آتا ہے، یا کسی دشمن کے حوالہ کرتا ہے کہ جس کے ہاتھ میں تو نے میری زمام اختیار کر دی ہے۔"

اب دیکھئے یہاں نبی کا مزاج اپنی پوری شانِ تہائی کے ساتھ جلوہ رہتا ہے، اوپر کے الفاظ کے بعد جو نقل ہوئے معاف فرماتے ہیں "ان لم یکن بک علی غضب لئلا یأبائی غیر ان عافک من اذع فی" (اگر تو عاف نہیں ہے تو مجھے کس بات کی پروا نہیں ہے، الہیت اتنا ضروری ہے کہ افسان ہوں تیری ہدایت کا طلب ہوں) تو پہلی چیز جو نبی کے مزاج کی بنیادی ہوتی ہے وہ



رضائے الٰہی ہے، وہ جو یہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان کو یہ علوم ہو جاتا ہے کہ ہم نے یہ حق  
ہو چاہا ہے، اور تبارک و تعالیٰ ہم سے راضی ہو گیا تو چہ ان کو یہ غلطی ہو، انہیں کوئی کہ نہیں یہ غلط۔

اس کی ایک واضح مثال حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ہے کہ "كنت فیهما الف صفة  
الا حدسبیس عاصداً" یعنی اس میں تیرا ایک ہزار تیرا سو دو سو تیرا سو تیرا سو تیرا سو  
طرز حدوتہ ولی، ان رات ایک گروہ ہے، اور وہوں کی آیت پڑھتے۔

قال رب امی دعوت قومی لیلانہار (نوح ۵)

کہا کہ میرے بھائی میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بلایا۔

فعم الی اعلمت لھم واسررت لھم اسرار (نوح ۱۵)

پھر میں نے انہیں ان کی بات کی اور انہیں اسرار چھپی گئی۔

اس سب کے بعد یہ بات یاد رکھنا اس صفا الافلعلیل "ان" نے ہاتھ پر چمکائی  
یہ ان کے ہاتھوں پر چمکے جاتے ہیں، انہیں ان کی بات کی، کوئی شہوت نہیں، کوئی  
کام تو وہیں نے کر دیا، میں نے اپنے رب سے راضی کر دیا، اب آئے اللہ کا کام ہے۔

## سیدنا حضرت حسینؑ کا کارنامہ

تو پہلی بات یہ ہے کہ دین کے ہر عمل کا مقصد صرف رضا کے الٰہی ہونا ہے، اس  
رضائے الٰہی کے سلسلے میں اگر ساری ملکات، عادات، باتھ سے غلطی ہو تو وہ ملکات غلط نہیں  
بمقامی، اور رضا کے الٰہی۔ یعنی باتھ میں سب سے مافیہ فوق، ملکات ملی نہیں بلکہ غلطی، اس  
لئے میں حضرت حسینؑ کے کارنامہ کو بتا کر دیکھتا ہوں، اور میں ان کو بالکل دکھاؤں  
سمجھتا ہوں، انہیں غلطی تو مگر ان کی راق کے لئے اس طرح سید پر ہوا جاتا ہے، اس طرح  
ہماری ہوتی ہے، انہوں نے اس کی غلطی قائم کر دی کہ کسی عادیہ کے خلاف (وہ اس پر کوئی  
لیکن ان کا وہ کارنامہ الٰہی جدوجہد ہے، تو اس کا یہ ہے، امر بالمعروف نہ کہ نہ دونا تو بعد  
میں بڑی مشکل پیش آتی، میں سمجھتا ہوں، یہ وہی ہے، یہ ہمارا ہے، یہ اس پر ہوا، امر بالمعروف  
کی جادہ ہے، یہاں میں بالکل غلطی کی جادہ ہے، لیکن اس کے خلاف کوئی آواز بلند نہ  
ہو، ان کے بعد عادات میں اس کی کوئی غلطی نہیں۔



فرق تو بہت بڑا ہے، جہم کا بھی بڑا فاصلہ ہے، اور شخصیت کا بھی بڑا فرق ہے، لیکن یہی معاملہ شہدائے بالاکوت اور حضرت سید احمد شہید اور شہداء سہمیں شہید کا ہے، کہ آج ایک پیسہ زمین پر ان کی جماعت کی حکومت نہیں، اور خدا کا شکر ہے، اور میں اس پر اللہ بڑک تو لے گی بارگاہ میں شکر ادا کرتا ہوں، میرا بھی بن کے خاندان سے

حق ہے، الحمد للہ ہم نے ان کے کام اور ان کے نام سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، ہمارے خاندان کے افراد ملازمین کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں، عام مسلمانوں کی طرح رہتے ہیں، نہ کوئی سہاگنی ہے، نہ کوئی خاوری، اور نہ یہ کہ انھوں نے جو یہ سست بنائی تھی، اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، لیکن ہم خوش اور مطمئن ہیں کہ انھوں نے اپنا فرض ادا کیا، اور خدا کے سامنے سرخرو ہیں۔

سودا قدر عشق میں خسروست کو نہیں  
بازی اُتر چلے نہ سکا سر تو نکھو سکا

## قابلِ غور مقام

انبیاءِ عظیم اسلام نے کے پیش نظر صرف رضائے الہی کا مسئلہ ہوتا ہے اور ہر چیز میں وہ سوچتے ہیں کہ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے یا نہیں؟ سر بلندی اور افتخار اور حکومت یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں، اپنے وقت پر اپنی شرطوں کے ساتھ ملتے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی چیز مطلوب نہیں، چنانچہ آپ دیکھئے کہ قرآن مجید میں ایک جگہ قیہ ہے کہ:-

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ.

یہ دار آخرت لوگوں کے لئے مخصوص کریں گے، جو زمین میں سر بلندی نہیں چاہتے اور نہ فساد چاہتے ہیں، اور اچھا انجام متقین کے لئے ہے (آیت ص ۷۷-۷۸)

لیکن دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا، وَأَنْتُمْ الْإِعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران ۱۳۹)

ہمت نہ ہارو، غم نہ کرو، تم ہی اعلیٰ ہو تم ہی موطو حاصل، تاکہ اگر تم سو من ہو

اب دونوں میں تفتیش کس طرح کریں گے؟ صاف مطلب یہ ہوا کہ تم غلومت چاہو، ہم



خبروں میں ملے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سچا یہ کہرام کسی نے غنائیں چاہیں اور تواضع و رشا اور قربانی سے کام لیں، اللہ تعالیٰ نے بشارت نظر رکھا، ان کو علم عطا فرمایا، تو کوئی چیز تو یہ ہے کہ مطلوب صرف رشتے لے لیں ہو، اور رشتے ایسی کے ساتھ کہ ساری دنیا کے نامہ اور ساری دنیا منافات سے دست بردار نہ رہا، تو وہ کامیابی ہے، اور رشتے انہی کے بغیر امر ساری دنیا کی سلطنت ملتی، تو وہ نامہ کافی ہے، یہ دنیا مٹا کر رہتی ہے، اور ایسی ہی تکلف کے اور بغیر کسی پانچ کے پیغمبروں اور ان کے چچے زمین میں پیدا ہو جاتا ہے، قرآن شریف میں یہی مضمون کو اس طرح سے ادا کیا ہے، "یوم لا یفزع مال ولا نسب، الا من اتى اللہ بقلب سلیم" جس انسان میں کچھ فائدہ نہ ملے، نہ فائدہ بیٹے، یہاں جو شخص خدا کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بیٹے کے) اس میں غیر اللہ کے مقاید میں کوئی اور محرک، کوئی اور طاقت، کوئی اور خواہش نہ ہو، اور حضرت امیر المومنین کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے، "لا جفاء و لا غلب سلیم"۔ جب وہ اپنے رب کے پاس (غیب سے) پاک دل لے کر آئے، قلب کو تسلیم سلیم بنانے کی کوشش ہمیشہ جاری رکھی جاتی ہے، اور برابر اپنے قلب کا احتساب جاری رہنا چاہئے، کہ اس کے اندر سیاسی مقاصد، دلی مفادات، سود و سر بلندی کا شوق تو کامیابی میں گمراہ ہے، اقبال نے صحیح کہا ہے۔

براہینِ نثر پیہ اور مشکل - نہ ہوتی ہے  
دلی - سینے میں چپ چپ کر رہا کجی ہے تصویریں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "ان السبطان یحوی من المؤمن معجری السلام" شیطان مومن کے جسم میں بعض اوقات اس صورت سرایت کر جاتا ہے، جس طرح خون رکوں میں دوڑ جاتا ہے، حضرت امیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی قلب سلیم کی دعوت تھی، ہر کینہ و حسد کا لب لبوب، اور اللہ کے قلم بندے جو مومن اور قلوب کا عالم کرتے تھے، ان کا کام یہی تھا کہ قلب میں بیہودہ چاہتے تھے کہ ان کے پاس اٹھتے تھینے والے قلب سلیم کے مل ہو جائیں، ان کے اندر سے زہر کی محبت، مال کی محبت، جاؤ کی محبت، وراثت کی و محبت (جو اللہ پر رک و تعلق کے اتمام کی قیاس میں مضمحل ہو) نکل جائے۔

دوسری یہ ہے کہ وہ انبیاء (اور کائنات انبیاء) اور کائنات کی تعلیم اور تہذیب رب و تعالیٰ کے احکام



کے بارے میں بڑے غیور ہوتے ہیں، وہ اس میں کوئی مرد و بدل نہیں کرتے، وہ اس کو بھول کا توں، بے کم و کاست پسو نچاتے ہیں، نہ کوئی (ذاتی) رشوت قبول کرتے ہیں، اور نہ کوئی رشتے دیتے ہیں، کوئی مانے نہ مانے، کوئی ان کی طرف آئے یا نہ آئے، وہ اپنی بات ایسی انداز میں کہتے ہیں، جس انداز میں خدا نے ان کو وہ بات عطا کیا اور سمجھائی ہے، مثلاً: ایسا ہوا کہ کفار نے مسلمانوں سے کہا کہ کچھ دن ہمارے بھول کی عبادت کر لو، اور کچھ دن ہم تمہارے بھول کی، خدا کے پیغمبرؐ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔

لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد۔ (انفالہ: ۲۰۶)

شق میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتے ہوں، اور نہ تم ہی میرے معبود کی عبادت کرتے ہو۔ طائف کے قبیلہ ثقیف نے چاہا تھا کہ "لات" کو جو قبیلہ بنی ثقیف کا بڑا بت تھا، عویا قریش کا بت "ہل" کا ہمسرہ تھا، نہ توڑ جائے، اور میں کی کچھ عرصہ تک عبادت کرنے کی اجازت دے دی جائے، انھوں نے کہا کہ ایک سال: فرمایا ہرگز نہیں، چھ مہینے، فرمایا ہرگز نہیں، ایک مہینہ، فرمایا ہرگز نہیں، ایک دن ہرگز نہیں، پھر اس کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، انھوں نے جا کر اس کو پاش پاش کر دیا، انھوں نے کہا کہ ہم دین میں داخل ہوتے ہیں، نہیں نماز سے ہم کو معاف کر دیا جائے، فرمایا "لا عسیر فی دین لا نکوع فیہ" ایسا دین میں کچھ کھائیں جس میں خدا کے ہاں سننے، جھٹکانا ہو۔

میرے بھائیوں، دوستوں!

تو ایک بات تو یہ ہے کہ وہ کسی قسم کا سمجھوتہ (Compromise) نہیں کرتے، وہی زبان، وہی الفاظ بولتے ہیں، جوان کے پیغام اور کار رسالت سے مناسبت رکھتے ہیں، آخرت کی صاف صاف دعوت دیتے ہیں، جنت، دوزخ کو پیش کرتے ہیں، ایمان بالغیب کا سہل سہل کرنا ہے، ان کے زمانہ میں بھی مختلف فلسفے تھے، ان کے زمانہ میں بھی مختلف گروہوں کی مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں، وہ اس... واقف نہیں ہوتے، ان کے زمانہ کے بھی رائج الوقت تھے جو تھے ہیں، وہ ایسا ایک نکتہ بھی... انہیں نہیں کرتے، صاف بات کہتے ہیں، اللہ پر ایمان لاؤ، اس کی صفات پر، اس کے فعل پر... لاؤ، فرمایا کرو مگر تمہیں جنت ملے گی، ایک مرتبہ بھی نہیں کہتے کہ تمہیں حکومت ملے گی... کہتے ہیں، تمہیں جنت ملے گی، اللہ کی







کہ اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔

اس کی ایک مثال اور دیا ہوں، جبکہ ابن ہنہم ایک بڑا عرب سردار تھا، طسلی ریاست ملک شام میں ایک پورا اٹلیت تھا، ایسے ہی جیسے برطانوی مہمہ میں، ہمارے یہاں، بیرو آباد وغیرہ کی ریاستیں تھیں، وہ اسلام لایا تو ہزاروں اس کے ساتھ مسلمان ہوئے، ملکہ آقا قلم طواف کرنے لگا، ایک معمولی عربی ہڈ بھی طواف کر رہے تھے، طواف میں اس کا شہنی لباس چادر نکال رہی تھی، جبکہ ایک بڑے آدمیوں کا دستور تھا، اس پر اس بدو کا پاؤں پر کیا، چادر گر گئی تو اتنا مسکرا کہ اس کا کھل گیا، اس نے اس بدو کو تھپڑ مار دیا، بدو نے یہ دست تو تھپکی ہو سکتی تھی کہ وہیں تھپڑ مارا، اس نے امیر المؤمنین حضرت عرفانہؑ کے پاس شکایت کی اور کہا کہ جبکہ ابن ہنہم نے مجھے تھپڑ مارا ہے، جبکہ نے کہہ کہ میں تو مسیحہ بن میں نہیں رہ سکتا، یہاں میری ماں کی بے حرمتی ہو رہی ہے، چلا آیا، تبیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیشانی پر شکن بھی نہیں آئی، بے بدو نے اس کا کام جانے، تبیں عمر رحمہم الہی کو نہیں بد نہیں تھے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے گزارش کی فلاں معزز تھپڑ کی عورت نے چوری کی ہے اس پر بارہ مولیٰ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معصہ جاری نہ ہو، آپ نے فرمایا تو سرقت فاطمہ بنت محمد لقطعت یلھا "اگر فالمرہ بنت محمد لقطعت فاطمہ بنت محمد لقطعت یلھا" کا ہے تو یہاں ہوا، ابھی نہ تھا، ابھی چوری کرتی تو اس کا بانیقہ کا تار فرمایا کہ اللہ کے حدود میں نہ ریش کرتے تو اور اتنا فرمایا کہ حضرت اسامہؓ نے مجھ کو کچھ کہنا اور جدہ جاری ہوئی۔

تو ایک بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام دین کو اس طرح پیدا کرتے ہیں، انہیں اصطلاحات کے ساتھ پہنچتے ہیں، جو تفسیروں کی دعوت اور آسمانی کتابوں میں آئے ہیں بلکہ ان کا حکم کا تحفظ کرتے ہیں، اور دین کی تعمیر اس نہیں کرتے کہ جس سے یہ خیال ہو کہ بہت سے لوگ تو پڑھ لکھے ہیں، بہت ذہین ہیں سمجھتی کر چلے آئیں گے، بالکل جیسی چیز ان کو ملتی ہے، وہی ہی چیز ان کے سامنے رکھ دیتے ہیں، لیکن حکمت کے ساتھ ان کا عمل اس آیت پر ہوتا ہے۔

أَفْخِ الْمِي سِيلَ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالنَّحْلِ ۚ ۱۲۵

"اے رب کے راست کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے یاد۔"

لیکن اس میں یہ ضرور ہوں نہیں جیت کہ ذہن دوسرے رخ پر چلا جائے، یہ بڑی مزاحمت اور



ریہ دین جو اسی وقت تک محفوظ رہا ہے وہ خدا کے فضل کے بعد اسی وجہ سے ہے کہ امت کے ہر دور میں غنائے ربانی اس کی حفاظت کرتے رہے، انہوں نے اس کی روٹ کی بھی حفاظت کی، مراتب کی بھی حفاظت کی کہ دین کا جس حکم جس کنجہ جو مقام ہے وہ باقی رہے، جو چیز جس مقام کی ہے وہیں رکھی جائے عبادت عبادت ہے، فرائض و فرائض ہیں، ارکان ارکان ہیں، ایمانیات ایمانیات ہیں، آخرت آخرت ہے۔ انہوں نے دنیا و آخرت پر غائب ہونے نہیں دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ امت میں بے عملی ہے، ہم سب خطا کا داؤد کمرور ہیں لیکن یہ دین محفوظ ہے، آج تک دین میں تحریف نہیں ہو سکی، اس کے برخلاف عیسائی کلیسا کے داؤد باروں زور پائیل کے شارمین نے اپنے زمانہ کے بعض جدید نظریات پائل میں شامل کر لئے۔ پائیل میں شامل نہ ہونے تو اس کی شرح اور اس کی تفسیر میں ان کو شامل کر لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ نظریہ بدلتا تو پائل بھی متزلزل و مشکوک اور سافٹ لاء اعتبار ہو گئی، پائیل کی تفسیر میں انہوں نے لکھ دیا کہ زمین پٹیلی ہے اس لئے کہ اگر جیٹی نہ ہوگی تو خدا کا وجود عارضاً قیامت کے دن سب کو کیسے ہو گا؟ پائل کی یہ شرح علامہ ربیعہ کوئی ہرزمنہ کی کہویت کا نظریہ تسلیم کر لیا شیخ، پائل پر بھی قدر خاص کا اثر پڑا، اس کی حقانیت پر اس کی منزل میں اللہ اور کلام الہی ہونے پر بھی اثر پڑا۔

آخری بات عقیدہ آخرت کا اجتماع ہے، وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی نقطہ ہے جو لوگ انبیاء و کرام علیہم السلام کے اقوال و احوال کے مطالعہ میں زندگی گزارتے ہیں، ان کے کام کا صحیح ذوق رکھتے ہیں، وہ صافہ محسوس کرتے ہیں کہ جیسے آخرت ہمیشہ کی نظروں کے سامنے ہوتی ہے اور اس تفسیر (آخرت و سعادت اور سعادت و شقاوت کی تمام تفصیلات کے ساتھ) ان کی آنکھوں کے سامنے کھڑی رہتی ہے، وہ ہر وقت ہمت کے شعبدے اشتیاق اور جنم سے شدید خوف کے عالم میں رہتے ہیں، یہ بات ان کے لئے بالکل مشاہدہ اور زیب و قہر کی شہیت رہتی ہے، جو ان کے شعور و احساس اصعب اور قوت فکر پر غالب آ جاتا ہے۔

آخرت پر ایمان اور وہاں ملنے والی لہری سعادت اور ناز و دل شقاوت اور ان تمام انعامات (جنہیں اللہ نے اپنے نیک بندوں کیلئے مہیا کر رکھا ہے) اور تمام عذابوں (جو کافران کافروں کیلئے تیار کئے گئے ہیں) کا بعد وقت فکاہوں کے سامنے آنا، یہی انبیاء کرام







اسے اللہ ہمیں ان دلوں میں شامل فرمائیں کہ تحقیق تو نے فرمایا ہے  
و اما الذین بیعت وجوہہ ففی رحمۃ اللہ ۛ ھم فیہا حلفون ۛ

(۲۰۔ عمران۔ ۷۵)

اوپر لوگوں! جن کے عہدِ سفید ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور ان کی باتیں بھی شہر ہیں گے۔  
ہیں انکی پر آپ سے رخصت ہو گئے تھے: پوزر تھے پتا ہمیں

و آخر کو انان ائمہ ہدایہ میں۔



دُعوت اور حکمت دعوت

[illegible]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء  
والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين. اما بعد.

بھئی بات ہو محض مرزا کہتا ہی حکومت ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والنوعمة الحسنة و جاد لهم بالنی  
حسن ان ربک هو اعظم من فضل عن مسیئہ و هو اعظم بالمہمتلین (أصل - ۱۲۹)  
آپ اپنے پیروکاروں کو اپنی طرف پر اپنے حکمت سے اور انہیں نیکیت سے  
امور کے ساتھ اہل کتب کے پیوند و طریقے سے پیشکش آپ کا پیروکار (حق) خوب جانتا ہے  
کہ کون اس کی رستہ پر گاہا ہے اور وہی ہدایت پر گئے ہوں گے (حق) خوب جانتا ہے۔  
حضرات عرب العزت کا یہ خطاب اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آخری  
اسٹیج کے لئے ہے کہ چونکہ اس امت کے بعد کوئی امت نہیں ہے اور وہ اس کے آخری رسول کی  
آیت ہے جس میں دعوت و ہدایت کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے اور مان لیا گیا ہے:

ادع الی سبیل (تک بالحقکما و الموعظة الحسنة) (النحل: ۲۵)  
 آپ اپنے رب کی طرف علم و حکمت اور انجمنی شخصوں کے ذریعے بلائے۔  
 حکمت سے مراد ہے عمل، ایمانی، سلیقہ، حسن تدبیر، دینی اور دنیاوی بات کو واضح کر کے دل  
 میں نہ رکنے کا طریقہ، اور طریقہ نہ ہونے کا شہادت پڑنے کا شہادت ہونے کا  
 اس میں غلط نہ ہو، یہ سب کتب حیرت و رخشوت و عظمت کا سبب ہے۔  
 اسے عہد میں خدا کے محبوب ترین بندہ موسیٰ علیہ السلام کو امی عہد کے خدا کے معصوم



تقریب بندوگم، چھٹا کہ فرعون کے پاس جانے اور دعوت دینے کا حکم ملتا ہے، لیکن طلاق اور زنی سے بات کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

اذھب انی لفرعون انه طعی احدہ ۳۰

اور میں فرعون کے پاس ہاؤ وہبت گل چنات۔

اس سرکش اور جانی کے ساتھ بھی دعوت دینا صحیح ہے، تھوڑا کرنا ہے؟

فقو لالہ قول لالہ ۱۰۲

پھر اس سے قرآن کے ساتھ بات کرنا۔

بات چکی اور چکی ہو کر اندازہ کر دیتے تھے، خوش آئند تھی کہ ہو۔

لعدہ بنا، کمر اوپن تھی ۱۰۳

تایہ وہ (برائیت) شجرت قیو کر لے یا (مذاب لہی سے ڈر جائے)۔

تاکہ وہ نصیحت پکڑے، یہ ذوق کی بات سن کر اس کے دل میں خشیت و خوف پیدا ہو

یا۔ اور اپنے کفر و طغیان اور شر و ظلم سے باز آئے، اگر بھی بات نہ کہنے کا انداز میں ملے

تو وہ ذرا مدح و ستائش دینا شروع کرے گا، شاعر نے لکھا ہے۔

کیتے میں رو بھٹی ڈنگن پرکھ ط

بھٹی بات کو بھٹی، سچ کہنا ہی سچا اور حکمت ہے، اور جو طلب سے دور، جواب بھی

کرنا چاہتا ہے اس میں بھی طلاق ملتا چلا جائے، یہ ان ٹھہرے اور نوجوان کے موقع پر بھی اس کی ہدایت تھی۔

وحاد لہم مائی عی احسن (الحسن ۱۰۴)

امان کے ساتھ مجھے چیتے سے بحث کیجئے۔

تاکہ ملے والے اور، کیجئے والے، اسی کے طریق استعمال سے متاثر ہوں، چاہے

میں طلب پر اثر نہ ہو، اگر طریق بحث و مجالس حسن طریقہ نہ ہو تو میں غیب میں سچا اور نیک

فہرست کی بناء پر خود متاثر ہوگا، اور ایسا نہ ہو تو بھی نہ سہیں، وہاں معین پر حسن چارہ کا ذکر و اشارہ

پر کیا، یہی حقیقت اس آیت سے بھی واضح ہوتی ہے۔

ان ابرہیم کان امة فانتا قلہ حبیبنا، ومع یک من المشرق کیں (الحسن ۱۰۵)

یہ ایک ابرہیم کا، امة فانتا قلہ حبیبنا، ومع یک من المشرق کیں، یہ ایک طرف کے دو



رہے تھے اور وہ شرک کرنا والوں میں نہ تھے۔

ان کو اس طریقہ استدلال، دلیل، حکمت و موعظت اور احسن جوابوں کے باوجود:

حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

طریقہ متعقبات (یعنی) صاحبِ اسلام تھے اور مشرکین میں سے (بھی) نہ تھے۔

کا خطاب عطا فرمایا گیا، اس لئے کہ ان کی دعوت میں عکس تھی، اہل سنت نے بھی اہلیت تھی، سیاست نہ تھی، لہذا ایک مومن مسلمان کو بھی یہ طریقہ تبلیغ اختیار کرنا لازم ہے، عقائد کی اصلاح کے لئے بھی "ادع الی سبیل ربک بالحکمة" کا طریق کار ہی مفید ہے، بات کتنی ہی ضروری اور لازمی ہو، وہی کے سامنے مقصد یہ ہونا چاہئے کہ مریض کا علاج کرنا ہے، اس میں پیار و مروت اور محبت اور سختی و نرمی، تیز و ہندی کی وجہ سے مریض تجربہ کار مشہور و کمتر اور حکیم کے پاس جانے سے بھی ذرا بے علاج و معالجہ کی بات کی الگ ہے، اہمیت کو پیچھا ملتا ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ وَدُفِرَ رَحِيمٌ (التوبہ: ۱۲۸)

(اے لوگو!) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر بھیج دیا ہے، جو تمہاری جنس (نشر) سے ہیں، جن کو تمہاری حضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہارے منفعت کے لئے خواہشمند رہتے ہیں، (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے بالخصوص ایمانداروں کے ساتھ) یہی توفیق (اور) ہم بان ہیں۔

اس پر عمل کرنا آپ کے ایک امتی پر بھی لازم ہے، وہ دوسرے انسان کو حکمت، عقل اور محبت و پیار سے دعوت دے کر سبقت دے سمجھا کر عقائد کی اصلاح کے لئے مائل و راغب کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر و تبلیغ اور دل موزی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

فَلَعَلَّكُمْ بَادِعَ نَفْسِكُمْ عَلٰی اَتَاہُمْ اِنْ لَمْ يَزِدُّوْا بِهٰذَا الْفِعْلِ اِسْفَا

(التوبہ: ۶)

اے پیغمبر! تمہاری حالت تو ایسا ہو رہی ہے کہ جب لوگ یہ ( واضح ) بات بھی نہ مانیں تو مجب نہیں ان (کی بجائے) کے پیچھے۔ رے انہوں نے اپنی جان ہلاکت میں ڈال دی (حالانکہ یہ ماننے والے نہیں)۔



لعنک مایع نفسک الایکو یوامر عین (۱۳۰۳)

نیا آپ اپنی ذات کو ان کے ایمان الٹی خاطر بااست میں ڈال دیں گے؟  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور درونی کا تقہ نہ تھا کہ ایک ایک آدمی اپنے  
مالک مختار کے آستان پر سر جھکا کے اور کوئی اس در سے سر نہ دے پائے، آپ نے حضرت علی کرم  
اللہ وجہ سے فرمایا ہے:

لا ینھدی اللہ بک رجلا خیر لک من حصر النعم

سرخ اونٹوں سے بھی کہیں بہتر ہے کہ ایک آدمی کو تمہارے زنجیر سے ہدایت ہو جائے

واقعات سے مرید بن رہے

سن ۱۰۷۱ء کو بھی ایک دروہندہ اور دانشمند زائر اور معائنہ کی طرح مریش کا غیرانہ لکس میں کر  
طرح کر رہے، حکیم یا داکٹر کا مقصد مریش کو رہنا نہ ہو بلکہ صحت یاب کرنا ہونا چاہئے، عقیدہ  
وہمید کی بات تو بالکل صاف کہی جائے اور شرک کی تردید بھی ہو، لیکن دوائی میں سب خوراک  
... واز پودہ نیز با مقدار میں زیادہ ہونی یا یکدم کھلا دی جائے، ایسا تو تیرہ واثت سے زیادہ  
... مریش کا کام تمام ہو جائے گا چونکہ بات واقعات سے مربوط ہو کر زیادہ خوبی کے ساتھ  
بہد میں آئی ہے اس لئے دو ایک واقعات سنئے۔

چند واقعات

دیکھئے اللہ کے بندے جن کے دلوں میں عشق الہی کی آ لگ گئی تھی، وہ بھی صحت سے  
نفس طرح کام کرتے رہتے ہیں، شیخ جمال الدین ایرانی کہیں جا رہے تھے، آثار میں نے  
مقامی مسلمانوں کو تاراج کیا تھا، اتفاق سے اسی روز آپ تہ تاری شہر ادو تعلق ہو  
... کار کھینچتے تھا، ہوا تھا، اور یہ تاری شہر ادو چغتائی شاخ کا ولی نعمت تھا، جو ایران پر حکومت کر  
رہی تھی، شہر ادو کی عکار گاہ میں جب شیخ جمال الدین اتفاقاً داخل ہوئے تھے اور پہرہ داروں کو پکار  
کر شہر ادو کے سامنے آئے تو شہر ادو نے ایک مسلمان فقیر صورت و کچھ کرور و بھی اپنی کونہ کرور  
جو کون تاری اس وقت بڑی حقارت کی نگر سے دیکھتے تھے، بعد شکوئی ملی، اور غصہ سے پوچھا، تار  
میرا یہ تاراج ہے، یا تم شہر ادو نے غیظ و غضب سے بات کی تھی، شیخ جمال الدین نے سفید و نواز



میں جواب دیا، انھوں نے فرمایا: اس کا قصہ فیصلہ کرنے کا یہ موقع نہیں بہتر اور بولا، مجھ اس کا کون سا موقع ہوگا؟ فرمایا: وہ میرے حاضر یعنی وفات کے وقت ہی واضح ہوگا مگر میں کائنات کے پیدا کرنے والے مالک و حدود شریع کی صحیح معرفت اور اقرار پر فوت ہوا تو میں آپ کے لئے سے بہتر ثابت ہوں گا بصورت دیگر یہ کتابی مجھ سے بہتر و خوش قسمت ہوگا مان کے اس جواب سے شیخ ادو کے دل پر ایک چوٹ لگی، شیخ ادو نے شیخ سے کہا، جب تم سنو کہ میں تخت نشین ہوا ہوں تو اس وقت مجھ سے آکر شیخ جمال الدین کا شیخ ادو کی ولی عہدی بنی۔ کئی زمانہ میں دینا سے کہج کرنے کا وقت آ گیا، آپ نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ میں دینا سے رخصت ہوتا ہوں، جو کام میرے ذمہ تھا وہ محمود شاہ خیمہ اس کو پورا کر سکو، ورنہ تمام وقفہ بیان کیا۔

شیخ جمال الدین کی وفات کے بعد جب ولی عہدی تان پوشی ہوئی تو پھر شیخ کے فرزند اپنے والد بزرگوار کی وصیت پورا کرنے کی خاطر روانہ ہوئے، شاہی محل کے دروازہ پر پہنچے، ان سے نو کا اور دروازہ سے بنایا، آپ نے ایک درخت کے نیچے چلے بٹھایا، اور وہی انصراح اذان دی، جس سے بادشاہ کی آنکھ کھل گئی، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ کوئی مسکین صورت آدمی باہر بیٹھا ہے، اس نے نہی یہاں لگائی ہے، جس سے بادشاہ کی نیند میں خلل پڑا، بادشاہ نے غصہ کر کے اس کو گرفتار کر کے لانے کا حکم صادر کیا، یہاں خدین کو چکر کر کے باقی بادشاہ کے پاس لائے، وہ مجھے یہ انھوں نے اپنے والد کا سلام پہنچا کر بتایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا، ورنہ اس کا کوئی بدلہ نہیں مل گیا، جو آپ نے کیا تھا، اور شکار کا واقعہ جو ولی عہدی کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ یاد دلایا، بادشاہ کے دل پر جب دوسرا چرکا لگا، اور فوراً اپنے اسرار کے اقرار کر کے وزیر سلطنت کو بلا دیا، اور اس سے یہ قصہ کہہ، وزیر نے جواب دیا کہ میں تو پہلے ہی مسلمان ہو چکا ہوں، مگر میں نے اس کو پوشیدہ رکھا تھا، اس طرح ایران کی یہ چٹائی تان ری شائع تمام محل کاروں، فوج، مسیت، صفا، مویش اسام ہوئی، اس طرح ایک اللہ والے نے ایرانی تاناری سلطنت میں اسلام کو کیسے پھیلایا کہ ساری تاناری قوم مسلمان ہو گئی۔

ایسے ہی ایک دوسرا واقعہ ہے کہ مولانا شیخ علی صاحب جو حضرت مولانا ولایت علی صاحب صاڈیہوی کے تربیت یافتہ تھے، اور ان کو خیال دین سرحد کی حد کرنے کے الزام میں۔ (جنہوں نے حضرت سید صاحب کے بعد ان کا کام جاری رکھا تھا) ۱۸۶۳ء میں پچائی کی سزا



ہوئی تھی۔ مولانا بالائیل کی ایک کتاب ہے کہ ایک کوٹھری میں بچوں تھے۔ جس میں بڑا اور روشنی کیلئے کوئی راستہ نہ تھا۔ سخت گرمی کے دن تھے۔ بچوں نے آئینہ معائنہ کے لئے آئینہ کو خیال ہوا کہ ایسے مال میں تو یہ مر جائیں گے۔ مقدمہ ابھی باقی ہے۔ اس نے فہم دیا کہ ہر دوازہ گھار ہے اور سنت کی پیروی پر کلمہ ہے۔ یہ سن کر یہ سنت کی بات سمجھ گیا کہ کلمہ دیتے تھے۔  
 دو چہاں اپنی ڈیوٹی سمجھ لیتے، آپ ان کو بڑے صبر کر کے حضرت یوسفؑ کا مسئلہ تو میرے لئے لکھتے:

يٰصَاحِبِ السُّعْنِ اٰرْبَابَ مَظْهَرٍ فَوْنٍ غَيْرِ اِنَّ اللّٰهَ الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمَ  
 مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ الْاَسْمَاءِ سَمِيْعٌ مَّوْحَا اَنْتُمْ وَاَنْتُمْ اَوْ كُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ يٰهَا  
 مَنْ سَلَطْنَ اِنَّ الْحَكْمَ اَلَا لَـهُ۔ فَمَرِ الْاَتْعَبُوا الْاَلْبَابَ، ذٰلِكَ اَنْتُمْ اَلْبَابِ  
 وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ صافات: ۳۰-۳۱)

اسے قید خانہ کے قیدیوں میں فرق ہے۔ جو ایک سمجھتا ہے کہ حق تو سب سے بڑا ہے۔ اسے  
 وہ سمجھتا ہے کہ تو خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو۔ اس کو تو  
 نے اور تمہارا ہے۔ آپ دادوں نے (آپ ہی) ظہر دیا ہے۔ خدا خود نے تو ان (کے) سمجھ  
 دئے (کی کوئی دلیل) (حقیقی یا نقلی) (نہیں) نہیں۔ (اور) ظلم دینے کا اختیار (صرف) خدا ہی کا  
 ہے (اور) اس نے ظلم دیا ہے۔ بجز اس کے اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی (توحید) کا سیدھا  
 طریقہ ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اور ان آیات کی تلاوت اور تفسیر فرماتے یہ سن کر ان پر ہر وہ اوروں کے آنکھوں سے آنسو  
 نکل پڑتے اور ان پر سناٹا چھا جاتا، اور سب ان کا پیرو بڑا جاتا تو وہ خوش ہوا کرتے کہ ان کو  
 سب سے بڑا دیا کے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں کتنے بندگان خدا کے ہیں تو حید  
 کا بیچ پڑ گیا اور ان کو وہاں نصیب ہوا۔

مولانا جعفر تھا اسری کی ناکھیت

اسی طرح مولانا جعفر صاحب کو جب "کاف" کی پانی کی سزا دی گئی تو کوئی غم فکر ان نے  
 چہرہ پر نمودار نہ تھا۔ انگریز تماشائیوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انھوں نے فرمایا: یہ موت نہیں  
 شہادت ہے۔ جو ایک ایسی نعمت ہے جس کے مقابلہ میں تمام دنیا کی سلطنت چھوٹے ہے۔ وہاں بھی



وہ تبلیغ دینِ حق سے انجام دیتے رہے، شبیل در پور میں بھی دو اور ان کے رفقاء تھے۔  
 کر ستونِ حیدر کی موت اور مصیبت سے رہے، اور بہت سے بندگانِ خدا نے ہدایت پائی، مومنوں کی  
 غلی صاحب کے پاس ایک رات کو ایک بدکردار بدنام پندھی کا ستر آ کر آیا۔ وہ اس نے  
 مولانا کی عبادت لکھائی، اور دعا لکھی، اور آواز لکھی، اور بھی تو سب وہاں اور جگہ لکھائی  
 تھیں، اسی طرح جنس میں بیویوں بندگانِ خدا کو ہدایت ہوئی اور ان کی زندگی بدل گئی۔

اس طرح اللہ کے بندوں میں ہر سبب دل کا سوز اور دماغ کی روشنی ہوا، دونوں مل کر کام  
 کریں تو پھر نتیجہ واضح ہے، اگر ایک شکاری جانور شکار کرنے کے لیے نکلتا ہے تو  
 ایک سگ اپنے مقدس کام میں شگفتہ سے کام کیوں نہ لے جو اس سے بہتر مقدمہ رکھتا ہے، شکار  
 سب سے بڑا مسئلہ مرض ہے، اس کا علاج بھی نکلتا ہے۔ اگر اس میں ہے، لہذا نرم ہو کر بہت پس  
 ہوتا کہ سننے والا انوس، جو تو علاج کا اثر جلد ہوگی، شکار کی کے متعلق اللہ سے ہے۔

ان الله لا يقهرن بشرک به و يقهر ما دون ذلک لعن ینساہرہا۔ ۱۱۰  
 بیکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور  
 اس کے سوا اور جسے سزا دیں، جس کے لئے اللہ بڑا قادر و قہر مند ہے۔

تو ہم پرانی اور مخلوق پرستی سے نکالنے کے لئے حقِ نرمی برتی جائے، اس سبب سے ایک  
 پورے شجر پر سے سب کو سکست ہی سے خدا کے صحیح راستہ پر پاہنک ہے، آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جب منافق سعد بن عبادہ و بنی النضیر نے ایمان لیا تو دیکھ کر  
 کہا:

اليوم يوم الملحمة ليوم تمحل لکعبة اليوم اذن الله قريشا  
 آج بڑے کا دن ہے، آج کعبہ میں آزادی کے ساتھ قتل کیا جائے گا، آج اللہ نے  
 قریش کو نکل دیا ہے۔

وآحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلے اليوم يوم المعركة اليوم  
 بحر اللہ قریستان و يعظم الله الکعبة (آج رات عام کا دن ہے، آج اللہ کیس کو عزت  
 دے گا، آج کعبہ کی عزت بڑھائی جائے گی) کا اعلان فرمایا، اور حدیث میں اللہ عزت سے  
 جھنڈا لے کر ان کے بیٹے کو دیا، جھنڈا لکھنے میں باپ کی جگہ بیٹے کا ہاتھ آیا تو اس شکست میں



سے اور امتیازات کے درمیان میں قائم کر دیا، آپ نے ان کے شہر و دیہات، اہل و عیال، ان کے  
 انیسویں کی دشمنی بہت اور دقت سے بدل لی، آپ غارت کا اندازہ کر لیتے، انیسویں کے  
 اور زبردستی ان کو ان کی عزت کی آگ - فتنہ کی دہلی، اور ان کے دروازے کھلے، ان کو دہلی  
 انکس میں رہتی ہیں کہ ہمارے بڑے کس راستے سے گذرے تو میری تبلیغ اور بہت سے مشایخ  
 نے پرہیز کا وعدہ کئے ہوئے تھے کہ جب کہ وہ کس راستے سے گذرے گا وہاں انیسویں کو پہلی  
 حضرت سید علی ہرانی، سید عبدالرحمن، شہل، بدو، قیہم، کرم، اندوہ سے شہر کی کل پس و پیش  
 دہلی کے چشموں کی سیڑھی کا اٹھانے والے تھے، بلکہ نو جوانوں، حق دہلی، بیوانوں،  
 خیر زادہ، دہلی، قطع کر کے کلہر جی کی اشرعت و بیعت کی نگاہ سے انہیں نے تکیہ میں آپ  
 انیسویں میں، انکس کی تعداد میں انہوں کو تھیر کا علقہ بکوش پاتے ہیں، میں نے یہی بات ذرا  
 تفصیل سے یہ مع مسجد کی تقریر میں کی تھی، اخیر میں میں شائع ہو کر میں نے ہمارے  
 انیسویں کو شکر کیا، انہیں اپنے باوجود اس کا نیا حق تھا، اور میں انیسویں کو یہی بات  
 کا قرینہ ملتا، وہ میری پوری فکر میں اس مجموعہ میں شامل ہے۔

### توحید کی دعوت میں انس پیدا کیا جائے

توحید کی دعوت میں انس پیدا کیا جائے، اللہ کی سدا کی اور ایمان میں نہ رہا ہے،  
 انیسویں کے سامنے میں تاریخ الہی بات ہے، علمی اختلافات کی اختلافات بہت سال، ہر سال میں دو  
 کو یہی ہے، میرے کا مضمون انیسویں کے ساتھ ہی یہ بہت جلد ہے، علمی اختلافات کا موقع اس کے بعد  
 ہے، بزرگوں کا کام تو یہ ہے کہ ان کے ساتھ رہے، حضرت مولانا شریف علی قاسمی  
 رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے ایک بڑے شیخ اور بڑے تھے، جو سلف حنفی پر عمل کرتے تھے، انیسویں  
 اہل نہ بیٹے عامان کے ساتھ ہوئے، اور رفع یدین کے ذریعہ ان کے انیسویں کو توحید کی توحید کا  
 آپ کی تحقیق رفع یدین سے متعلق بدل گئی ہے، تو اللہ بات ہے انیسویں کو یہی ہے، چھ ماہ  
 ہے تو میں اس سے پھوڑنے کے لئے نہیں رہا، مگر تو۔

آپ کو دیکھئے کہ اللہ کی مخلوق ایمان پر رہی ہے، اور سب سے بڑی بات قرآن  
 وحدیث کی تبلیغ ہے، یہی چیز دعوت تبلیغ کی اصل واساس دہلی کی ہے، مسلمانانہ خصوصیات اس  
 کے بعد آتے ہیں، مسلمانانہ خصوصیات میں بہت بڑے کچھ ہیں، لیکن جذبہ دین و توحید جو یہ ہے،















اکبیرؒ اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی ہوتی، اس کا دارالافتاء ہی کچھ کچھ غلط ہے، جس نے اس میں کسی کی محبت ہو اور کسی کی عزت ہو، محبت تو اس نے کی (راہی پسندیدگی، اس کو کچھ لینا، یہی انسان کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے محبت سے حصہ بخشا، یا ہو، اس آخروں کا میانی ہے اور عزت اس لئے کہ جب کوئی معزز آدمی کسی سے خوش رہتا ہے، خوشی کا اظہار کرتا ہے، تعریف کرتا ہے، تو یہ تو فانی چھوٹے نہیں مانتا، اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑتے، بہت سی اس کی مثالیں ہیں، جیسے دھرم پتہ دھام میں رہا سنتوں میں کیا، ہوا کرتا تھا کہ وہاں سے آئے اور کہہ "مہاراجہ صاحب شکر کروئے تھے، اور مہاراجہ صاحب نے یہ کیا تھا کہ خیریت ہے، آئیے ہوئے ماتھ بھی، اور ماماٹھ کیا تھا، اور بیوٹوں پر تھوڑی سنسکراہٹ بھی تھی، اس وقت بہت آدمی بیٹھے تھے، لیکن مہاراجہ صاحب نے یہ بی طرف دیکھا، فرمایا کہ اب تو خاصی مدد صاحب مران وچھا ہے، ہاں بے اچھے ہیں؟ ایک صاحب کا واقعہ ہے کہ گھر آئے تو بات نہیں کرتے تھے، بیوی بچوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ کوئی تعریف ہوئی؟ بہت مشکل سے بولے کہ میں کام ہے۔ یہ بات نہ کر کے آیا ہوں، اب اس وقت سے کسی سے بات نہ کرنے لگی تھیں، چاہتا، جیسے کوئی بہت مزیدار چیز کھاؤں، جو تو اس کے بعد کوئی نہ کوئی چیز یاد رکھا، نے تو آدمی جتنا ہے، وہ کچھ مزاج، اب وہ چائے کا ماگھی مزاج رہا ہے، اس کا وہ انھوں نے کہا کہ اب حاکم سے بات نہ کر کے آیا ہوں، اب کس سے بات کروں، بات نہ کرنے کوئی نہیں چاہتا، یعنی وہ جو عزت ملی تھی، وہ بدلتی رہے گی، یہ لہب جو حاکم ہوئی تھی، جاتی رہے گی۔

## آخرت کی عظمت و وسعت

میرے دوستو! وہ آخرت اس کا تو ہم تصور ہی نہیں کر سکتے، اس کے پیٹ میں جو بچہ ہو اس سے آپ کہنے یا کہنی پیدا ہوا ہو، اس سے کوئی اثر بات نہ کر سکتا ہو اور وہ بات سمجھ سکتا ہو، اس سے کہے کہ جیسا، جب تم دنیا میں آؤ گے تو بڑا وسیع میدان ہوگا، ہزاروں ہزار سکن کا، وہاں باہر ہوائیں چل رہی ہوں گی، اور پانی پر سے گاؤں پر رہائیس چلتی ہیں، اور پتے بے چارہ ماں کے پیٹ میں کیا سمجھ سکتا؟ کیا بڑا ہوتی ہے، درہل کا ہے پر چلتی ہے، اور کتنی چیز جیتی ہے، اور تو اور ہوائی جواز اٹریں گے، بچہ ماں کے پیٹ میں ہے اور یہ اس سے کہہ رہا ہے کہ ایسا بھی وقت آ سکتا ہے کہ ہوائی جہاز میں مجھو گے، ہاں اگلے ایسے ہی جہاز اس سے بھی بڑھ کر آخرت کا وسعہ







معلوم ہو جائے کہ ہم کیا پیش کردہ ہیں، کس لطف میں ہیں تو ہمیں جہنم سے بچنے کے لیے ان کو اللہ کے رحم پر منحصر کریں، اور کوئی اللہ کا بندہ کہتا تھا کہ میرا کوئی نیا بچہ نہ سکتا ہے، مجھ سے کیا چھین سکتا ہے، میری جنت میرے سینہ کے اندر ہے، میں کھڑا ہوں تو جنت، میں بیٹھوں تو جنت، جنتی وحی صدفی، میری جنت میرے سینہ کے اندر ہے، متوسط درجہ کے مسلمانوں کو بھی اس زندگی میں وہ راحت، دودھ، وہ سکون حاصل ہو سکتا ہے، کہ جس کی غیر مسلم جو دین سے نا آشنا ہیں، تصور نہیں کر سکتے مگر شرط یہ ہے کہ اس دین پر عمل کریں، اور وہ دین محض قومیت کا دین نہ ہو، ورنہ جس میں نام لکھنے کا دین نہ ہو، ورنہ اسے حاصل کرنے کا دین نہ ہو کہ مسلمان کے گھر میں اس کی وجہ سے شادی ہو جاتی ہے، ارٹھ ہو جاتا ہے، اور عید بقرعید میں ملنے کا مزہ آتا ہے، اور شادی بارات میں پوچھے جاتے ہیں،، بلائے جاتے ہیں، یہ دین ہم کا نہ ہو، اس دین سے راحت نہیں حاصل ہوگی، اس دین سے کوئی سکون نہیں ہوگا، اس دین سے کسی جنتی میں رحمت و برکت نازل نہیں ہوگی، اور آفتیں و درندہ نہیں ہوں گی، دین جو مجھ فائدہ اٹھانے کے لئے نہ ہو، بلکہ بندگی کا دین ہو، شریعت میں جو حکم ہو اس کو مانے، ایسی مشیوں کا پھر حالی یہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَتَقُوا اللَّهَ لَأَعْفَفْنَا عَنْهُمْ يُذْكَرُونَ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ .

(المائدہ ۶۴)

اگر مشیوں والے کچھ ہم سے ڈرتے اور ہمارا پاس کرتے اور ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمانوں اور زمین کی برکتوں کے دبائے نکھول دیتے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس دنیا میں بھی،، میں کا ہو مقام ہے، جو مرتبہ ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں جو اس کی عزت ہے، اس کا قضا یہ ہے کہ آخرت ہو اور آخرت میں یہ سب کچھ ملے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی زندگی بنائی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کی، اس کی خوشنودی کی یہاں ملانی نہیں، آپ ایک سیارہ پر آ جائیں، جو سب سے چھوٹا سیارہ ہے، اگر دوسرے سیاروں کو آپ دیکھیں، ان کے رقبہ کو آپ معلوم کریں، ان کے فاصلے معلوم کریں اور ان کی تعداد معلوم کریں تو معلوم ہو کہ یہ زمین کا ذرو ہے، اس نظام شمسی میں یہ زمین حقیر ترین چیز ہے، اس پر ہم لوہا پلٹے رہتے رہتے ہیں، معلوم نہیں کیا کیا دعویٰ کر رہے ہیں، واللہ



تھا۔ انہی کائنات اتنی وسیع ہے کہ جس کا آپ کوئی تصویری نہیں کر سکتے "فسی بسوم کسان  
مقدارہ خمسین الف سنۃ" تو وہ مسئلہ ہے کہ یہاں کی چیز جب وہاں جاتی ہے تو آپ کے  
حساب سے پچاس ہزار برس، اور کہہ سکتے ہیں کہ یہاں کی چیز جب وہاں جاتی ہے تو آپ کے  
گنچے میں ۵۰ ہزار طرح کے حسابات بنتے ہیں۔  
لیکن میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ :-

وَلَا تُلَاحِظُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَالشَّيْءَ فِيهَا وَلَهُنَّ أَشْغَالٌ  
وَالْأَرْضُ وَالْأَعْرَافُ ۝۹۱

انہی باتوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے، تو ہم ان پر آسمان اور  
زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے۔

دین پر عمل کرنے کی برکتوں کو دیکھنے کے لئے دنیا سفر کر کے آئے گی

خدا کی قسم اگر مسلمان کسی ہستی میں غلبہ کے ساتھ، تنبیہ کی سے اور ایمان داری کے ساتھ  
شریعت پر عمل کریں تو جنت کا ایک نمونہ ہیں اللہ تعالیٰ کو کھادے، آجکے میں وہ محبت ہو، اور  
میں وہ اعتماد ہو، وہ اطمینان ہو، ایسی سکھ کی نیند ہو میں، ایسے آرام کے ساتھ چنا کام کریں۔ ہر کام  
بنا چاہئے ہر چیز میں برکت ہو، اگر لوگ باہر سے آکر جیسے سینوریم میں لوگ جاتے ہیں،  
صحت و فرائضات پر جاتے ہیں، اسی طرح یہ دنیا کے بارے ہوئے لوگ، یہ جن کا قہر کر دیا گیا  
ہے، جن کے دل و دماغ کا قہر کر دیا گیا ہے، جن کو سکون نصیب نہیں ہے، امریکہ و یورپ کے  
لوگ جن پر خدا کا مذاہب نازل ہوا ہے، شکل و صورت، شکل و شکل، شکل و شکل، قیامت  
و جاؤں سامنے لیئے گئے آئیں گے، ایسی باتوں میں اور بڑی سے بڑی قیامت اور کریں  
گئے کہ ایک درخت کے نیچے ہم کو آپ چار گھنٹے رہنے دیجئے کہ ہم اس فضا میں سانس لے سکیں،  
تاکہ جب ہم یہاں سے جائیں تو وہ رہے اللہ ایک طاقت ہو۔

دین پر بقص عمل اور شریعت کے حصے بخرے

تو کہیں کہیں سے فریادیں جاتے ہیں معنوں نے اس شریعت کی قدر نہیں کی، اللہ کے  
رسول کی لائی ہوئی اس نعمت کی قدر ہی نہیں کی، کہیں ایک چیز ہے تو چار چیزیں مانگ، کبھی چار



چیزیں ہیں تو اس چچے میں نہیں کہیں نماز ہے تو روز و جمعیہ کہیں روزہ ہے تو نماز و جمعیہ کہیں نماز  
 روزہ و جمعیہ میں تو روزہ کہیں نماز اور کہیں نماز روزہ مذکور ہے تو جمعیہ کہیں اور کہیں یہ چاروں  
 چیزیں ہیں تو آج کل میں جو حقوق ہیں مسلمان کے جن کا کوئی ضرر دہی ہے، ان کا ذکر نہیں،  
 کہیں عقائد درست ہے تو عقائد درست ہیں، اور اگر عقائد و عقائد درست تو عقائد  
 درست نہیں، مگر گھر چاہی، میں نے جہاں کے خون کا بوسہ دیا وہاں کی عزت و آبرو کے بارے میں،  
 جعلی مقدمہ نہیں فلان دیکھو وہی، انہیں چیں اور بھگ، دیکھو وہی، کہیں وہیں رکھو، وہی، پھر وہی،  
 یہ مسلمہ نوس کی باتیں ہیں، اور بات، نکلا، اللہ آپ کی ہستی میں سے محفوظ رہی، اور مجھے پانچ  
 معلومہ بھی نہیں، میں تو انہیں ہی باتیں یہاں کے متعلق غور پر، کاظمی قہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ  
 علیہ ان کے دست پر رسول سے کن رہا ہوں ان کا عقیدہ ہوں، ایسے ہی اور اللہ نے ہے کہ آپ  
 نے یہاں جتنے مذکورے ہوں گے، میں واقف نہیں، بہت نہ کرتا رہتا ہوں، میں جتنی میں یہ  
 وہیں شکایت تھی کہ سب اب اس دنیاں پوچھنے نہیں، جو عدالت ہو رہی ہے والیہ وہاں سے نور علیہ  
 السلام اللہ کی شریعت کی یہ قدر؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانی ہوئی شریعت کی یہ  
 قدر، کہ ایک بیچ بکری اور چار چیزیں چھوڑیں، آج کوئی تھی دینی، میں دیکھ رہا ہوں یہ کہ  
 دھماکے، تو دیکھئے یہاں ٹکٹ لگ جائے، پتھر توں پڑا دیں، پتھر ٹکٹ لگ جائے داخلہ کیا یہ  
 بھی مجھ ہی سے کہ اس سب کو آئے دیا جائے تو پھر وہی جیتے مسلمان کے گا، جو میں کہیں، وہیں  
 گئی، پتے نہیں نہیں گئے، اسے ٹکٹ لگایا جائے، انعام کہ یہاں قدم، مجھے کیسے پانچ  
 رہا یہی نہیں، غل کر رہا تو یہاں تم آئیں، وہاں سے گذر رہا والیہ مرحبہ، انہی اور زمین  
 متوجہ نہ جاتے کی دیکھو انہوں نے کہ سب چھوڑیں گئے مسلمان، پھر وہی میں نہیں گئے کہ  
 بھی چاہے کہ یہ آرام کا طریقہ ہے تو ان کو اختیار میں نے لیکن اللہ کا رسول جو کہتے ہیں کہ اس  
 میں آرام ہے اس میں راحت اس میں عزت ہے، ان کو نہیں اختیار کریں گے، جدا رہا ہے،  
 اس قدر ہی کی بھی کوئی حد ہے، کہ اگر کوئی عیسائی ہے، ذاکر الیہ دے وہی غیر مسلم آج  
 کہہ دے، کوئی سیاقی لینا رہا، اس کا کچھ پتہ تو کرنے کے لئے چار، مزاروں روپے خرچ  
 کرنے گئے، لیکن اللہ کا محبوب رسول یہ کہتا ہے کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے، اس میں  
 تمہارا فائدہ ہے، اس کو نہیں مائیں گے۔



## امت محمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

”میں ثابت ہے صاحب مسلمانوں پر لکھنا کہ میں مسلمانوں میں ہر جگہ رہتا ہوں۔ مسلمانوں میں ہر جگہ پریشان ہیں، وہ جیسے کوئی اپنا امر نہیں دیتا ہے تو اس کو یہ چیز بھی نہیں کرنے دی جاتا، اس طریقہ سے اس امت منورہ امت محمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ پانچ گنے تو اس راستہ سے پانچ گنے، معاملہ یہ ہے کہ اسے مقرر ہے، یہ حکمت و اہمیت ہے، یہودیوں کا معاملہ کیا تھا؟ ان کو جو کچھ اور دین کے لئے سے ممانعت کے راستہ سے مانع نہیں خدا کے بند نے ہی راستہ نہ بنائی تھے، وہ دوسرے راستوں سے عزت پہنچتے تھے، اسی لئے ”المغضوب علیہم“ یہاں خدا کا غضب ان پر ہو رہا ہے ان لوگوں کی۔“

یسنی نسر نبیل اذکور انعمتی النبی محمد علیکم و آلہ و سلم علی

العلمین۔۔۔ تفسیر ۱۲۲

اے نبی امرا کی میرے وہ انسان یا وہ بوسے نے تم پر لکھے اور یہ کہ میں نے تم و امی  
پر تم پر فضیلت بخشی

دوسری جگہ میں مرچ گیا، وہاں کے جڈ کو خواجہ عہدی اوفی عہد کم (۱۱۴۱ھ) میں  
عبد کو پورا کر دیا، میں تمام مہد کو پورا کر دیا، انہوں نے کہا نہیں، اب آپ خود پورا  
کریں، مگر تو نہیں مہد پورا کریں گے۔

## عثمان و عبادات میں مسلمانوں کا طرز عمل

”مسلمانوں کا مایہ اور بات ہے کہ پوری شریعت پر نہیں چلتے، بسنی ایک قسم کے سختی میں  
آپ کریمؐ کے دیکھنے کے کیا انجام دیتا ہے، وہ کہیں دیکھ کر کہیں ”فانہ“ لیکن چار چیزیں ہیں  
تھیں، ہر دو ان میں تھیں، ہر دو تھیں، وہ ان معاملات سے تھا، اب آپ نے اس میں کفر  
بیعت شروع کر دی، اور کہا، چار چار چیزیں لیا کریں، اس میں چار چیزیں تھیں، اب کہتے ہیں  
کہ صاحب نے نہیں لیا، چیت کو پورا نہیں کیا، تو قطعاً کے لئے میں کریمؐ کے لئے تو آپ وہ  
تھیں، یہ چیتا ہے اور کوئی تھیں آئی نہیں کرتا، اور اللہ کے رسولؐ کے لئے تو ہے تھیں میں  
کریمؐ کے عباد میں کے عبادات سے مطالبہ نہیں، عبادات میں نے، عہد کم۔“



مطلب نہیں، نتیجہ داور عبادت کا حال یہ ہے کہ

کرب خیر کربت کی پوجا تو کافر  
جو تھمراے جینا خدا کا تو کافر  
جھلے آک پر بہر جہد تو کافر  
کو اکب میں مانے کرشمہ تو کافر  
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں  
پر سنش کریں شوق سے جس کی پناہیں

وخلیفہ جتنے جاہو پڑھوالو لکھن آ رہے کیونکہ نہیں اس میں شرک ہے، یہ بدعت ہے، یہ  
خلاف شریعت ہے، تو آپ کو اس سے مطلب نہیں، یہ شریعت پر چلنے ہے، اس کو امام اطاعت  
ہے، یہ کی تو یہودیوں نے کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ اسے جلی کتاب، تمہارا کام نہیں  
چلے گا، جب تک کہ تم پوری کتاب پر نہ چلو، سورۃ المائدہ میں دیکھئے فرمایا کہ نہیں، تمہیں پوری  
کتاب پر عمل کرنا ہے، تمہیں پورے دین پر چلنے سے، جب یا کر کام بنے گا، تو میں یہ جہد  
ہوں کہ میں کی قدر تو آئے گی آخرت میں، اس کو تو کوئی بیان ہی نہیں کر سکتا، دنیا میں بھی اس کا  
مزا نہ دیکھئے۔

ہم نے اپنی زندگی سے لوگوں کو اسلام سے روکا

آج ہم مسلمانوں کی زندگی اگر اسلامی ہوتی تو یہ ملک اسلام سے اتنا آتش دوتا؟ یہ  
اسلام سے اتنا متفر ہوتا؟ میرا گرنہ دوتا، مگر لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری ہی زندگی مسلمانوں کی نہیں،  
تمہارے گھر جو اتنا عاقبتی ہیں، جو مقصد بازیاں ہیں، وہ ان سے زیادہ ہیں، ہم جتنی ناگہی  
کرتے ہیں، اور جتنے عقش کے خلاف کام کرتے ہیں، وہ نہیں کرتے، ہم جتنے سست ہیں، غافل  
ہیں، سبے کار ہیں، وہ نہیں ہیں، ہم جتنے جاہل ہیں، بے پناہے ہیں، وہ نہیں ہیں، تو کیا کشش ہو  
کہ وہ اسلام کی طرف راغب ہوں، جہاں کہیں کوئی بستی ایک صومد کی بستی بن جاتی تھی، مثالی  
بستی بن جاتی تھی، وہاں دیکھ لیجئے، اسلام میں طرح پھیلتا تھا، اندھ دیشیا میں نیا ہوا، یہ جو آپ  
سنے ہیں کہ مسلمان اکثریت میں ہیں، یہ صورت کیا ہمیشہ سے تھی؟ یہ تو عمر ہند کے بزرگ







بغض اور چرگ کا ڈر باں اور عتاب و لالچی اور یہ حکیم فضل اللہ صاحب کے اہل کے یہاں موجود نہیں تھے۔  
 میں حکیم قاضی قہر اللہ صاحب بھی یہی کہتے تھے اور اُمراء کی مورث طیبہ رہے ہوں گے  
 تو وہ بھی یہ کہتے تھے، سیکنگزوں میں سے یہ بتایا جاتا ہے کہ گل بخش کی یہ تاثیر ہے اور رُس  
 کا ڈر باں تھا یہ اور فحش کی یہ اور خباثت کی یہ اور آج تک سیکنگزوں کے ہاں رُس  
 سے چلی آ رہی ہے، طبی یونانی کب تھی؟

یونان کہاں تھا؟ کب تھا؟ یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی پہلے کا زمانہ ہے، یونان کے  
 عراق کا زمانہ حضرت مسیح کو دو ہزار برس کے قریب ہو گئے، تو حضرت عیسیٰ سے بھی معلوم نہیں  
 کتنے سو برس پہلے یونان کا عروج ہوا ہے، اس وقت ان لوگوں نے یہ غاصتیں و ریاضت کی تھیں،  
 وہ اڑن کی، ہمارے یہاں طب یونانی چلی آ رہی ہے، بعد میں عربوں نے اس میں یہ اضافہ  
 کیا، قرآن کی اصل جو ہے، وہ یونانی ہے، تو یونانی خلاء جو نہیں وہ تو آج تک پورا ہوا، اور اللہ  
 کے رسولؐ جو نہیں، اور ابھی جن کو زمانہ بھی اتنا نہیں گزرا، اور اس میں ہم کو شک ہو، یہ کیسا ایمان  
 ہے؟ کہ اس کا ایمان ہے؟ کہ گل بخش کے اثر پر تو جسمیں ایمان ہے، اور اللہ کے رسولؐ کا کہنا کہ  
 "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" جو ہے "کلمستان خضر فغان علی  
 اللسان لغریبان فی المیزان حبیبان الی المرحوم" یہ زبان پر لگے اور اللہ کی ترازو میں  
 بھاری اور اللہ کو بہت محبوب ہیں یہ سبحان اللہ و حمد سبحان اللہ العظیم کوں پر ہمیں اعتبار نہیں؟  
 نہ کہ قیسم کرنے سے یہ برکت ہوتی ہے، ہمارا اس پر عقیدہ نہیں، گناہ میں یہ یہ خاصیت ہے،  
 بعض کتاہ ایسے ہیں، جن سے وہ بائیں پیدا ہوتی ہیں، بعض کتاہ ایسے ہیں، جس میں رزق میں  
 برکت اٹھ جاتی ہے، بعض کتاہ ایسے ہیں، ان سے سورتیں جلد ہونے لگتی ہیں، زندگیاں کم ہوتی  
 ہیں، حضرت قحطانؑ کی کہ سہ کار سال، یعنی "جزاوا" اعلان اس میں دیکھئے کہ کتنی کن اعمال پر  
 کیا یہ اثرات شریعت کی طرف سے ملتا ہے گئے ہیں، کہ اس کی یہ نحوست، اس کی یہ نحوست،  
 آج دیکھ رہے ہیں، ہم دنیا میں اس پر ہمارا ایمان ہے، جس خطہ میں پر جس زمانہ میں، جتنی دیر  
 کے لئے، جتنے وقت کے لئے، شریعت پر عمل ہوا کبھی ہوئی پر کہیں خدا کی نظر آئیں، اس کے  
 خلاف۔



ومن یناقق الرسول من بعد ما تبین له الہدی و ینبع غیر سبیل

المومنین نزلہ مانولی ونصلہ جہنم، الماء، ۱۱۵

اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہو نیلے بعد و غمیر کی مخالفت کرے، اور سونوں کے رستے کے سوا اور رستہ پر چلے تو جہنم دو چلا ہے۔ تم اسے ادھر ہی چلنے دین گے۔ اور (قوم تے دن) جہنم میں داخل کریں گے۔

یہ اس کے خلاف کرے گا۔ اور دیکھ لے گا۔ چاہے سوہرا کا ہو جائے، اور سرکات کرے کہ رکھ دے اور ساری دنیا کے سامنے ناک رزے، تب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ عزت ملے گی، نہ راحت ملے گی، نہ سکون۔ مسلمان کیلئے ایک ہی راستہ ہے اور دوسریں و شریعت کا۔







بسم اللہ الرحمن الرحیم

## دین حق اور دعوت اسلام ایک فلک بوس اور سدا بہار درخت

مفت سرمد امین، دہلی، ۲۳ جنوری ۱۹۹۱ء، روزنامہ افغان نے ایک ذاتی ملاحظہ میں اہم  
اور حتمی تحقیقی نام لے، اللہ یہ فیض جمع میں ہی آتی تھی۔

الحمد لله حمده ونستغفره ويعوذ بالله من شرور انفسنا ومن  
سبائت اعدائنا من يهدى الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ونشهد  
ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله الذي ارساه الله نعتي  
الى كافة الناس بشيرا ونظيورا داعيا الى الله باذنه وسرا حاشيا اعلم  
فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم  
انهم لم يكف ضرب الله مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثبات  
وفرعها في السماء تولى اكلها كل حين باذن ربها ويضرب الله  
الامثال لئناس انهم يذكرون .

انعام نے نہیں دیکھا کہ قدوس پاک بات کی تھی مثال بیان قرآنی (دروازہ) ہے  
جیسے پائیزہ درخت میں کی چڑھ چڑھ (یعنی زمین) و پڑے ہوئے) وہ اور شاخیں آسمان میں  
اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتے (اور میوے دیتے) اور خداوندوں کے لئے مثالیں  
بیان فرماتا ہے کہ وہ نصیحت پڑیں۔

قرآن کریم کا اعجاز

حضرات امیں یہاں حاضر ہوا تو مجھے یہاں کی سرگرمیوں اور نیکیاں کی دعوتی و تحقیقی  
کاموں کو دیکھنے کا شوق تھا ہر میرے ذہن میں کوئی خاص انھوں نہیں تھا اور نہ یہ بات متعین تھی



کہ نیکو عمل کرنے سے، میں تمہیں ایک نئے اور ایک نئے خدا کے لئے قائم کی حیثیت سے  
 "یہ تھا، لیکن مجھے علم ہوا کہ میں آپ کے ساتھ کچھ عمل کروں، میں اپنے لئے بعد باہل خالی  
 بنائے گا، میں نے اس لئے اپنے پیچھے چھوڑ دیا تھا اور میں کا بار باقی رہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
 خدا ہوئی ہے، اور قرآن مجید پر مبنی ہے جو کہ ہے اور راستہ کھول دیتا ہے اور نئی نئی حقیقتیں اپنے  
 چہرے کے لئے پیچھے مٹا دیتا ہے، ابھی آپ نے سامنے جو آیت پڑھی تھی وہ تو کافی ہے، دنیا  
 نے کئی بعد میں جی، میں نے موت کا، علم کے تعریف کا، اور انکوں کو دنیا کے نعمات سے  
 نکالنے کا اور تعالیٰ کو نہ صرف برباد کرنے بلکہ تعالیٰ کو باعث اذیت و رخصت سے بعد قادرِ بید  
 بنانے کی، تو انہیں اس سے پہلے کہ انہیں سمجھاتے ہوئے، ان پر ان کے کان پر بھی نہ کیا جائے، مجھے تو یہ آیت  
 میں کی، جہاں ان کے لئے کافی ہے، اور میں نے انہیں قرآن مجید کا عجاز محض رہا ہے

قرآن مجید جیسے کہ میں نے انہیں مرچہ و خضریٰ کیا کہ تمہاری حیثیت سے بھی وہ مجھ سے ہے اور  
 نعرہ دہی حیثیت سے بھی، یعنی ایک ایسی آیت بھی کہ ایک الگ مجھ سے ملتا ہے، میں نے (عربی  
 زبان کے ایک طالب علم کی حیثیت سے) یہ کہوں کہ اس کا ایک ایک لفظ بھی مستعمل مجھ سے ہے تو  
 میں میں کوئی بہانہ نہ دوں گا۔

کسی ملک و کسی مہم میں بھی، میں نے کام کیا جانے، دین کے تعارف کے کام کیا جائے،  
 تمام ملی صرف و موت، دین کا کام کیا جائے، تمام کے بعد میں کو پیش کرنے کا کام کیا جائے اور  
 لوگوں کو زندگی اور زندگی کے بعد کے خیالات سے نکالنے کا کام کیا جائے تو یہ آیت اس کی پوری  
 تسبیح سمجھتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ تو کبھی  
 ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ یتسجدونہا طیبۃ اصلہا ثابت و فروعہا فی  
 السموات تو توی، کتبہا کل حبیب باذی و بہا و یضرب اللہ الامثال للناس  
 لعلہم یتذکرون۔

یہ قرآن مجید میں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کسی مثال بیان فرمائی ہے؟ (وہ یہی  
 ہے) جیسے پتھر، رات، جس کی جز مشمولہ (یعنی زمین کو چکڑے، پتھر، پتھر اور شاخیں  
 انسان میں، اپنے پروردگار کے ضمیر سے جڑواں پہلے) (اور صبح سے رات) اور خدا انکوں کے



لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ شہادت پڑھیں۔

اس آیت میں مکانی رقبہ بھی آگیا اور زمانی رقبہ بھی آگیا اور اس کی بنیاد اور اس کا سرچشمہ۔  
بھی آگیا اور اس کے نکلنے، فروغ اور جن بلند یوں تک اسلام کی دعوت پہنچ سکتی ہے اس کا  
ذکر بھی آگیا۔

آپ ایک درخت کی حقیقت پر غور کیجئے (کثیر قطبیہ) پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ بچھا  
درست ہو "شجر قطبیہ" اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شرط سے کاسنی کا سیلابی کے لئے، کتنی ہی بڑی  
ذہانت اور کتنے ہی بلند مقاصد، کتنے ہی وسیع وسائل، کتنی ہی بڑی ہمیت، کتنی ہی اپنے عہد کی  
ملکی و صنعتی ترقیاں سب ساتھ ہوں تو وہ اللہ کے یہاں معتبر نہیں ہے، اس کے لئے ضروری ہے  
کہ مقصد صحیح ہو، واضح اور محرک صحیح ہو اور وہ دعوت بذاتِ خود صحیح ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الم تر  
کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبہ" (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کہسی  
مثال بیان فرمائی ہے؟)

پہلی شرط تو یہ ہے کہ کلمہ طیبہ ہو، صرف کلمہ دونا کافی نہیں، دنیا میں ایک بہت بڑی غلطی یہ  
ہوتی رہی ہے ادبیات کی تاریخ بتاتی ہے، شاعری کی تاریخ بتاتی ہے، ذہانت و حکمت کی تاریخ  
بتاتی ہے، یونان کے فلسفہ و منطق کی تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں نے کلمہ کو کافی سمجھ لیا، کلمہ ہونا  
چاہئے اور اس کے اندر انسان کی ذہانت چھلکنی چاہئے، اس کے اندر مضمون آفرینی ہونی چاہئے،  
انسان کے مطالعہ کی گہرائی ہونی چاہئے، اظہار بیان کی طاقت ہونی چاہئے، دنیا میں زیادہ تر  
اسی پر زور دیا گیا ہے۔ آپ ساری دنیا کے ادبیات کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان  
سب میں "کلمہ" پر زور ہے، کلمہ طیبہ پر زور نہیں۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ کلمہ طیبہ ہو، اس کا مقصد صحیح ہو، بات جو کہی جائے تو صرف اتنا کافی  
نہیں کہ وہ فصیح و بلیغ ہے، بعض لوگوں نے اس کو کافی سمجھا ہے، مگر آپ نہ دنیا، دینی نفسیات کی  
تاریخ پر چھیں اور دونوں کی تاریخ پر چھیں، تو بہت جگہ ایسا ہوا ہے کہ بہت سے لوگوں نے کلمہ کو  
کافی سمجھا ہے کہ بات اچھی طرح (Tactfully) کہی چاری ہے، لیکن وہ خود بچائے خود صحیح  
ہے، اس کا رشتہ صحیح ہے، وہ خالق کائنات سے الہام اور اس کی رہبری سے اٹھ کی گئی ہے، وہ  
صحت و یقین سے لی گئی ہے، وہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے ماخوذ ہے، یا صرف اس میں انسان







نہایت

چراغِ نور میں

اس کی ایک مثال میں دیکھاؤں جو اس وقت میرے ذہن میں آئی ہے، میں تو بہت  
ہیں، پر ضرورتاً فراموش نہ کرنا کہ اپنی کتاب *Preaching of Islam* میں ایک واقعہ لکھا  
ہے۔ ترکی اور ایرانی تاریخوں میں بھی یہ واقعہ آیا ہے لیکن تھوڑے فرق کے ساتھ، پہلے تو میں  
"آرمینا" کے یہاں کوآپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اس کے بعد پھر ترکی اور فارسی تاریخوں  
میں جو واقعہ مذکور ہے وہ یہاں ترکوں کا قتل یمور کا تاریخوں کی ایک شاخ کا شہادہ تھا، جس کا  
پیرتخت کا شہر تھا، آپ کو معلوم ہے کہ ساتویں صدی ہجری اور تیرہویں صدی ہجری میں  
ترک تاریخوں نے ترکستان اور ایران پر حملے اور پھر اس کے بعد دوبارہ ایک پہنچ گئے اس کی  
انت سے ابتدا ہوا اور عالم اسلامی کی چوٹیں جا رہی ہیں۔ یہاں نظر آنے والا کہ اب عالم اسلام  
میں ایک طاقت کی حیثیت سے باقی نہیں رہے جو ان کی ایک شاخ (دولت شاخوں میں تقسیم  
ہو گئے تھے) جو ترکستان پر حکمران تھی (یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ اس وقت ترکستان میں ایک نیا  
انقلاب ہو رہا ہے اور ہم اس دولت میں اس کا مرکز رہے ہیں کہ اس کا نام لینے سے ہمارے دل میں  
چوٹ نہیں لگتی) جس میں ایران بھی شامل تھا، ان کو دینی عہد تھا، ابھی اس کی تاریخ چوٹ نہیں  
ہوئی تھی، تاریخ پویش کے بعد وہ اپنے پرے قلمرو کا حکمران ہوتا وہ حکمران کے لئے نکلا اور آپ کو  
معلوم ہے (شاید آپ میں سے بہت سے لوگ شکارتھیست ہوں) کہ حکمرانوں کے کچھ تو نکات  
ہوتے ہیں، ان کے یہاں کچھ روایات ہوتی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں، وہ محض اتفاقات  
ہوتے ہیں۔ لیکن خدا کو سمجھنا اور منظور تھا تو تلقی یمور ہرن کا شیر کا شکار کرتا ہے چاہے خدا اور اللہ تعالیٰ کو  
منظور تھا کہ اس حق اس کو نہ سمجھتا اور تاج بٹالے اور تاریخوں کی ایک پوری شاخ اس کے  
حلقہ گوش بن جائے۔

تو تلقی یمور اپنی دینی عہد کے زمانہ میں شکار کے لئے نکلا، ہر طرف پیرے، خدا دینے  
گئے کہ کوئی باہر کا آدمی شکار نہ ہوئے پائے، ایک ایرانی بزرگ شیخ جمال الدین  
کہیں جا رہے تھے، وہ دولت اس شکار گاہ میں داخل ہوئے، ان کو شکمیں باندھ کر شہر ادو کے  
سامنے حاضر کیا گیا، خان نے ان سے غضبناک ہو کر کہا کہ ایک ایرانی سے تو اتنی ہی بہتر ہوتا











ہیں۔ جانور ان کو تباہ کر دیتے ہیں، اور خود ان کا لگانے والا کبھی ان کو کاٹ دیتا ہے تو اس میں کیا کہ اس کی مکانی تو یہ ہے کہ وہ زمین سے اٹھتا ہے اور آسمان تک جاتا ہے یہ تو اس کی مکانی وسعت ہے اور زبانی دعوت یہ ہے کہ ”مَلُوسِی اَکَلْہَا کُلَّ حَیْنٍ بَافِئِ رَہْمَا“ وہ اپنے بھلے ہر زمانے میں اللہ کے حکم سے دیتا ہے۔

اب آپ دیکھئے یہ برطانیہ ہے، جب اس کی حکومت ہندوستان کے برصغیر پر تھی تو کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ خاص اس کے دار الحکومت لندن میں اور اس کے قریب وجوار میں اسلامی مطالعہ کے مراکز قائم ہوں گے، اور اسلام کی دعوت وہاں پیش کی جائے، ایک وقت تو ایسا آیا تھا کہ ہندوستان میں عیسائیت کے مبلغ (پادری) میدان میں آ گئے تھے، اور انہوں نے حکومت کو بھی یہ یقین دلادیا تھا کہ یسوع مسیح نے ہم کو یہ حکم دیا ہے، اور ہمیں ان کے مذہب کی تبلیغ کرنی چاہئے، مسلمانوں کے (خاکم بدین) اور مذہب کا بڑے پیمانے پر خطرہ پیدا ہو گیا تھا، اس کی بناء پر مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے ”اَظْہَرُ الْحَقِّ“ جیسی معرکہ لڑا، راہ کتاب لکھی اور آگرہ میں پادری فنڈر سے ان کا مناظرہ ہوا، جس میں اس کی شکست فاش ہوئی، مولانا سید محمد علی مونگیریؒ نے اس خطرہ سے مددۃ العلماء کی تحریک چلائی، مجھے معلوم ہے کہ اس کے پاس مظهر میں عیسائی مبلغین کی سرگرمیوں اور ان کے سناٹے کا خطرہ کام کر رہا تھا، انہوں نے ایسے علماء و مبلغین کا تیار کرنا ضروری سمجھا جو دوسرے مذاہب کا مطالعہ کر سکیں، وہ کسی مغربی زبان (بالخصوص انگریزی سے) بھی واقف ہوں اور جغرافیہ اور تاریخ سے بھی آشنا ہوں، اور اس نئی فہم کو اس کی مانوس زبان میں خطاب کر سکیں اور مسائل حاضرہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔

”مَلُوسِی اَکَلْہَا کُلَّ حَیْنٍ بَافِئِ رَہْمَا“ ہر زمانہ میں وہ بھلے اے اللہ کے حکم سے۔ آج آپ اپنی آنکھوں سے اس آیت کا حق دیکھ رہے ہیں کہ وہ شجرۂ طیبہ جہاں خری رسولؐ نے لگایا تھا اور جس کی جز زمین میں تھی، کہاں تھی؟ جزیرۃ العرب میں تھی، جو سیاہی حیثیت سے، فکری حیثیت سے، علمی حیثیت سے، اور مالی حیثیت سے، ہر حیثیت سے دنیا کا پسماندہ ترین علاقہ تھا، اور ساری دنیا سے کٹا ہوا تھا، ”اَصْلُهَا طَابِتٌ وَفَرْعُهَا نَاسِئٌ“ اس کی شاخیں کہاں تک گھمیں؟ اس کی شاخیں آسمان تک گھمیں، آپ دیکھیں کہ اس کی اشاعت و فتوحات کے نتیجہ میں کتنی سلطنتیں پیدا ہوئیں، اس کے نتیجہ میں کتنی دانش گاہیں، کتنی جامعات وجود میں آئیں، کتنے



مرآۃ بہایت و تربیت قائم ہو سکے۔ کتنے کھنکھارے ہوئے، کتنے مغلرہ پیدا ہوئے، کتنے ادیب پیدا ہوئے اور کتنا بڑا اثر پڑا تھا۔ کسی زبان میں بھی اگر آپ اس کا واسطہ لگتا چاہیں تو مشتعل ہے۔ جو غلط کہنا کیا تھا، جزیرۃ العرب میں بیٹھ کر دم طر آئی ماری دینا میں کھیل رہا ہے اور وہ اپنے کھیل دے رہا ہے، شجرۃ طیبہ کی طرح پھل پھونک رہا ہے۔

اس وقت کسی طویل تقریر کی ضرورت نہیں، اہل طر کا مجمع ہے، اہل قمر اور مہالہ نے اسے دلوں کا مجمع ہے۔ میں عرض کروں گا کہ دعوت کے لئے دو تین چیزوں کی ضرورت ہے۔

ایک تو واقفیت کی ضرورت ہے کہ خدایات انسانی سے واقفیت ہو۔ دوسرا بیان کی ضرورت ہے زبان کی بڑی اہمیت ہے اور آپ حضرات نے بہت صحیح قدم اٹھایا ہے، میں اس کی داد دیتا ہوں۔ وہاں کی شخصیں کرتا ہوں کہ آپ نے بہتر سے بہتر انگریزی زبان میں اسلام کو پیش کرنے کا انتظام کیا ہے اور اس نے آپ کو گونگوتا کر رہے ہیں تو ایک تو عقل سنبھل گئی، زبان کی ضرورت ہے اور دوسرے زبان کی ضرورت ہے کہ اچھی سے اچھی زبان میں دعوت دی جائے، بہت سے حلقوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ زبان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، وہی تو جس طرح میں پڑا ہے۔ اپنے خیالات ظاہر کر دینے چاہئیں، لیکن جب محمد سیدنا عبد اللہ جیسے اہل اللہ دنیا اور متوکل علی اللہ اور ان سے پہلے امام حسن بصری کے حوالہ پڑتے ہیں تو ہمیں علوم ہوتا ہے کہ زبان کی کیا اہمیت ہے اور انہوں نے زبان کو کیا اہمیت دی ہے اور کس زبان میں انہوں نے اپنے پیغام پیش کیا اور معاصرین کو خطاب کیا ہے کہ اس سے بہتر مشکل ہے۔ یہ مسلم ہے عربی ادب کی تاریخ میں کہ توحید اور حسن بصری سے بڑا کوئی مبلغ نہیں تھا اور حسن بصری کو فوقیت حاصل ہے تو ان پر۔ پھر اس کے بعد ہر دور میں آپ دیکھیں گے۔ حضرت علی مرتضیٰ کو پسند دیکھتے ہیں تو

المبلغ وہو، تھے انہیں اس کے بعد ہر دور میں آپ دیکھیں گے، آپ ابن الجوزی کو دیکھتے، اہل طر سے اہل زبان انہوں نے استعمال کی اور تاریخ و ادب نے ایک مدرس کی حیثیت سے بھی دور آپ کے نمونوں کو پسند کرنے والے ایسے جامع کی حیثیت سے بھی لگتا ہوں کہ ابن کی طرف سے نہیں بھی نہیں جاسکتا تھا ان کی کتابوں میں وادہی نکلا ملے جیسا جن نوادہ آپ کے کث پارے رہتا ہے، ہم نے اس مسئلہ میں امام ابن تیمیہ کا بھی نام لیا ہے اور شیخ محمد ابن ابن عربی کا بھی نام لیا ہے۔ جہاں خیال بھی نہیں جاسکتا، وہاں بھی آپ کو اپنے ادبی نمونے ملیں گے۔ پھر



سیدنا عبدالقادر جیلانی سے بڑھ کر دنیا میں مذہب اور مدح و ذم سے بے پروا کو کون ہوگا؟ ان کے دو مباحثہ محفوظ ہیں، جن کو دیکھئے اور میں یہ عرض کروں گا کہ بزرگوں کے سوا غلط زیادہ قابل اعتبار ہیں اس لئے کہ لوگوں نے سمجھا کہ ان کو جوں کا توں نقل کیا ہے، بادشاہوں کے فرامین وادب کا کام اتنا محفوظ نہیں ہے، اس کو لوگ بدل دیتے ہیں، لیکن بزرگوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو لوگ جیسے نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ان میں برکت سمجھتے ہیں، یہ بات تاریخی وادبی لحاظ سے بھی ایک واقعہ ہے کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں، پورے مشرق کے ساتھ کہ یہ انہیں کے الفاظ ہیں، اگر آپ ان کے سوا غلط کے مجموعہ کو دیکھیں تو آپ کو حیرت ہوگی، بعض مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ بادل گر رہا ہے اور بجلیاں گونہ رہی ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ اب بجلی گری، اب بجلی گری۔

تو ایک چیز ہے علم و معرفت، دوسری چیز ہے زبان کی تاثیر اور قوت اور تیسری چیز ہے اخلاص، دورہ بندی، یعنی خود دل پر چڑنے ہو اور جو چیز نکلے صرف قلم سے نہ نکلے بلکہ قلب سے نکلے تب اس کا اثر ہوگا، اگر ہم نے ان "غماصرا رب" کا خیال رکھا تو مغربی ممالک میں اور اس لئے بہ لے ہوئے زمانہ میں اور مختلف زبانوں کے جو لفظ وادب میں تحریری و تقریری طور پر دین صحیح کی دعوت ضرور اثر انداز ہوگی، اور اللہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج عطا فرمائے گا، اس میں ہمارے لئے بہت بڑی بشارات اور فال نیک ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تؤنسی اکلہا کسل حسین باذن ربہا" ورنہ آدمی یہ کہتا ہے کہ زمانہ گزر گیا، اب یہ جہاں صدی ہے، دنیائے ممتی ترقی کر رہی ہے، سائنس، پالیٹکس، ٹیکنالوجی کی ترقی کہاں سے کہاں پہنچی، ذہن و فکر کا معیار بدل گیا ہے، تب وہ زمانہ نہیں رہا، اب اس وقت اسلام کی دعوت کوئی اثر نہیں کر رہی گی، تو قرآن نے "تؤنسی اکلہا کسل حسین باذن ربہا" کہہ کر تسلی دی ہے اور تقویت کا سامان کیا ہے کہ کسی زمانہ کے، کسی جگہ کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے اسلام کی دعوت دینے کا کیا فائدہ؟ قرآن نے "کلی صین" کہہ کر زمانہ کی تجدید پر فہم کر دیا۔

نہیں یہ سب اللہ کے ارادہ اور قدرت سے ہوگا اس نے "باذن ربہا" کہہ کر یہ بتا دیا کہ اپنی ذہانت پر اپنی زبان کی مہارت پر اعتماد نہ کرو، بلکہ یہ بھی سمجھو کہ اللہ ہی اگر چاہے تو اثر ہوگا، اس کے اندر دعوت کا پورا نقشہ آ گیا ہے۔

میں اس کو قصص و انشائیات بات نہیں کہوں گا، میں اتفاقات کا قائل نہیں، یہ بھی منجانب اللہ



ہات تھی، میں یہاں آ کر انہی نرمی پر بیٹھ گیا تھا اور میرے اذنین خالی تھا، میں نے سوچا کہ آقا پر کہاں سے شروع کروں گا؟ قادری صاحب کا لفظ ہر اسے بخیر دے نہیں دے گیا ہے۔ میں نے کئی بار تجربہ کیا، امریکہ اور یورپ کے دوروں میں خاص طور پر کہ میں بعض اوقات بالکل خالی انداز میں ہوتا تھا، پندرہ پچھتر گرام ہوتے تھے، ابھی ایک جگہ سے آیا، دوسری جگہ سے آیا، رنجو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بات کہاں سے شروع کروں اور کیا بات کہوں، میں نے قادری پر چھوڑ دیا، قادری نے آیت پڑھی اور گویا انگلی میرے لئے آیت پڑھ کر۔

حضرت! میں اس منزل کے ذمہ داروں، خاص طور پر خیریتانی، ناظر انسان، صاحب کا قصور گزار رہوں کہ میں نے سمجھ کر نہ ہو کر اس قابل قدر منزل کے حامل نہ ہوا، حق، یہ میں آئے کے نہیں، تحقیقی اور ترقی و شاعری شیعوں اور مسیحیوں کے درمیان کے حلیہ انکسار اور تجدد بہت عام ہر دونوں زمین میں ہیں، ایک طالع اب ہماری حیثیت سے یہ بات ضرور کہوں گا کہ دعویٰ و تعلیمی مرکز کسی خاص کتب خیال، اہمیت و ہما مکتب کی تشریف و دولت کا اریونہ بنایا جائے، ہر قسم اند کی رہنما مخلوق ہو، اور یہ کہ اسلام اپنی سچائی، مومنوں کی شکل میں وہ وہاں تک پہنچے اور اللہ ان کو ہدایت دے، اس کا ثواب ان کو ضرور پہنچے گا، جنہوں نے اسلام کے توفیق و توفیق کی طرف رہبری کی اور اس کا سامان سہیا اور سہلا فرما، ہم کہیں نہیں اس میں، مباحثی، عصیت یا شخصی تھیں، مظہر کے عقیدہ نہیں ہو گا چاہئے، اسلام کو عیسیت اسلام و دین حق کے پیش کرنا چاہئے، اس میں کسی کی اہم روادری نہیں، ہمارا شعاع اور عاز خاص ہوں، پیغمبر مانی ملک اور مغربی مادیوں میں دینی، دنا چاہئے، اس کی قرآن کے تعلیم دین۔ "تعالوا الی کلمۃ سوا، بینہ و بینکم" لا نعبد الا اللہ ولا نضرک بہ نسباً ولا سخلہ بعضہ بعضہ اور دین میں دونوں اللہ (۱) جو بات ہو اور تہا، یہ ایمان کہنا ہے (آئینہ مکی کئی) ہے اس کی طرف دو دیکھو کہ اے ہم اس کی جہالت نہ کریں اور اس کے، جھگڑائی پر نوٹہ لیتے نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی دھوکے سے اپنا کارنامہ نہ سمجھے۔

میں شمر گزار رہوں کہ آپ نے مجھے یہ امر بتا دیا، خدا کا اظہار فرمایا اور خطاب کا موقع







## واعیانِ اسلام کی حکمت و بصیرت

ہم نے گذشتہ خطبات میں جہاں تین ادوارِ اعظم انبیاء کے کرام سے طرزِ بات و دعوت کے نمونے پیش کئے تھے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام) اور ان کے وہ مکالمات نقل کئے تھے، جو ان کے دوران کی امت و دعوت اور امتِ اجابت کے درمیان (۱۱۷۰) نے دہاں ہم نے ایک ایسے فرد کا بھی مکالمہ نقل کیا ہے، جس کی نبوت و رسالت کے لئے نہیں منتخب کیا گیا تھا، وہ کسی قوم کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم عصر ایک مردِ مومن تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے سینے کو ایمان و حکمت کے لئے کھول دیا تھا، اس کی قوتِ گویائی نرم و نازک بات کی ادا کرنے سے کوئی ہوئی تھی، بلکہ بلوغ اور پاکیزہ دماغ اس طرح اس کے زبان سے نکلا کہ معصوم بچہ تھا، پہلے سے ایک حکیم کے تحت اس نے اپنی باتوں کو مرتب کر لیا تھا، جس میں فکر کے ساتھ پیچیدگی کا عنصر نمایاں تھا، اس نے "کی ابدیہ" اور فضول کوئی نہیں کی، جس پر وہ شرمندہ و محتاج یا غدر سے کی ضرورت محسوس کرتا، اپنی بات واپس لینے پر مجبور ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جس کو دعوت جیسے مقدس فریضہ کے لئے تیار کرتا ہے، اس کے اندر یہ صلاحیت بھرا آتی ہے، ہر وہ شخص جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس طرح کی خدمت انجام دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے، اور اپنی طرف سے انجامِ حجت اس کا مقصد ہوتا ہے وہ اس طرح کی تائیدِ ربانی سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

ہم نے اس سے پہلے کے خطبہ میں سید الانبیاء، خاتم النبیین محمد ﷺ کی دعوت کے دو نمونے پیش کئے تھے، جہاں ایک یہ ہے نبوی ﷺ کا مطلق ہے، وہ ایسے دل شس لوگوں اور بیانی و دعوتی و مجزات کا ایک مجموعہ ہے جن کا احاطہ مشکل ہے، اس جزائے کے موتی بھی گنت نہیں ہوتے، آج کی مجلس میں ہم ایک دوسرے موضوع کی طرف آتے ہیں، جو ان صاحبِ ایمان و

(۱) خطبہ کے عامرین جن کو دعوت دیتا ہے، دعوت قبول کرنے والے گروہ اس کو امتِ نبوت کہلاتا ہے اور ہر ایک ان کی دعوت قبول کرنے والے گروہ میں، امتِ اجابت میں شامل ہوتے ہیں۔ (متحدہ)



عزیزت مومن کی دعوت سے متعلق جب جوت خوش ہوتے ہیں وہ اور تہذیب متصفیٰ سے ساخت پر ہوتے تھے ان کی قوم اب بھی متشخص ہے۔ مسرت بعد میں اس سے آئندہ متازہ و کائنات پیش کرتے ہیں۔ اور وہ ہیں حضرت یعقوبؑ انہی کا اب ریحی اللہ عزوجل آنحضرت ﷺ سے پتہ چلا۔ یہی ہے یہی حضرت یحییٰؑ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: **مُصَلِّیٌّ عِلْقَیٌّ وَحَلْفَیٌّ** (اے جعفر تم ظاہری شکل و صورت اور اخلاقی دونوں میں میرے شعیب ہو گے) (۱)

وہ نازک اور خوف و ہراس کا عالم جس نے

اس انگلی کی تقریب پیدا کی

تو اس کے کہ نہ دعوت کا نمونہ پیش کیا جاوے اور اس کی بلاغت و جوقی رون اور تعذبات نہ دینی کے گہرے مطالعہ کی جو شان اس کے اندر جلوہ گر ہے اس کا جائز و لیا جائے۔ مناسبت ہو کہ اس بولوں کا اور نازک و قمع و مانولی کہ پہلے سامنے نہیں، جس میں اسلام کے تعارف و ترویج دینی مسلمانوں کی فطرت و مہار جماعت کی نماندی کا نازک و دشوار فرض انجام دیا گیا اور حضرت یحییٰؑ رضی اللہ عنہ تھوڑے روزے ہوئے تھے، اس واقعہ کا جس منظر جس نے یہ بات پیدا کی تھی سامنے رکھ کر دینی ہے۔

وہ جس جس میں حضرت یعقوبؑ صاحب کی تعذبات بیان کرنے اور دعوت حق دینے کے لئے ہوئے تھے اس کے بارے میں یہ تھوڑے نکار لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہؓ کو پہنچا تو ان سے ہوئے دیکھے اور یہ عیسویوں کا کہ وہ آپ ﷺ کو روکے نہیں تھے تو ان سے فرمایا: **یَا بَنُو آدَمَ لَا تَخْشَوْنَ الْبَشَرَ خَشِیْةَ اللَّهِ** (اے آدمیوں! تم لوگوں کی ترس نہ کرو، اللہ کی ترس کرو)۔ وہاں ایک بادشاہ ہے جس کی سر زمین میں ظلم نہیں ہوتا اور یہ اچھا ملک ہے۔ اس وقت تک وہاں یہ وہاں تک کہ اللہ ان مصائب سے نجات بخار دے گا۔ اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت نے جوش کو نہ کیا اور یہ امام کی تاریخ میں پہلی ہجرت تھی۔ یہ لوگ یہ گھر تھے آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر منتخب فرمایا۔ ان

(۱) ان کی دعوت کے بارے میں اہل حدیث نے اپنی مزید کتابوں میں بیان کیا ہے۔ ان کی کتاب "ساحلہ دینی" میں صفحہ ۱۶۰ پر



کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ گئے، پھر سلسلہ لگ گیا۔ یہاں تک کہ تراسی (۸۳) نفر ہو گئے۔

مذہب قریش نے دیکھا کہ یہ لوگ امن کی جگہ پہنچ گئے اور جوشہ جا کر محفوظ ہو گئے تو انہوں نے مہر اللہ بن ابی رہبہ اور عمر ابن العاص بن وائل (۱) کو حبشہ بھیجا اور ان کے ساتھ بہت سی مکہ ٹھہر سکی سوغاتھی شاہ نجاشی والی حبشہ کے لئے روانہ کیں۔ یہ دونوں نجاشی کے پاس پہنچے وہ دربار کے بڑے مشیروں کو تنقید سے کرپہلے سے ملا چکے تھے مہاشاہ کے دربار میں پہنچ کر بولے:

”یا شاہ عالی جاہ کے ملک میں بہارے چند بے عقل چھو کر آ کر بس گئے ہیں، جو اپنے مذہب کو بھی چھوڑ چکے ہیں، اور آپ کے مذہب میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں، وہ ایک ایسے نئے قسم کے مذہب کی پیروی کر رہے ہیں۔ جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ، ہم کو آپ کی خدمت میں ان کے سر پرستوں (باپ، چچا) خاندانی بزرگوں اور قبیل کے سرداروں نے بھیجا ہے کہ آپ ان لوگوں کو ہمارے ساتھ واپس کر دیں، وہ لوگ ان کی حقیقت سے زیادہ واقف ہیں اور ان کی رائے ان کے بارے میں ہر طرح سے معتبر ہے۔“

دربار کے بڑے مشیروں نے ایک زبان ہو کر کہا: ”یا شاہ معظم یہ لوگ اپنے مذاہب میں حق بجانب ہیں، ان جوانوں کا ان دونوں کے ہر ذکر دیا جانا ہی مناسب ہے۔“

مسلمان پناہ گزینوں کا پر فریب اور نفرت انگیز تعارف:

ان الفاظ پر غور کیجئے جن کے ذرا بعد ان مسلمانوں کا تعارف کرایا کیا تھا، جو حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے تھے، یہ کتنا متوش و متغیر بنانے والا تعارف تھا اور کس قدر چالاکی کے ساتھ خالص سیاسی انداز میں یہ بات کہی گئی تھی، ان دونوں (قریش کے نمائندوں) نے ان فریب الوطن مسلمانوں پر بھرپور وار کیا تھا، جو عام حالات میں خالی جانے والا نہ تھا۔

پہلے تو انہوں نے ان مسلمان مہاجرین کی حیثیت کو بہت کم کر کے اور حق تعالیٰ انداز میں دکھایا، پھر ان کی ایسی تصویر پیش کی جو اور بھی حقیر و استہزا کا باعث ہو، کہنے لگے ”یا شاہ معظم کے ملک میں چند بے عقل چھو کر آ کر بس گئے ہیں۔“ شاید دربار میں اس لفظ کا خاص







جگہ۔ جتنا دھن کچھ اور سن خطا ہو جاتے دور نہ جاسے اضطراب میں کیا نگاہ و پتہ یہ زبان ہانکے ہنہ ہو جاتی دھن پر زلفش میں جو بھی ہو تا اور مسلمانوں اور اسلام کی مدد کنندہ کی جس پڑا سدا رہی ہوئی اس کچھ نرمیں تھا کہ ایسی صورت حال نہ پیدا ہونے دے کہ بادشاہ کا پیرہہ کا دربار میں ظہر کا اعلان نہ بن جائے، چنانچہ اس جواب اور اے اے ہونے لگے، اس کو اُنکی ہوت تھیں سے بھی احتیاط کرنا تھا جس سے اس جیسائی بادشاہ کا احساس برتری مجروح ہو، جو ملک کا خیرات ہونے کے ساتھ اپنے مذہب کا محافظہ و سرپرست بھی تھا، اُن کو ہوتی ہوت ایسی زبان سے نکل گئی تو وہ اپنے مذہب پر حملہ سمجھے، اور اس کی نیہ سائیت کی رنگ حدیت مجزک اٹھے گی، اور اس کے اندر اپنے مذہب کے دفاع کا جذبہ ابھر تے گا۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی شاعت کی کرنے والا خاص علمی قسم کی بات منطق و فلسفہ کی زبان میں نہ چھیڑے، کیونکہ مسیحیت کے پڑے پڑے عالم وہاں موجود تھے، جو اپنے سے زیادہ کسی کو دینی علوم میں قہر نہیں سمجھتے تھے، علوم مادی میں کسی کو بل بروہ بھی اہمیت دینے کے لئے تیار نہ تھے۔

### حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا حکیمانہ طرز:

حضرت جعفر نے اس جہل اور خستہ سے نفس طے اپنے آپ کو اور مسلمانوں کو نکالا جسے قریش کے فرامندوں نے جانتھا؟ اور وہ کیا طرز گفتگو تھا جو انہوں نے اس نے زک غزوی میں اختیار کیا؟

نہایتی کے اور بار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر پڑھنے والے کو پہلی نظر میں معلوم ہوگا کہ یہ ایک سادہ سی تقریر تھی جو انہوں نے مجبوری کے عالم میں فی البدیہہ کر دی، اور اس سے زیادہ ایک ایسے عرب سے توقع بھی نہیں کی جاسکتی تھی، جو ترقی یافتہ و متہذبن دنیا سے دور سیاحی و اوافق سے بے خبر اور علم و ثقافت سے نااہل تھا۔

لیکن ایسا نہیں ہے، حضرت جعفرؓ کی تقریر حکمت و موقع شناسی اور سلامت عقل کا نمونہ تھی، نہیک وقت پر اور صحیح و مناسب موقع پر اللہ نے ان سے بات کہلا دی، ان کی تقریر سے ان کی انسانی مہارت و بلاغت سے زیادہ ان کی دینی توازن اور عقلی پختہ کاری کا پتہ چلتا ہے اور وہ











کے ساتھ قتل آتا ہے، مگر مکہ معظمہ نہ جہانگیری میں اپنی نیک نامی اور اچھی شہرت کے طالب کار رہتے ہیں، مردود چاہتے ہیں کہ لوگوں میں اپنی خوبیوں کا تذکرہ ہو اور ان کا تذکرہ نہ ہو۔

نہجی نے سوال کیا: ”تجربہ۔۔۔ رہنما جو اللہ کی طرف سے پیام لے کر آئے ہیں، ان میں سے کچھ تمہیں یاد ہے؟“

حضرت معمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہاں! کہہ سکتا ہوں۔ حضرت معمرؓ نے سرزمین کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر، عائشہؓ، ابن کعبؓ، کرنیجیؓ، پرمیہ طارنیؓ، زویہؓ، وواتہؓ، دیاکاسؓ کی، امیہؓ، یونیؓ، اور جو پاریؓ اور اراکانؓ سلطنت میں آئے تھے، ان پر بھی وقت طاری ہوئی اور انہوں نے کراہے، سب سے جو صحیفہ کھلوئے تھے، وہ انہوں سے آگے نہ گئے۔

نہجی نے کہا: ”یہ قرآن اور وہ صحیفہ جو نبی (علیہ السلام) نے فرمائی تھیں، وہ وہیں ایک ہی جگہ کی گئی، اس کے بعد وہ قریش کے دونوں فرستادوں نے اسے فسخ کر دیا۔“

### عقیدہ کی آرزو، افس اور خضر جہانگیری:

”سب سے پہلے یہاں پر شتم ہوئی۔ مسلمانوں کو ایک دراز نماش کا سامنا کرنا پڑا، جو شاید پہلے سے زیادہ سخت تھی۔ عمرو بن العاصؓ نے اپنی فرشتہ آفرینی ٹکڑ پر میں بچھا دیا، تھوڑے عرصے میں اس کی صبح و جا کر بجائی کے کانوں میں طرے بھرے۔“ ”ابو شامہؓ ایک کوک حضرت یحییٰ بن مریمؑ کے بارے میں بہت بری اور سخت بات کہتے ہیں۔“ ”ابو شامہؓ پھر مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور یہ فرماتے: ”تم لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟“

حضرت معمرؓ نے فرمایا: ”ہم ان کے بارے میں اسے کہتے ہیں جو تمہارے نبیؐ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں اس کے عقیدے کی روح، دیکھی۔ جس کو اس نے ناکھ، منت ماب مریم میں جلوہ کر دیا۔“

یہ سن کر عائشہؓ نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک جگہ ٹھاکر کہا: ”واللہ جو تم نے کہا ہے، اس سے ایک جگہ برابر بھی سنائی نہیں دیتی کہ میں نے اس کے بارے میں اس کے عقیدے کی روح، دیکھی۔“

اگر یہاں حضرت معمرؓ نے اپنی طامہ ربی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص بوجہ جس کو اس



مشغول کاما کرنا پڑتا اور اس نے قسم کی آزار، غش سے دوپڑا ہوتا تو کوئی تجویز نہیں کہ وہ دوست کی راہ اختیار کرنا اور موقع کی فراغت کا خیال نہ کرے کوئی سب سے قسم کا جواب دے، اور ایسی کوئی بات نہ کہہ کرے جس سے حضرت عیسیٰ خلیہ السلام کی بشریت واضح نہ ہوگی۔ بدارشہ حضرت جعفر طہیج و طہیج عرب تھے، اور حاضر جوابی، اور اسلوب کا دم پر قدرت رکھتے تھے، لیکن وہ اسلام کے بے دارا عقیدہ کے مخالف تھے، اور ان پر وہ جعفر نہیں تھے، مگر اس ایوان شہی میں وہ نہایت کرامت کی کام مقامی کر رہے تھے، اس لئے مدد انت کرنے اور حق و باطل میں آسیرش کرنے کے وہ مجرب تھے، اس لئے جو کہ اساتذہ کیا اور کھل کر واضح انداز میں کہہ، ان پر چھل و عصمت اور توازن و تمام سب نے، ماضی اپنی بات بچے تلے الفاظ میں کہی، جس میں نہ زیادتی تھی نہ کمی۔

### ایک دینی و دعوتی معرکہ میں فتح و نصرت:

اس سچائی اور خلاص کا حاصل، اور اس بلاغت و عظمت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت جعفر اس خطرناک کشمکش اور دشمنوں کے جال سے معزز و کامیاب ہو کر بے داغ نکل آئے، معرکہ میں کامیابی حاصل کی، روایتوں میں آیا ہے کہ نجاشی نے انتہائی شرمینہ سلوک اور احترام کے ساتھ مسلمانوں کو رخصت کیا اور قریش کے دونوں نمائندے عبد اللہ بن ربیعہ اور عمر بن ابو سلمہ بن وائل شہسار ہو کر نجاشی کے دربار سے دوئے مسلمانانِ قلیک اچھے ملک میں اچھے پڑوسی کے ساتھ رہنے لگے۔

دعوت دین کے اولیٰ شہ پاروں اور عظمت پہنچنے کے نامائک نمونوں کا بیان ہم اس واقعہ پر رقم کرتے ہیں جس کا مظاہرہ آپ کرنا اور زائر اٹھیں، مولیٰ میں ہوا، اور رپا کے قلیک پر عظمت اور بہتداریوں میں پیش آیا، جس کا ہم اسوں اللہ جل جلالہ کے سمائی اور آپ ﷺ کے خاندان کے فرد کے سر پر، جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظمت اور دیوانہ بات کرنے کی صلاحیت بخشی تھی، دعوت کا کام کرنے والوں اور مبلغوں کے لئے پہلی راہ ہے، اور علم و ادب کے شیدائوں کے لئے مطالعہ کا مہضوع۔







بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اس ملک کی قسمت اسلام سے وابستہ ہے!

بھارت کی رہنما جی ڈاکٹر کی مہمانیہ مقررہ تاریخ ۱۰ مئی ۱۹۸۸ء کو  
دہلی کا دورہ پھر انگریزوں کی مذہب

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا  
ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له  
. ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له . ونشهد ان محمدا  
ومولاتنا محمد بن عبد الله ورسوله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه  
الجميع . اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن  
الرحيم . واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمت الله  
عليكم اذ كنتم اعداء لالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمة خواتنا  
وكنتم عسى ننفا حقرة من النار فافلذكم منها كذلك بين الله لكم  
آيته بعلكم فتهتدون .

وہ سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) آری کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا نہ خدا کی  
اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں امانت  
دال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم گم گمے تڑھے کے کنارے تک پہنچ  
پہنچے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔ اس طرح خدا تم کو اپنی نعمتیں کھول کر رہا رہا ہے،  
تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

میرے عزیز بھائیو! اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اللہ نے ایک جہد اتنے  
مسلمان بھائیوں کی شکستیں ہمیں دکھائیں، پیسے مسلمان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی تھیں، اور دنیا  
میں بھرتے تھے مگر جیسے کیا انھیں انھیں نہیں، کہا جاتا تھا کہ یہ مسلمان جا رہا ہے، یہ مسلمان ہے،











آنے والی چیز کے گھٹنے سے محروم ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور آپ کو اسام کی دولت نصیب فرمائی، اس اسلام کے مقابلہ میں کسی متوازی (Parallel) چیز کسی فلسفہ، کسی تحریک، قومیت کے کسی نعرہ، کسی عصبیت کی دعوت کا اثر نہیں پڑنا چاہئے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے "تلاوت من جمیعہن فقد استكمل الايمان" "تین باتیں ہیں، اگر کسی شخص نے ان کو جمع کر لیا تو ان کا ایمان مکمل ہو گیا" ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما" ایک یہ کہ اللہ اور رسول ﷺ اس کے نزدیک، سوائے اللہ سے زیادہ محبوب ہوں، اللہ رسول سے علاوہ دنیا میں کوئی چیز نہیں، سب سے زیادہ اللہ و رسول محبوب ہوں، اور ایک یہ کہ "وان یکسر ان یعود الی الکفر کما یکفرہ ان یقذف فی النار" اس خیال سے کہ وہ کفر کی طرف واپس جا سکتا ہے اس کو ایسی تکلیف محسوس ہو، ایسی وحشت محسوس ہو جیسے کسی کو آگ میں پھینک دیئے جانے سے محسوس ہوتی ہے، بالکل طبعی و جسمانی (Physical) طریقہ ہے، وہ اگر خواب میں دیکھ لے کہ وہ کوئی کفر کا کام کر رہا ہے، اسام کو نقصان پہنچانے والا کوئی کام کر رہا ہے، وہ کسی سازش کا شکار ہو گیا ہے، وہ اللہ و رسول ﷺ کے خلاف کسی اور جھنڈے کے نیچے جا رہا ہے تو اس کی جتنی فکر جائے، سارے گھر کے لوگ جمع ہو جائیں اور کہیں خبریت ہے؟ خبریت ہے؟ آپ نے کوئی ڈرونا خواب دیکھا؟ تو وہ کہے گا کہ ڈرونا خواب، ڈرونا خواب، کوئی چیز ہے؟ میں نے وہاں پر خواب دیکھا کہ اللہ پھر بھی نہ کھائے، میں نے دیکھا کہ میرے گھر میں کفر کی پرچیاں آ رہی ہیں، کفر کا سانپ آ رہا ہے، یہ وہ چیز ہے، جو انبیاء، پیغمبر اسام کی دراست ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ام کنتم شہداء اذا حضر یعقوب الموت اذا قال لہ معبودون من بعدی فالوا نجد الہک والہ بالک ابوہم و اسماعیل واسحق الہا واحدا ونحن لہ مسلمون.

بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے، جب تمہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو تمہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ، اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکساں ہے اور ہماری کے حکم دار ہیں۔



کیا تم اس وقت موجود تھے جب سیدنا یعقوب علیہ علیہ السلام کا آخر وقت آیا، جب ان کے انتقال کا وقت آیا، تو ان کے سب بچے جمع ہو گئے، ان کے بیٹے، پوتے، نواسے، ماماشا، اللہ ان کی بڑی عمر تھی، ان کا کنبہ بڑا تھا، بہت بڑا پر پورا تھا، سب جمع ہو گیا تو انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ بیٹو! میں نے اتنی دولت جمع کی ہے، اتنی دولت زمین میں گاڑی ہے، فلاں جگہ سے نکال لینا، انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میرا فلاں پر قرض ہے، اس سے وصول کر لینا، انہوں نے وہ نہیں کہا جو سب سے اچھی اور ملکی بات ہو سکتی تھی کہ یہ بھول چل کر رہنا، اتحاد اور اتفاق کے ساتھ رہنا، اور اگر وہ یہ کہہ دیتے تو کوئی بات نہیں تھی، لیکن انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا کہ میرے بیٹو! میرے جگر کے نکر و اتم مجھے یہ یاد دے کہ ”عبد اللہ بن مسعودی“ میری آنکھ بند ہونے کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ میری پیٹھ قبر سے نہیں اٹھے گی، جب تک کہ مجھے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟

انہوں نے کہا کہ با جان! دو! با جان! با جان! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، یہ بھی کوئی زورنے کی بات ہے، ہماری رگوں میں اور انہم داسا ملین، دسحاق، یعقوب کا خون ہے، آپ نے ہمیں شرک سے نفرت دلائی، کفر سے نفرت دلائی، ہم مر جانا کو ارہ کریں گے، لیکن کفر و شرک میں جتنا ہوتا پسند نہیں کریں گے، آپ اطمینان سے دنیا سے جائیے ”عبد اللہ بن مسعودی“ ہم آپ کے معبود کی پرستش کریں گے، آپ کے بزرگوں، آپ کے پرکھوں، آپ کے باپ، چچا، دادا کے معبود (اللہ) کی ہم پرستش کریں گے۔ ”اللہک واللہ ابانک ابوہم و اسماعیل و اسحق الہنا و احملنا و نحن لہ مسلمون“ ہم سب اس کے فرماں بردار ہیں، جب ان کو اطمینان ہوا۔

یہی ہر مسلمان کی شان ہونی چاہئے، اپنے متعلق بھی جیسا کہ دانا ہے، اپنے ایمان کی خیر مناجا ہے، اپنے لئے دعا کرتا رہے کہ ہم دلائمان مسلمان رہے، ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو، اور اپنی اولاد کے متعلق بھی اطمینان حاصل کر لے کہ یہ ہماری زندگی میں بھی اور ہمارے بعد بھی اللہ کو معبود کر غیر اللہ کے آستانہ پر سر نہیں جھکائے گی۔ یہ اطمینان گارنٹی سب سے زیادہ ضروری ہے، یہ گارنٹی آدمی کو حاصل کر لینی چاہئے، ایمان کے ساتھ کفر اور کفر کی چیزوں سے نفرت بھی ضروری ہے ”لحسن یکفر بالاطاعت و یومن باللہ“ اللہ تعالیٰ اس کو مقدمہ کرتا ہے کہ جو سرکش







قبول کرتے۔ وہ نے اسلامی جہتہ دہ اور سماجی معاشرہ کو قبول کرتے ہوئے اور اسلامی قانون کو قبول کرتے ہوئے، اسلام میں آؤ، جب ہی اسلام میں آنا مقصود ہے، تحفہ کلمات اور ریز روشنی نے ساتھ نہیں، ریز روشنی کے ساتھ سلام میں دلی نہیں "سکتا، اس کا اسلام قبول نہیں ہے" "انفال نہ وہ اسلام قابل اسلمت لرب العالمین" جب ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ: "ب تو افرودہ" "ابا اسلمت لرب العالمین" میں نے سب تجھ کو اپنے حوالہ دیا، ایسے ہی آپ کو بھی سب چکوا اللہ کے حوالہ کر دینے چاہئے، اسلام کو ہم چیز پر مقصد پر مبنی چاہئے۔

میرے دوستو! وہ نبو اللہ تبارک و تعالیٰ کے سایہ رحمت کے چپے آ جاؤ، پھر ہم اللہ تعالیٰ اس ملک کو کبسا تو فرماتا ہے "ولو ان لكل البشرى، اصبوا وانفوا لمتحدا حلیہم برکت من السماء والارض" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انہیوں، اے اللہ تعالیٰ ہی کتاب پر عمل کرتے تو ہم ان پر "مانوں اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے، وہاں جوں دیتے، اتر آپ کو کھوں نے بھی اللہ کی نعمت کا شکر ادا کروں، ان کی نعمتوں کی، ان کی نعمتوں کی، سمجھوں ان کی طاقت دہی نہیں کی، اور ان کو اس کا طر بر مل عقیقہ نہیں کیا، ان کے شقائق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "نعم تر ائی الذین بذکوا نعمت اللہ کھروا واصلوا قومہم دار البوار" "یا تم نے ان لوگوں کی جہل نہیں دیکھا، جنہوں نے اللہ کی نعمت کو اس نے احسان نہ کرتے بد دیا، امن کو بد امنی سے بدلتا دیا، امتحان، عباد کو بے ایمانی سے بدلی دیا، یہ مسلمان کی شان نہیں ہے کہ جب وہ صبح اٹھے تو انھیں من جدد، ہل من جدد" پکارے، یہ مسلمان کا شہر و گھر ہے کہ روز نیا آئین ہو، روز نیا کلمہ ہو، اللہ نے آپ کو امن کی دولت عطا فرمائی، روزی عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایسی سہولت، ایسی نرمی زمین آپ کو دی ہے کہ بہت سے ملکوں کو نعمت پہ نہیں، کیسے کیسے جتنے جنگلات، پھنس (جوت) کی کٹی و فرمہ، سب سے جزی نعمت یہ ہے کہ مسلمان یہاں و کثرت میں ہیں، ان مسلمانوں کا اسلام سے تعلق منسوب ہے، ان مسلمانوں میں خصوص پیدا کیجئے، گرم جوشی پیدا کئے، یہاں کی قوم میں ایمان کا جوش ہے، اس میں خصوص ۶ خزانہ ہے، اس میں محبت کا ذوق ہے، اس میں ذہانت کے سوتے ہیں، ان میں آپ کا مہل، اور اس شخص سے، اس صداقت سے آپ کی حاکمت پیدا کریں، آپ کو دیکھیں ان لوگوں کی



ان قواعد و تعاقب کے قیام پر ہی دنیا قائم ہے۔

اعلا مرتبہ ہوں کہ قواعد تعاقب اس ملک و جمہور کے لئے آج کے واجب و رکنی اور رکنی و باطنی، طبعی و آسمانی ہیں۔ ان کے بغیر نہ رہے اور اس کو اپنی تمام کمزوریوں اور رکنی و آسمانی کے بغیر نہ رہے اور یہاں ہمیشہ امن و امان رہے۔ یہاں ہمیشہ باطنی و آسمانی رہے۔ یہاں ہمیشہ صحت و امان رہے۔

راخبر دعو ما ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ترتیب خلافت میں حضرت حسنینؓ کے مثالی اقدام

یہ تقریب ۵ اغرم الحرام ۱۳۱۲ھ مطابق ۳۵ جولائی ۱۹۹۰ء کو مسجد انظور بال واقع ماہ شوال میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر امام کے عنوان کے تحت ایک سنتہ جدید میں نئی

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الامين محمد وآله وصحبه اجمعين، ومن تبعهم باحسان ودعا يدعوهم الى يوم الدين اما بعد! انعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم والشمس تجري مسرورها. ذلك بتقليد العزيز العليم.

اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آفتاب اپنے مستقر کی طرف (اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے طلوع اور غروب کی جو جگہ تعین کی ہے) اب اٹھ یا رات بڑھتا اور اس کی طرف چلتا رہتا ہے، اور یہ اس مالک کا مقدر نہی ہو اور بتایا جاتا ہے کہ حساب اور اس کا قانون ہے، جو ”العزيز“ بھی ہے، ”العليم“ بھی، غالب بھی ہے، اور علم والا بھی، انھما بنائے ہوئے اور حساب مقرر کرنے والا بھی، اگر کوئی صرف غالب ہو تو ضروری نہیں کہ اس کا انتظام و حساب قسمت پر بھی مبنی ہو، وہ محض اپنی قوت سے کام لیتا ہے، لیکن اس کی سروری کا درجہ دانی اور کار فرمائی ضروری نہیں کہ حکمت پر مبنی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکم دینے والا علیم ہو، لیکن غالب نہ ہو تو سارا کام پورا ہونا مشکل ہے۔

حضرات! آپ کو تعجب ہو رہا ہو گا کہ آج کے اس جلسہ سے جس کا تعلق صحابہ کرام اور شہدائے اسلام کے فضائل و مناقب سے ہے اس کویت مبارکہ کا کیا تعلق ہے، جس میں نظام شمس کا ذکر کیا گیا ہے کہ آفتاب اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ایک خاص جگہ سے چلتا ہے، اور ایک خاص جگہ پہنچتا ہے، اور وہ اپنا پورا سفر اللہ کی قدرت اور اس کے علم کے مطابق طے کرتا ہے؟ میں یہ عرض کروں گا کہ اس آیت کی روشنی اور ہمنوائی میں جس میں نظام شمسی کا ذکر ہے،











کے جذبہ، اور ان کی نیک نفسی، اللہ تعالیٰ اور انسان دوستی کا بھی ذکر نہیں کرتا، یہی چیز اور پہلی شرط جو ہے، وہ یہ کہ خیر کی پہلی جگہ دینے والا اور اس کی نیابت اولیٰ کا فرض اچھا سمجھنے والا، اس دین شریعت کے معاملہ میں اتنا فیور ہوگا اس سے بڑھ کر فیور، جس سے بڑھ کر ذکی نفس، اس سے بڑھ کر فو، اور وہ اس، اس کے ایک ایک نقطہ کی حفاظت کا جذبہ رکھنے والا، کوئی دوسرا نہ ہو۔

### نیابت رسول اللہ ﷺ:

دوسری صفات بعد کی ہیں اور چنانچہ چاند پر ان سب کا مقام ہے، لیکن پہلی شرط جس پر دین کی بنیاد کا انحصار ہے وہ یہ کہ نبی ﷺ کا جانشین اس کا نائب اس کی جگہ پر اہل حق کی رہنمائی کا منصب سنبھالنے والا جو کچھ بھی ہو اپنی جگہ پر لیکن دین کے معاملہ میں وہ حد درجہ فیور ہو، وہ اپنے علم و ادب اور اپنی بہوشیوں کی عزت و آبرو کے معاملہ میں بھی اس دین کے ایک ایک نقطہ کے بارے میں زیادہ فیور ہو، زیادہ ایمانیت اور ذکی نفس واقع ہوا ہو، سارے مذاہب و ادیان کی تاریخ بتاتی ہے کہ سب سے زیادہ یہ مذاہب اس حد سے تحریف کا شکار ہوئے اور انہوں نے بہت جلد اپنی شکل بدل دی اور ایک دوسرے پر دستہ پر پڑ گئے کہ ان مذاہب کو اپنے ماننے والوں کے بعد (انہوں نے درود و سلام ہوں ان پر) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے مہاجر فقیہ و حافظہ و ائمن اور وفادار و فیور جو شخص نہیں مانتا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی مرتبہ کے انسان تھے؟ ان کی صفت، ان کی سیرت، اسوئہ کی کتابوں میں پڑھئے، وہ کون کتنا، ان کے حال تھے، انہوں نے ان کے بارے میں کچھ فرمایا، ان کو اس درجہ کی فضیلت حاصل ہے، ان پر بہت دلالت و دلالت اتفاق ہے، یہ سب حدیث اور سیرت کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے، لیکن ان کی سب سے بڑی اور ان کا سب سے بڑا نعمت جس کی پہلے مرحلہ میں سب سے بڑھ کر ضرورت تھی، وہ ان کی دین کے بارے میں حد سے بڑھی ہوئی نصیحت، اذکار، اس کے ایک ایک نقطہ کی حفاظت کا جذبہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تحویل کا غیر متبادل غرض و فیصلہ تھا۔

ان کا خدا کے ساتھ جو تعلق تھا، وہ اپنی جگہ پر، ان کی رگوں کی سریر و زاری، ان کی دعائیں، اور خلق خدا پر ان کی شفقت اور ان کا بدل و تقویٰ، ان کا زہد و انحراف، وہ صفات و خصوصیات ہیں، جو اپنی جگہ پر بڑی قدر و قیمت کی حامل ہیں، جو حفاظت دین اور اس کے بارے میں شدید غیرت، یہ ان کا وصف خاص اور ان کی سیرت کی کلیدی صفت ہے، جس کے بارے



کہا جاتا ہے کہ ”سن دین پر جو عمل اور بات اور انہیں اور شرعی احکامات ہیں اور یہ تجویز اور امت نئی طور پر خلافت سے جو محفوظ ہے، یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اسی خلافت دین کی جہت پر کامیاب ہو کر رہا ہے، خدا کے فضل سے آج بھی خدا کے واحد کے ماتے والے یہ ہو رہے ہیں اور یہی امت محمدیہ پر ایمان رکھنے والے اور قرآن کی پابند ہیں۔ جن کے بغیر کسی مسلمان کا مسلمان رہنا مشکل ہے یہ سب روئے زمین سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور ان کا امام میں کیا چیز ہو، یہ کی کیا حیثیت ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جن سے زیادہ حدیث کے روایت میں کسی سے روایت منقول نہیں، اور جن کی حدیث و حدیث پر امت کا اتفاق ہے اور جانتے ہیں۔“

”والله الذي لا اله الا هو لا اله الا هو لا اله الا هو لا اله الا هو لا اله الا هو“

لوگوں نے یہاں دیکھنے آپ کیا کہہ رہے ہیں ”انہوں نے یہ کہا تھا تو اللہ الذي لا اله الا هو لا اله الا هو لا اله الا هو لا اله الا هو“ (خدا کی قسم! میں نے یہ سنا کوئی یہ نہیں سنا۔) حضرت ابو بکر صدیق خلافت پر متفق نہ ہوتے تو دنیا میں خدا کے واحد کی عبادت و اطاعت کا عمل نہ چاروں نہ ہوتا۔

بات کیا تھی ”بات یہ تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جس ایسی نصرت رکھتے تھے اور نصرت عزت و آبرو کے بارے میں ہوتی ہے اور ان کا سب سے بڑا وصف تھا، وہ سبکی ان کو اصل جوہر جس کی اس وقت سب سے زیادہ ضرورت تھی ان کے پاس، صرف ان کا وہ جملہ جاتا تھا، جس کو وہ سب کے انہیں کے غلطوں میں قائل کیا ہے اور وہ جملہ خود یوں رہتے کہ وہ جس دن سے نکلا ہے، وہ کسی ایمان و یقین کے ساتھ نکلا ہے، وہ جملہ ہے ”لنقص الدين واما حي“ (میرے جتنے دین میں کھتر ہوتا ہو سکتا ہے؟) یہ کی کتنوں کے سامنے اللہ کے دین میں ایک حرف یا ایک نقطہ کی بھی کمی ہو سکتی ہے؟

یہ ہے وہ چیز جس کی غائبی یا غائبی سب سے پہلے ضرورت پڑتی ہے اور یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں بدرجہ کمال موجود تھی۔

اب میں آپ کے سامنے اس دینی غیرت و حمیت اور امداد کی کے بڑے نمونے دے رہا ہوں کہ وہ مثالیں پیش کرتا ہوں۔







[illegible][illegible]

عیسا ئیت کی اعلیت و حقیقت:

یہ حیثیت جس کو دنیا میں نامیاج رہا ہے اور جو نیاک محمدین ترین اور شرقی یافتہ خطوط میں کمات کر چکی ہے، ریثیت مذہب کے بھی اور ریثیت اپنے عہدہ داروں کے بھی، اس



جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، یہ کہ نصف صدی کی مدت کے اندر بھی میرا اپنی اصلی حالت پر قائم نہ ہوئی، آپ اتنی جلد نظر فرمائی ہیں، ابھی حال ہی میں ERNEST DE BENSEN کی کتاب "ISLAM OR TRUE CHRISTIANITY" نام ہے، اس میں سب سے پہلے ہے۔

"موجودہ جیسا کہ کسی طرح بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی فطرت کی ہوئی یہ سائنس نہیں ہے، یہ وہ سائنس نہیں، جس کی جموت اور اشد غفلت حضرت مسیح علیہ السلام نے کی تھی۔ یہ سائنس بیانات پال کی بنائی ہوئی جیسا کہ ہے۔

آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ بیانات پال اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان صرف ۶۰-۶۵ برس کا فاصلہ ہے، ان پندرہ برسوں میں جیسا کہ یہ حال ہوا کہ اس نے وہی اثرات اور بود مذہب کے بہت سے تصورات قبول کر لئے، اور ان کو آپ مذہب کی انتہائی نگہ پینا یا اور جیسا کہ یہ سائنس پر لکھی گئی دوسری کتابیں ہیں، تو معلوم ہو گا کہ یہ سائنس نے وہی وہی اور بود مذہب کی کتنی چیزیں مثلاً عقیدے، اتحاد، مطلق اور تہذیب ان عقائد و نظریات و القادار کو جو ہندوستان کے مذہب سے تعلق رکھتے تھے، ان کو آپ مذہب کی اور بالکل محرف ہو کر رکھی اور برابر ہی راستہ پر چل رہی ہے۔

یہ قرآن کریم کا فقرہ ہے کہ اس نے میرا نبیوں کے لئے "انسانا لہم" کا لفظ استعمال کیا ہے، انسانا لہم کے معنی کیا ہیں؟ آپ غلط نہ بنانا چاہتے ہوں اور اپنی جانے والی گاری پر بیٹھ جائیں، یہ ہے مفلک، آپ جو کہ اس جلسہ و نشست آئے کے ریل سے انشیشن چلے جائیں، اس کو کہتے ہیں راستہ بدل دین اور پھر ای راستہ پر چلتے رہتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جتنا زیادہ چلتا ہے منزل مقصد سے اتنا ہی دور ہوتا چلا جاتا ہے، جیسا کہ سائنس تجزہ پہلی اور سب تو وہی جہاز پر جا رہی ہے (ہوائی جہاز بھی ای کی چیزوں کی زمین ہے، تو یہ سائنس صرف زمین سے رقبہ میں نہیں اپنے مذہب کی اور اپنی سفر میں بھی ہوائی جہاز کی رفتار سے چلتی، یعنی چل کر منزل مقصد سے دور نہیں ہوئی بلکہ اڑ کر دور ہوئی، آج کی موجودہ سائنس کا جس دوسری سائنس ہے، جس کو بیانات پال کا فقرہ اور اس کی دین بنا چاہئے، اور وہ اس کی یہ ہے (مجھے عافیت لیا ہوا ہے اور وہ بھی مجھے معاف کرے) کہ جیسا کہ مذہب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا کہ سب سے پہلے درج ہے



ہاں اب یہ سخت اللہ کی قسمی اور کوئی اس پر اصرار نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اس نے قوت مطلقہ ہے۔ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام پر دوسرے بہت سے نعمات فرمائے۔ حضرت مسیحؑ حضرت مسیحؑ ہیں۔ ہمارے ایمان پر ایمان ہے، اور ان کی نبوت کا قرآن سے بغیر ہم مسلمان نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے، اس کو چونکہ عیسائیت کو قیامت تک جاتی رکھنا مقصود ہے۔ تو "لیظہرہ علی الدین کلہ" اس کے لئے کہا نہیں گیا، "الیوم اکملت لکم دینکم وانمست علیکم بمعنی ووضعت لکم الاسلام دیناً" نبی انبیا سے اس کو نہیں دیا۔ نبی نبیوں کے امام نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا "اے امیر المؤمنین! ایک آیت قرآن مجید میں آپ آسمانی سے پڑھ لیا کرتے ہیں، اگر آپ وہ آیت نہ پڑھیں گے بارے میں مازیل ہوئی تو ہمیں ان کو قبول کرنا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں ہی آیت: "اس نے کہا "الیوم اکملت لکم دینکم" لیکن "فرمایا کہ یہ آیت رکھ کر کھائے قبول کروں میں ہی ازل ہوئی تھی۔ یہ تو یوم عرفہ میں مازیل ہوئی تھی ورنہ میں بھی جود کا تھا، ہم لوگ اس طرح سے قبول کرنے کے جاویں نہیں، دوسرے یہاں یہ طریقہ ان کا نہیں۔

یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کارنامہ تھا کہ وہ یوں کے ایک بچہ کو بھی پھونکنے کے لئے حیر نہیں تھے، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ کلمات چاہے، ایسے ہوں کہ آدھی دوا میں رہے، اور زبان ایسی نہ کہ جو بات نکلے پوری ہو جائے، اور فکر اس کی کہ اس پر پڑے مسلمان ہو جائے اور ولی کا درجہ پائے، سب چیزیں ایک جہدِ مسلمہ، قابلِ اعتراض ہیں، مگر یہاں تک دین کے باقی رہے کہ ہم حق سے تو سب سے اہمتر ہو گیا کی چیز جو سب سے دین کے بارے میں غیرت اور اس کی حفاظت کا جذبہ ہے۔ یہ غالب ہے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان تھی، اور ان میں وہ ماری امت میں ممتاز ہیں، اسی دوسرے مسئلہ میں کسی کا مسئلہ ان کے نمایاں ہوا، ان کا کام نہیں کرتے، لیکن میں حامد میں ان کا کوئی مسئلہ نہیں۔

آپ کا دوسرا نمونہ یہ ہے کہ جس وقت آپ مسئلہ خلافت پر آئے تو آپ کو یہ بات معلوم تھی کہ حضورؐ کی فری خواہی ہے اور قرآن میں یہ بات شامل تھی کہ حضرت اسد رضی اللہ عنہ کو دوسروں سے جگہ کرنے کے لئے بھیجیں، دوسرے ارادہ اور پھر دواتھ اور صرفہ داتھیں مقامات اپنے بچے تھے، یہاں نماز پوری تھی، چوراہہ پر اعراب خطہ میں اور ارد گرد کی رہا تھا،















ایسا جس تبدیلی کو دیکھا ایسے کچلے پٹے نہ لے سکتا تھا حضرت ابو سعید و امیر حضرت عمرو بن العاص نے کہا: امیر المؤمنین یہ لعنہ اعلیٰ ہے، یہاں اس طرح کینڑی کی ضرورت پڑتی ہے اور آجیٹے ہمارے نیچے ہوئی چیز ہے جس انہیوں نے کہا کہ اچھا خیر اس کے بعد کسی یاد رکھ کر دیو کہ پھٹ گیا ہے، اس کو میں یاد رکھ کر دیکھتا ہوں کہ اس کے بدلے دے دیا آپ نے فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے؟ یاد رکھ کر دیکھتا ہوں کہ حضرت یہ بڑے اچھے کپڑے (سنگھار) کا بٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں بتا رہا ہوں کہ اس کا ذرا بچہ نہ دے کر دینا یہ اور آپ نے اس کو پہنا۔

یہ روز نماز تھا کہ حسبِ نام و مظلوم نے برسیان و فرق دیتا تھا جو انسان اور جانور سے بھی زیادہ دیتا ہے آپ، ہندوستان کو دیکھتے رہا یہاں جو طوائف، ثلثات تھوڑی دیکھی اور بچی ذاتوں کے ہر بیان جو فرق تھا، وہ دیکھتے، بلا شاستر پڑھتے تو آپ اس وقت کے حالات کا علم ہو گا۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو بعد الہی اور مساوات انسانی کے علمبردار تھے اور ان کو اس صفت کو قائم رکھنا تھا اور اللہ ان کے رعبہ اس جملہ کو اس وقت تک پہنچنا چاہتے تھے، ان کی مدد عسکری اور مساوات انسانی کا صرف ایک ہاتھ میں آپ کو سنا رہی تھی۔

ایک مرتبہ مصر میں کھوڑوں کی ریس اور ریش تھی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو مصر کے فاتح اور اس کے گورنر ہیں، ان کے صاحبزادے اس ریس میں شریک تھے، مقابلہ میں ایک قبیلہ کا کھوڑا ان کے کھوڑے سے دسب آگے بڑھنے لگا تو انہوں نے ایک کھوڑے پر لگا کر وہ راک گیا تو انہوں نے اس قبیلے پر بھی ایک کھوڑا لگا کر کہا کہ میں ایک شریف زادہ ہوں اور تم مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کر رہے ہو، قبیلے نے اس واقعہ کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنر صاحب کو اور ان کے صاحبزادے کو ماری کو طلب کیا اور فرمایا کہ تم نے کب سے ان کو یہی کو سنا دیا حالانکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے، پھر آپ نے اس قبیلے کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں کھوڑا دیا اور علم دیا کہ اس شریف زادہ کھوڑا صاحب کے صاحبزادے کے سر پہ ایسا ہی بچھو، جیسا کہ انہوں نے تمہارے سر پر بچھو رہا تھا۔

یہ عجیب و غریب جس کی چیز سے اسلام میں یہ نظام عدل اور مساوات انسانی اور انسانیت کا احاطہ ہوا، اس کا شرف اور اس کی عزت و بزرگی رہی۔







نہایت میں ہوں بہت دور ۳۳

ماتے کے قریب پہنچا ہوا، اس قدر کہ اس کے ہاتھ میں وہ قدرتی شے تھی جس سے وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ قدرتی شے تھی جس سے وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ قدرتی شے تھی جس سے وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا تھا۔

اس کے ہاتھ میں وہ قدرتی شے تھی جس سے وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ قدرتی شے تھی جس سے وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ قدرتی شے تھی جس سے وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا تھا۔

اب یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ انسان کو اس قدر قریب رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں وہ قدرتی شے تھی جس سے وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ قدرتی شے تھی جس سے وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا تھا۔

اب یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ انسان کو اس قدر قریب رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے جسم کو محفوظ رکھتا ہے۔



یہ دانی سے باخبر نہ تھی، جو کوئی تھی، اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے پاس کیا اور خط سے ملے، مگر کسی دینی نمائندہ کو ایسا قریبی رشتہ کی حیثیت سے عدالت پہنچا دیا، آپ نے اسے ساتھ لے کر عدالت پہنچا دیا، یہ ایک کام کوئے کر رہا تھا کہ کوئی صاحب خانہ کے لئے کھڑے ہوئے، اور وہ ان کو اس جگہ بٹھایا، جس امیر المومنین دہلوی کا یہ ہے قیام، وہ آپ کے لئے ہمیشہ لے کر قاضی صاحب سے ان کی واپس قبول کر کے لے کر رہا دیا، کہہ کہ ان میں تو ایسا آپ کا ساتھ اور دوسرا اور سے آپ نے عام امید ان کی کوئی کوئی چیز نہیں، آپ نے کچھ نہیں کہا، لیکن وہ دینی اس واقعہ سے اتنا متاثر ہو کہ وہ اس وقت عدالت ہو کر اور فکر پر نہا کہ امیر المومنین اس لئے قانون پر چلتے ہیں اور اپنی حاکمیت، عدالت میں رہا ان کے لئے ہے، اس کا نہیں ہے۔

آپ نے مجھ غلامت کی روحیں ایسا سمجھتے، افلاکیت تھی، آپ نے اس کا نون خوش  
 کیا۔ اندھنی لکھنوں، نام نہادوں کی محفلتوں اور امتثال کے، وریں اس حرج اصول پر تمام ہو  
 جاتا ہے اور سیاست، میں پر قابض نہیں ہونے پاتی، ملام، وہ مذہب نے خوب فرما ہے کہ اگر  
 ملت سے علی کا دور نہ جاتا تو انیسویں اعراب کی کوئی مثال، مرنے والے مکتا لکھنوں، و خواتین  
 کی محفلت کی طاعت میں پھنسا جاتا ہے

یہ تھا، ورنہ جس کی پوچھے بغیر پشور سے تھی۔ جب ملک آپ سے جڑا ہوا ہے۔ اس سرائے  
 سے جہاں علی نے اس سدا و جہاں لکھا، اور میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ و اولاد سے حسین رضی  
 اللہ عنہ و اولاد کا معاملہ ہے۔ میں نے اس کے لئے ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ و اولاد کا معاملہ جس ایات  
 و آئی اور اہل حق کی بیخودیوں میں سے ہے۔ تصور چنانچہ کہ رجبہ بعد ازاں کا جو شخصوں معاملہ ہے  
 ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کی جو حیثیت سے پہنچاؤ تھیں، وہاں قربانی ہیں، ان میں سے آپ  
 نے یہ احوال بھی ہیں۔ انہیں کہ تو بھائی رسول اللہ کا لقب ملا ہے

[illegible]







پس یہ مسئلہ کی تحریکات ہوئیں آج میں وہ جو انقلابی و فتنہ پسندانہ تھیں، ان کے پاس  
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ نمونہ چاہ کر لیا تھا، یہ وہ بہترین اور سب سے زیادہ قابل  
 شیخ خدیجیوں کا شیخ شامی و امام حنفی کا سید الشہداء شہید اعظم امام شافعی کا سید  
 و امام ہے، ان کے والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے  
 والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے والدین کے

یہ سارا ہمارے اس اور ملک کی مہم ہے جو نیک خواہشات کی وضاحت ایک اور امر ہے جس سے ہم نے اپنے لیے کوئی نیک خواہش نہیں کی۔

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

$$\frac{d}{dt} \left( \frac{1}{\rho} \right) = - \frac{1}{\rho^2} \frac{d\rho}{dt}$$
[illegible]











کیے، حجاز اللہ اس سے بڑھ کر رسولؐ کی ناکامی کا ملان اور آپؐ کی رسالت اور آپؐ کی کیا اثر  
حضرتؑ کی تاثیر کا نگرہ ہو کر کیا ہوگا۔ یہ تو یہ مانیوں "یہودیوں" نے بھی کیا، چند نیچے ان جمیع ذمہ  
اللہ مالہ نے بڑی سجدہ بات لکھی ہے، اور اس سے بہتر بات نہیں ہو سکتی اور شہرانی پر اپنی نظر فرم  
کراں کا۔

وہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری امت میں امت یہودیہ میں سب  
سے افضل اور سب سے اعلیٰ لوگ کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
سے سنا تھی، جو سنا میں سے پوچھ کہ تم اپنی امت میں سب سے افضل اور سب سے بہتر  
کبھی ہو، اور امت یہودیہ میں نمونہ کامل کون لوگ تھے، انہوں نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ  
علیہ السلام کے حواری، ردیف میں سے پوچھا گیا کہ امت اسلام میں سب سے بہتر اور خراب  
لوگ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابی۔ بالکل ایسی بات ہے۔

ارے جانائی، ان کا یہ سب نفیس ہے اور یہ جو انہی نے منجی آخر آریں یہ بے مثال شرع

بہار اب جو دنیا میں آئی توفیق ہے

یہ سب چہ انہیں کی اعلیٰ قبول ہے

اس کا فیض انہوں کے قریب ترین لوگوں میں پہنچے تو پھر کیا ماحولی۔ انہوں نے تو کہہ  
کر انہی کی طرف سے تقریر کر رہا ہوں اور تقریر پر زور دھور سے جاری ہوا اور لوگ مٹا کر ہو رہے  
ہوں کہ ایک دم سے ایک عیسائی گھڑا ہوا ہے اور مجھ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ مولا امامہ حبیب  
یہ جو آپ ہم کو دین کی دعوت دے رہے ہیں تو آپ ہم سے کیا امید رکھتے ہیں آپ کے نعمی  
کے تیار کئے ہوئے لوگ آپ کے نبی کی قائل بندہ ہوتے ہی پھر گئے تو پھر آپ ہم سے کیا امید  
رکھتے ہیں اور ہم پر کیوں محنت کرتے ہو۔ ہم اگر آج ظلم بڑھ لیتے ہیں مسلمان بھی ہو جاتے  
ہیں تو ہمارا کیا شمار۔ ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ تو جب بقول بعض ائمہ، بشری علماء کے  
تین ہی وقتہ اسے بچے اور ملازم پر قائم ہے۔ ۲۲ سال کی محنت شوق اور موثر تربیت، خوشحال  
کے رویوں کو یہ کیا بنا دے، اور سنا کیا جینے ہے۔ اس کو "ان تک پہنچا دے" اس ۲۲ سالہ مشقت  
اور توجہ کے بعد نتیجہ صرف یہ آئی ہیں کہ آپ ہم کو اس میدان میں اور کس پھر سے یہ دین کی دعوت  
دے رہے ہیں؟



آپ اس چیز کو بیش قیمت سمجھیں، جس پر اراکینِ عقائد و عقیدت، ان کی انقیادت کا  
 تکیہ جو ان کی مخالفت و دشمنی ماننا اور ان کے استیفاء سے بیزاریاں رکھنے یعنی اعدائے اور سیدھا دشمن رکھنے یعنی اللہ سے  
 انوں سے اللہ اس کو پا کر کسی چیز کو ان سے لے دے کہ کفر و ایمان سے محروم نہ رہے اور  
 آپ کا شہر ہے اور ان پر ہم کفر ہے اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ان پر تکرار نہیں  
 ہو رہی پر دنیا سے ہو نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



## دین ایمان کو جسم و جان پر ترجیح دینا ایمانی تقاضا ہے

بند و ستان کے موجود و حیات میں اسلامی تہذیب و تمدن اسلامی تعلیم و تربیت اسلامی امتیازات و تخصیصات کے لئے جو فطرت پیدا ہو گئے ہیں اور سیکولر اور شرکائے نظامِ قلمیہ نے مسلمانوں کے دین و ایمان اور تہذیب کے لئے جو مسائل و مشکلات کھڑی کر دی ہیں ان کے دفاع کے لئے تیاری اور بیداری و ہوشیاری کی جیسی ضرورت اس وقت ہے انہی شاید بھی نہ تھی۔

دین و ایمان کے لئے اسی سیکولر اور مشرک دنیا چیلنج کے جواب و دفاع کے سلسلے میں ہم مجتہد و مہمگراں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی Nadwi رحمہ اللہ کی یہ فکر اچھا ایمان افروز اور اہم و تقریر (جو آپ نے دینی تعلیمی سنس کے اجلاس عام منعقدہ 27 فروری 1983ء بمقام خیر انٹر کانٹسٹی) فرمائی۔ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

حضرات! اتنی رات ہوئی ہے اور میں خود اس حال میں ہوں کہ میری چایا کہ میں رہا یہ جلسہ کو شہر کر دوں لیکن مجھے ان لوگوں سے شرم آئی جو اس وقت تک بیٹھے رہے ہیں اور میں ان کے صبر کا زیادہ امتحان لینا مناسب نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور جو بات توجہ اور شوق کی حالت میں کہی جاتی ہے وہ شوق سے ساتھ سمی جاتی ہے۔ اور اس کا اثر بھی ہوتا ہے تو میں کوئی ایسی تقریر نہیں کروں گا اور آپ تقریر ہی سنتے رہے ہیں لیکن آپ کو شکایت نہیں ہوتی نہ آپ نے کوئی تقریر نہیں سنی۔ تقریر یا ایک دو کو مستثنیٰ کر کے جو صاحب بھی تقریر کرنا چاہے میں انہوں نے پوری پوری تقریر کی ہے۔ جس لئے اب میرا بہت مہمگراں کام ہے کہ تقریر یا پچانوے اور اٹھانوے فیصدی کام اس سے پہلے ہو گیا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

وانفثوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بأبدانکم الی التہلکة واحسبوا ان اللہ



## بجاء المحسنین

میں نے سب کے سامنے قرآن کریم کی اُلیف قریت پڑھ لی ہے اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اس کا موقع یہ ہے کہ میں آپ پر پہلے بنیادوں کو اُلیف موقع پر بعض مسلمان ایسے تھے جو اپنی جان بچھلنے پر تیار نہ تھے اور اپنے ناطق و میں اس نے اسلام کی خدمت سے دور رہے تھے۔ اور ہاں کہیں تکلیف نے آپ پر ہوا ہو کر مسلمان تو قرآن پڑھتے ہوئے ہوتے ہی ہیں اور اس زمانہ کے لوگ اور زیادہ پڑھتے ہوئے تھے ان میں یہ لوگوں کو نایاب اور اچھا سمجھتے تھے۔ بعد اسلام خدا اب یہ چکا ہے۔ اور اب ان ذوق مال و دنیا کی ضرورت نہیں۔ اس لئے ہم کو وہی کو بھیجی جانی اور تجاہل و غیرہ میں نہ نہ رہے۔ اس موقع پر اُلیف یہ ہے جلیل القدر صحابی سیدنا حضرت ابو یوسف انصاری (جو میرزا بن رسول اور بقول مولانا علی کے میرزا بن عالم سے میرزا بن تھے بھی حضور پروردگار کے میرزا بن ہیں۔ جن سے ہماری آنجہ کو امام اور بدایت کی نعمت ملی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا میرزا بن بننے کا شرف عطا فرمایا تھا اور بدوشت نے نہ رکھے۔ انہوں نے کہا کہ لوگو! اس آیت کا مطلب جہاد سے پہنچو اور انصار یوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور جہاد ہم اس کو سمجھتے ہیں اتنا دیکھ نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ ہم پر تو بھی ہے اور ہم میں اس کے اصل مخاطب تھے۔ تمہارے پیش آیا کہ اب اسلام یہ ہے کہ ہم لوگوں نے اس کے لئے قرب نہیں دینی شریعت کہیں اپنا سامرا وقت اس کے لئے نہ لیا اپنی مادی صلاحیت تو ان کی سب کچھ اس کے سپرد کر دیا تو قدرتنا ہمارے دربار اس سے متاثر ہونے لگے یا ان کو اپنی ایسے کچھ نہیں۔ ملاکان پر بیٹھنے کا وقت نہیں رہا۔ کچھ لوگوں کی تعمیر اور کاروبار کے بڑھانے کا وقت نہیں رہا۔ تو ہمارے وقتوں میں یہ بات کہ ان کی نیکوئیوں تک تو ہم نے آنکھ بند کر کے کام نہ لیا ان کو جو جھگڑا لیکن جب مسلمانوں کی تعداد بڑھی اور خدا کے فضل سے ہر جگہ پر اسلام کے سپاہی پیدا ہو گئے تو ہم نے یہ سوچا کہ اب حضور سے کچھ لوگوں کی شخصیت ہے۔ پس اور ہمیں کہ اب ذرا ہم اپنے دربار کو سنبھال لیں۔ اس کے بعد پھر ہم آگے رجحان کے ہم پیش کے لئے نہیں نہیں لے رہے ہیں اس لیے خیال آتا تھا اور ابھی شاید یہاں پہنچی یہ بات نہیں آئی تھی اور آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی نوبت آئی تو ان کی زبان۔ اس خیال کا آنا تھا کہ قرآن شریف کی آیت نازل ہوئی کہ اللہ کے رستے میں خرچ کرو۔ اور اس خرچ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف مال خرچ کرو بلکہ جان و











سب باتوں پر غصہ ہو کر نہیں بولیں

مشرق است و مغرب و ہندوستان

ایسی سی چیز سے محبت ہوئی ہے اور اب سب سے چیز کی اہمیت ہوئی ہے تو آئی اس کے خیال سے بھی پریشان ہو جائے اور کہیں اس کو نام بھی آجائے تو اس نے بھی اس کی بیخ کنی کر دی ہے۔

اسلام کے لئے کسی سوچ بوم فطرت کے کو بھی گوارا نہیں کرنا چاہیے

یہ حق اسلام کا ابتدائی روح کہ آسمان اپنے پیچھے لئے سوچ بوم سے ہم ڈکا دیکھی قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی تھی اور شرک کا بہت بڑا حق اور عقائد کی شرابی کا لٹکا ہوا کر یہ بات نہیں ہے۔ حق پر پکے ہمارا ایمان قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص میں یہ بات ہوئی اس نے کیا کر لیا کہ بڑا اچھا ہے یہ تو اس تصور سے کہ وہ پھر فکر کی طرف چلا جائے گا۔ اس کا امکان ہے وہ اتنا دیر سے جتنا کہ ہی تو دیکھو آج میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات سے ذرا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی بہت بڑا اور جیسے بڑا اور اس کے کرنے کوئی کے لئے اس میں بھیجنا اسے اس کے لئے کسی۔ اس باب کو ان تکلیف ہوئی اور اس کے لئے کئے گئے۔ وہ جانیں اور مال باپ بیٹے نہیں اور کہیں اس کا نام لگنا چاہئے اتنی ہی مدد دیکھ مسلمان کو اپنے لئے ہے۔ ہر سے اس کی خیالی طور پر تصور سے یہ بچا بھی اس کا وہی ہے اسے محروم ہو جائے گا۔ اور اسی وقت وہ کے لئے پر پڑ جائے گا۔ ہونا چاہیے کہ یہ ایمان کا اتنی وجہ ہے۔ اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو جہاں اپنے اپنے ایمان کی خیر ممانی چاہیے چاہے ہم قبیح نمازیں پڑھتے ہوں اور جہاں ہم قبیح ہی مسجد میں جاتے ہوں اور جہاں ہم قبیح نمازیں صدمہ خیرات کرتے ہوں۔ مرنے میں آئے ہو جنہر یہاں تک کہتا ہوں کہ چاہے ہم وہیں جاتے ہو چھ دنوں صاف صاف من گھڑت اور ہم نے حق پر حق کے اور اگر ہم نے کوئی زنا کرنا کیا۔ یہ بھی قانع دیا ہے ورنہ ہمارے علماء اور اپنے بزرگوں نے بڑے معتقد بھی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہم اس کو ہمارا کرتے ہیں اور اس کا امکان ہم تعلیم کرتے ہیں کہ ہمارا چاہا اسلام سے باطل محروم ہو جائے گا کوئی حزن نہیں اس کو بڑی کھانا دے گی وہ بڑے عہد سے پڑا گا تو دین کے ایک طالب علم کی حیثیت میں آپ سے صاف لیتا ہوں کہ یقیناً قیامت کے دن ہم سب میں آئے اور آپ کا نقشہ انکس نہیں گئے۔



























## ایمان اور اس کی قیمت

یہاں پہلی بار اس حدیث کی اس آیت پر توجہ دینا چاہیے کہ ایمان کی قیمت صرف اس کی قیمت میں مسلمانوں کو ایمان کی قیمت سے نہیں لیا گیا ہے۔

الحمد لله وحده و نستعينه و نستغفره و هو من به و نتوكل عليه و يعود  
بالله من ضرر امصار و من سياب اعدائنا من يهده الله فلا مضل له و من  
يضل الله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و  
نشهد ان سيدنا و مولانا محمد اعدو رسول الله تعالى عليه و  
عليه اله واصحابه اجمعين اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم  
الله الرحمن الرحيم

فانصاب لهم ربه امي لا يصعب عمل عام منكم من ذكر او انثى  
بعضكم من بعض فالذين هاجروا و اخرجوا من ديارهم و اوطانهم في سبيل  
و قتلوا و قتلوا لا كفرن عنهم سلاتهم ولا دخلتهم جنت تجري من  
تحتهما الانهار ثوابا من عند الله . و الله عهده حسن الثواب .

تو ان کے پروردگار نے ان کی توبہ قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کو مل  
کہم و یا عورت خالص نہیں کرتا بلکہ ہم یہ دوسرے کی نہیں دیتے جو لوگ میرے لئے وطن چھوڑ  
گئے اور اپنے گھر سے نکالے گئے اور تم ان کے لئے اور لڑنے اور قتل کئے گئے میں ان کے گناہ  
اور گناہوں کو اور ان کے گناہوں میں داخل کروں گا میں ان کے لئے پھر یہ بہت سی چیزیں (یہ) خدا  
کے یہاں بڑے ہیں اور خدا کے یہاں اچھا بدلہ ہے۔

وطن مانوس چیزوں کا مجموعہ ہے

میرے عزیز بھائیو! مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں آج اپنے ہمراہیوں سے ایک قوم  
رہاؤں، یہ ملاقات تمام یہی، معاشی، طبی، انفرادی و معاشرتی باتوں سے بالکل ایک ہو کر اللہ اور اس



کے رسول کی محبت اور اس نام کے رشتہ سے بنا اور یہ موقع قسوت سے خوب ہوتا ہے۔  
 بھائیو! وطن کیوں وطن ہوتا ہے اور قریبی کے ایک شاعر نے کیوں کہا ہے؟

خاک وطن از ملک سلیمان خوشتر

نہر وطن از نیش و ریحان خوشتر

ہجرت یہ ہے کہ جن مانوس چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے جس میں بچے، دل سے آدمی یا انس ہوتا ہے وہاں سب جمع ہوتی ہیں وہاں اس کا چہرہ، روتا ہے، جوانی کے دن بیتے ہوتے ہیں وہاں کی پیداوار ہوتی ہے، وہاں کی قبروں میں وہ چلا جھرا ہوتا ہے، وہاں کے باغوں، اور وہاں کی گلیوں میں کھیا ہوتا ہے وہ وہاں کے دروازے پر پتے کو چھپاتا ہے اور اسے اس کو انس ہوتا ہے۔ اور پھر وہاں اس کے اسراف ذہن ہوتے ہیں، وطن اور ہر اس میں یہی فرق ہے کہ وطن میں اسباب انس اور انس کے مرکز بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں، اس لیے حضرت بلالؓ آپ تک معظمہ سے یہ منور ہجرت کر گئے، وہاں ان کے خوب بلد محبوب رب العالمین موجود تھے اللہ نے ان کو ایسی عزت بخشی کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی سجدہ کا مؤذن بن دیا، یہاں یہ بھی کبھی وہ بھی یہاں تھے۔

الا لیت صغریٰ هل ابیت لبلد

یواد وحولہ اذخیر و حلیل

(کیا کوئی ایسی رات بھی گزرتی کہ میں ایک ایسی وادی میں رہوں جہاں میرے گھر

بیش لگتی کہ میں بچوں ہوگی)

ایمان کی حفاظت کیلئے ہر چیز کو قربان کرنے کی ضرورت

میرے بھائیوں! خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت میں مکہ سے چلتے وقت بیت لحد کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ میں تنہا کو کبھی نہ چھوڑوں، لیکن یہاں کے لوگ مجھے نکالتے ہیں اور یہاں دین کا قاتل بننا مشکل ہے۔

لیکن اس سے باوجود اللہ کے بندوں نے دین کی خاطر ایسے عزیز وطن کو خیر ہاتھ دیا، بہت سے لوگوں نے تمہارا حق کیا، واسرہ یہ اور لحد کی جھکی ہوئی چھوڑی اور اپنا ہل بچوں کو بھی خیر آباد کیا، حضرت ابو سلمہؓ جب ہجرت کرنے لپے تھے تو ان نے سہرا خان کی رفیقہ حیات تھیں















[illegible]

ان الذين يارثهم انما هم طامعون انفسهم وانما اولئك هم الفاسقون

مستعملین فی الاموال و قالوا انہم یکرر ارض اللہ واسعۃ فینہ حوراء فیہا  
 حیوان یطی بجانہا ثم یحکم لہا من الذبائح الذی یطی بجانہا فیہا من الثیاب  
 ۱۔ پتے ہیں کہ قرآن میں اللہ کے لئے جو کچھ ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے اور وہ ان کے لئے  
 لائے گئے ہیں یہ وہ انعام ہیں جنہیں تمہارا کرم اس میں بڑے اجر سے ملتا ہے۔

فانبر لک ماری هو چپه و ماء ان متبر ۱۱۲۰۰۰

اسے لوہاں کا ٹھکانہ دینا ہے، لہذا وہ پڑتی جلد ہے۔

خدا انہیں شکر ہے کہ میری اس بات کو انہوں نے آج تک یہ سمجھا ہے، وہ اس سے جو لوگ  
 آتے ہیں، کہتے ہیں کہ "سپ کی دکان پر ہمارے جانوروں میں آج تک کوئی بچہ نہیں ہے، کسی نے  
 سنا کہ جنونی کو قیدی میں بند کر دیا، چور نے تھے، لوگوں کے پیچھا کرنا جانوروں یا، ٹیپ پر آپ  
 کی ڈال تھی، اور آپ نے یہ دیکھا ہے کہ انہیں تیرا سنا، اور ان کا پورا کھانا کھا لیا، یہ کھانا  
 مکمل ہوتا ہے، یہ دیکھ لے، اس سرزمین پر رہنا ایک نیا کھانا ہے، چاہے تیرے آسمان سے ہوا  
 بہت ہے، اس سرزمین میں کھانا کھل رہا ہے۔"

تنبی مسلمانوں سے ایک لمحہ فکریہ

اللہ تعالیٰ ان بڑوں کو ہر روز اپنی مجلس میں شریک ہیں تو دولت میں اسی سے اعلیٰ مقام نہایت  
 لوگ مانے اور تکریم و خدمت میں ہر وقت ان کی زندگی میں برکت ہے۔ لیکن یہ ہیں جو انھوں  
 نے تہذیب و ایمان کو چھوڑنے کے لئے اپنی بڑی قربانی دی ہے، اللہ کے دستورِ صلی اللہ علیہ وسلم اور  
 صحابہ پر سبکی بخیرت کے عمل کو دیکھنا قبول کیا کہ اس نے ہم سے مستحقِ شہزادی (آیتوہم) کا نکاح  
 کیا، یہ بھی اس اتفاق ہے کہ کل ۱۰۲ھ کا پہلا دن تھا اس سال کا پہلا دن نہیں مگر جبریل  
 نے درحیٰان ان کو یہ ہوا کہ جو پندرہ سے تیرہ سو ہزار مشغور رہنے لگاں چاہتے تھے کہ







مذاہفِ اعلیٰ نے انسان کو دنیا میں زندگی گزارنے کیسے پیدا کیا اور اس کی ضروریات کو اس دنیا میں پوری کیا یعنی اور فرائض اور افراد کے ساتھ پیدا کیا، انسان کی ضروریات پر قرآن کریم کا سامان میں صراحت کیا گیا ہے چنانچہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی ضروریات پوری کرنا ہے، وہاں ہے جہاں جن چیزوں میں انسان کو تکلیف ہو اور ضرورتوں میں ہرگز نہ ہو، بعد از موت جنت آتی ہے، ان کا استہساہ فرمایا، بعد ازاں کرویا گیا تھا، انسانی ضروریات کے یہ شعبہ ہو چلا، اور ترقی دینے کی نہایت اور محنت بھی انسان کی فطرت میں اور عیسیٰ کی اور اس کے لئے یہ کرودہ، انفرادیہ کئے جو اپنے ان شعبوں اور شعبوں کو اپنی اولاد کے لئے دیکھ رہے ہیں۔ ان کے ان میں انہیں ایسے کام ہیں جن سے انہیں فائدہ ہوتا ہے لیکن ان کے کرنے سے وہ ان چیزوں کو اپنے لئے نہیں دے رہے ہیں۔ اور ان میں ان کے ان کے ان کے چلائے اور ترقی دینے کے لئے۔



میں نے کہہ دیا میں خدا کی تعظیم کے لئے ہر شے اور ہر چیز کو جو وہاں ہے یہ حق ہے۔

## زندگی کو خالق کے عطیہ کے مطابق گزارے!

انسان کی سچائی یہ ہے کہ میں زندگی کو اپنے پیدا کرنے والے کے عطیہ کے مطابق گزارے۔ انسان نے مقصد کو پہچانے اور اپنی منزل متعین تک پہنچنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی انتظام فرمایا نہیں، زندگی سے اس سب سے اہم شے اور سب سے زیادہ مہر و مہر ہے بھی کوئی مسئلہ یا ٹرو و دنیا میں ہماری رہا نہیں، جو اپنے اس مقدس کام کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھے اور اس اہم خدمت کیلئے اپنی جان کی بازی لگائے۔

انسان کو جو اصل ضرورت ہے اس کے لئے کوئی انتظام نہ کرنا اللہ کی رحمت سے عید ہے اس دنیا میں نعمت خدا، حیات اور ہر شے زندگی سے منبت سب کچھ موجود ہے انسان کی ہر چیز جو وہ عام ہے انسانوں کے معنوں میں بھی ہے، مگر کیلئے کیا نہیں کہ انسانوں کی عقل قدرت اور حقیقی مقصد (کہ جس طرح زندگی گزارنا چاہئے اس طرح ہونا چاہئے) اسے کو راضی کرتا ہے، کوئی انتظام نہ کیا گیا، وہ خدا نے انسانوں کو اس اہم ضرورت اور خدمت کیلئے دنیا میں ایک ایسی بے غرضی، بے حسرت بھی پیدا کی جو انسانوں کو بتلاتی رہے کہ یہ زندگی مہر و ہر شے ہے، نہیں غریبی اور بے بعدار ہو، اور انسانی زندگی حیوانیت سے بہت ممتاز و ایک بڑے منصب کی مالک ہے دنیا میں کاروبار ہے اور معنوی معنوی دنیا میں کیلئے طرح طرح کے انتظامات موجود ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ زندگی کا سفر بھی کوئی اہمیت رکھتا ہے یا نہیں؟ میں اس نے ماننے کیلئے تیار نہیں کہ زندگی کا اتنی بڑا سفر ہے کسی اور سے اور جماعت کے ملے ہوئے ہے جس میں طرح طرح کے خطرات، آفت درگاہ ہیں اور خطرات موجود ہوں جو ہر انسان کے لئے ایسی آفت ہے کہ تمام چیزیں ہماری خواہشات و آپ سانچوں اور بچھوؤں کو بچھتے ہیں لیکن انسانی زندگی میں جو سب سے بڑا بچھوہو ہے وہ کائنات اور جراثیم ہیں وہ زندگی کے سفر کے لئے بڑے خطرہ بن گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی خاص رحمت اور فضل سے ان خطرات سے بچانے کا انتظام فرمایا۔ ہر زمانے میں وہ ایسے بڑے مزید و بلند کیلئے جو انسان کو ان کے مالک سے متعارف کرا میں وہ ان کی اصل نواہی اور نواہی کو راستہ دکھائیں اور یہ انتظام نہ ہو تو انسانیت حیوانیت میں کوئی فرق نہ ہو۔ مگر اللہ کو یہ دیکھنا چاہیے اور اللہ کی زندگی و











ہوا اور وہ دعوت جو شرق میں خدا فراموشی کی آواز سن کر مغرب سے گڑبڑنے لگے بے چھین ہو۔  
 نتیجہ نہیں آتی آئی دنیا کو پھر اس کی ضرورت ہے کہ مفید۔ اور عمل کے ساتھ دعوت کا اختیار  
 کر کے حضور علیہ السلام سے اصل مقصد کو اپنا جانے جو اس دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے  
 اللہ کے پیغمبر صحیح مفید و صحیح عمل اور بے غرض دعوت لے کر آئے اسی بنیاد پر ایک جماعت قائم کی  
 جو مسلمان بہائی آئی، اگر عقیدہ و بیوقوف نہیں ملے جتنی دعوت نہیں اور اگر دعوت ہے تو عقیدہ  
 اور عمل نہیں۔ آج دنیا میں دعوتیں ہیں صرف تحریکیں تحریروں اور تقریریں، خدا کی ہستی پر یقین  
 مخلوق پر کرم نہ ملتا ہے آئی دنیا میں دعوتیں ہیں تو سب کی تان اس پر ٹوٹتی ہے۔ ہماری ذات  
 ہماری اولاد اور گھر بہت ترقی کی تو ہماری قوم اور ہمارا ملک ان کی دعوت کی غرض سے ساری  
 انسانیت اور اصل مسئلہ انسانی مسئلہ نہیں ہوتا آج انسانی اور بچہ کیلئے اور خدا ترس زندگی کی دعوت  
 نون و سب بات کون انسانیت کی تہاں کے درو سے بے چھین ہے، زیادہ سے زیادہ دعوت کی  
 بربادی، ایسا ہی زوال باطنی مشکلات و مسائل پیش نظر ہیں ہمارے کون سے رتبے ہیں کہ کسی  
 کو اس سے ہم سچے اور صوفی بات نہیں۔ ہم نے بار بار بڑے اشتیاق اور توجہ کے ساتھ تقسیم  
 اشیاء کیے اور بڑے بڑے مقررین کی تقاریر اور مضامین پڑھے لیکن ہم بڑے بے ایمان اور بے  
 کہ نہیں انسانیت کے مقام و مدار کے یقین اور صبر کے بعد کا اثر تک نہیں ملتا، اور اخلاق اور  
 اپنی خدا ترسی کا یقین اور زندگی کے اس گھر سے بڑے سچے پر گہری تنقید نہیں ملتی۔

## مسلمانوں سے اپیل:

ہم مسلمانوں سے خاص طور پر کہتے ہیں کہ جو زندگی و دنیا میں ہیں وہ ان کی تاریخ اور  
 ان کے جوہر اور عقیدہ سے مصافحت نہیں رکھتی، آئی وقت کی پکار ہے کہ تم اپنی زندگی کے  
 مقاصد و مقاصد، یہ کہ بڑے بڑے تجارتی شیر اور کارخانے، ہر مادی ترقی کا مروجہ دنیا کو تہاں  
 سے بچائے۔ یہ قاصد ہیں۔ تم نے اپنی اور دوسری کو بھلا دیا اور وہی سر زندگی اختیار کیا جو دنیا کی  
 خدا فراموش قوموں نے اختیار کر رکھا ہے تو یہ دنیا انسانی ضرورت سے ختم ہونے لگی ہے۔  
 عمل اور بے غرض دعوت کی زندگی میں گھر اور

دنیا تمہاری خلاف روزے کی اور ایسی امور ہیں کہ ان سے زندگی کی کڑی دلدل سے بچیں سچ  
 ہے۔ آپ اپنے اس منصب کو بچانے اور انسانوں کو بتانا ہے کہ ان کے مقاصد و مقاصد







مفتی اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی رحمہ اللہ علیہ

## کاپی ختام خواتین اسلام کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آله وصحبه  
الطیبین الطاهرین وعلیٰ اجمعین  
والسلام علیہم وعلیٰ آلهم وعلیٰ صحبتہم الطیبین الطاهرین وعلیٰ اجمعین

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آله وصحبه  
الطیبین الطاهرین وعلیٰ اجمعین  
والسلام علیہم وعلیٰ آلهم وعلیٰ صحبتہم الطیبین الطاهرین وعلیٰ اجمعین

میری قابل احترام زوجہ اور بیٹی میں سب سے پہلے تو آپ بہادر و ایمانداروں کو اللہ  
تبارک و تعالیٰ نے آپ کو سرفراز کیا اور دنیاوی و دینی دنیاوی و دینی  
میں پیدا کیا جو شرک و بدعت سے پاک ہے اور بہت ہی بڑی انہیں دین داریاں دیتی ہیں  
اس سے بھی اللہ نے محفوظ رکھا ہے اور خاندان میں عام ہے اس سے بھی پیدا ہے  
اوی لی اللہ اللہ کی طرف سے والے والے اور سے تیار ہے اس سے پیدا ہے اس سے  
نے قبول کیا ہے اس سے میں نے والے والے سے اس سے بہت شکر ہے اس سے بہت شکر  
نورانی بیات ہے اس سے شکر ہے لاوید مکہ مندرجہ ہاتھ سے شکر ہے اور اور اس  
نے اس کے بعد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے  
میں بھی شکر ہے بدعت و غیرہ کی طرف سے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے  
میں بھی شکر ہے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے  
میں بھی شکر ہے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے اس سے شکر ہے















کی قدرت میں پانچویں ہے۔

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رعات اللہ علیہ والہ نے ایسی متعینات و متوفاتی قیام کی کہ پوری دنیا میں شہرت و محبت کا لطمہ اور پیرائے میں کیا گیا، وہ اعلیٰ تھے جس میں ان کی وہ دے مہبت کی تھی کہ دیکھو دنیا کا جگ بولنا اجتماع نہ ہوا، چنانچہ آپ وہاں سے بعد اپنے جانے سے رہنے آ رہے تھے، دیکھی بچے تھے، پیرا کاقل تھا، راستہ میں آ کر پڑا، اس نے سمجھا کہ اس ایک سے بچہ تھا تمہارا۔ پاس پانچو ہے، کہا کہ نہیں ہے، ہمارے پاس پانچو نہیں، چہرہ پر غصہ تو بہت پڑا تھا تھا تو کہ لیستے تھے، ان کے پاس تو نے ان سنا ہے چھا تمہارا۔ پاس پانچو ہے، بیٹے انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس یہ ہے، انھوں نے اس کو لیا اور توہر کی کہ یہ لڑکا بچ بولتا ہے، اور ہماری حالت ہے کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے، ان کا واقعہ ایک اور لکھ کر بعد اوس میں ایک مرتبہ، ان کا واقعہ لوگ دریائے و جل کے کنارے جاتے تھے، وہاں سے جو لوگ ترکاریاں لے کر آتے تھے، عام طور پر ترکاری باہر سے آتی ہے، ترکاری لے کر آتے تھے تو ترکاری گرتی تھی، کوئی یہ گڑیا، کوئی پھل گڑیا، کہیں آ کر گڑیا، کہیں نماز گڑیا، جو لوگ انھیں لیتے تھے، وہاں جاتے تھے کہ بڑی چیز کا اٹھانا ناجائز ہے، ان کے یہاں سیدنا عبدالقادر جیلانی کو بھی جب فاقہ پر فاقہ شروع ہوئے ابھی بڑا رہے تھے، جوان تھے، انہوں نے کہا کہ ہم بھی ہمیں اٹھا لیں، پکا لیں گے، گئے تو دیکھا کہ لوگ اٹھا رہے ہیں، ان کو شرمز آئی کہنے لگے کہ یہ اللہ کی مخلوق کے لئے ہے کی ہو جائے گی، اگر اٹھا لیں گے، ایک آدمی کا حصہ کم ہو جائے گا یہ واقعہ سننے کے قابل ہے، تو وہ اس سے خالی ہاتھ آئے کہ ہم تو اس اٹھا لیں، یہ ان کو مبارک ہو اٹھا نہیں، مسجد میں آ کر بیٹھ گئے، چھٹے کی ہمت نہیں تھی، بہت محنت ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب آئے انھوں نے خوان بچھایا، اچھا اچھا کھانا رکھا، اور کھانے لگے، معلوم نہیں حضرت کا بے اختیار میں منہ کھل گیا، باک کیا ہوا، اس نے دیکھا کہ ایک لڑکا بیٹا ہوا ہے، بہت بھوکا معلوم ہوتا ہے، اس نے کہا کہ آؤ بیٹا کھانا کھاؤ، خیر اس کے بلانے پر بیٹھے گئے، اس نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے، کہہ عبدالقادر، کہاں سے آئے ہو، انھوں نے وہ جگہ بتائی، کہنے لگے کہ یہ تو تمہارا ہی کھانا ہے، ہم جب چلے تھے تو تمہاری والدہ نے کہا تھا کہ لو اس میں دو سپند کھاؤ، وہاں عبدالقادر کو تلاش کرتا، شاید اس کو ضرورت ہو، ہم نے تم کو بہت تلاش کیا، نہیں ملے تو ہم نے کہا کہ یہ بیکار رو پیہ جارہا ہے، تو ہم نے سب خرید لیا تھا



تو ہم سارے مہمان ہیں۔

تو ہزاروں کے ساتھ حب و مرہب و اتفاقات پیش آتے ہیں تو شروع سے بچوں کے دل میں والے کہ رزاق حقیقی روزی رسالہ اللہ تعالیٰ سے ان کا دیا اور رزق ہم کھاتے ہیں اور اللہ میں ہے اور جس سے نہ بھانا، جس کو بھی نہ دے، اور کھڑی بھی نہ لے، زیادتی بھی نہ کرے، بیوی و تکلیف نہ دے، کوئی عداوت نہ ہو تو اس کو راستہ دے، کوئی تکلیف دہ چیز ہو تو اس کو خالی کر دے، نہ کھائے، بچپن سے یہ تعلیم دینی چاہیے اور اپنے یہاں ایسی کتابیں پڑھنا چاہیے کہ راز و نیاز الہی بخیر و حسن اللہ تسخیر معاہدہ کی کتاب ہے، یہ کتاب العاصمین کا ترجمہ ہے جو بہت مستحق کتاب ہے، اللہ کی کتاب کے ساتھ ذکر خیر پڑھنے اور امثالہ و علمائین کے احادیث میں یہ کتاب کا ذکر پڑھنا چاہیے، یہ چیزیں اپنے دلوں میں بولی چاہیے اور انہی کو اللہ تعالیٰ کو آپ کی راہ سے اٹھا، اللہ بہت کام پہنچا ہے، اور اس علاقہ میں آپ کی ایک چراغ ہے جو بھل رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ جگتا رکھے اور عاقریں نمازوں کے بعد اپنے لئے بھی اور ان کے حقوق ہیں، آپ پر ان کے لئے، اللہ کے لئے، اللہ کے لئے بھی اور سب سے بڑی دعا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح عقیدہ مسلمان رکھے اور نیک صالح بنائے، اللہ تبارک و تعالیٰ مولا فرمائے، ان ضرور میں ہمیں تو ایہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اپنے خاندان میں بیٹے ہوتے ہیں، اور اپنے بچوں کو چھبوں کو بہنوں کو چھو چھو لیں کو کھنکھانے لگتے ہیں، اسی دعا مانگیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین



قرآنی قصوں کی اہمیت و افادیت

[illegible]

محَمَّد دَوَّاس عَلِي عَلِي رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ اَمَّا بَعْدُ .

اس تمہید کے بعد مولانا محمد خاں نے کوساسی ادب اور قصہ نگاری کی اہمیت اور افادیت اور اس کے بنیادی مقاصد اور قرآنی مثلوں سے واضح فرمایا، اس ضمن میں بامقصد اور پائیدار ادب کی جستجو کرتے ہوئے انہیں منہمک اسلام کی وجوہ اور حقیقت ہی کے باعث اسلامیہ طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ قرآن مجید نے انسانی دل و دماغ میں نوید و رسالت کے نمایاں و آثار نے کے لئے جو وسائل و ذرائع اختیار کئے ہیں ان میں انجس و خطایات کو مرکز اہمیت حاصل ہے، ایسی حقائق میں سمجھ کر کہنا ہوں سے متعلق جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور جس طرح تحقیق کی نگاہ سے اس فن کو دیکھا جاتا ہے، اس میں باعظموں اور مضامین کے طرز و نمونے کا بڑا دخل ہے کہ وہ اس کی اہمیت اور افادیت کا تسلیم نہیں کرتے مولانا نے فرمایا۔

نصیبہ کہاؤں سے متعلق صدیوں سے ایسے عقائد سبب اور قایل احمدی مکتبی کا خیال  
چلا آ رہا ہے، ہمارے دہائیوں نے قصوں اور حکایت کی بجائے تحقیقی ہے یا نام نہانہ طور







ابو امام، کیجئے ہی یہ سمجھ لیا کہ امر عام۔ فرماپ کی کوئی توجہ دو ہے تو وہ حضرت یح علی ہیں۔  
چنانچہ ان دونوں نے اپنی خواب بول کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر فائدہ اٹھایا  
اور نوازید کا یہ امتزاج ط قوتورنگین ہامع و مدایا۔

حضرت یوسف نے سمجھ لیا کہ یہ دونوں ضرورت مند ہیں اور ضرورت انسان کے اندر رہنے  
اور اطاعت و انقیاد کی صلاحیت پیدا کرتی ہے، جو بات وہ سن نہیں سکتا وہ سب سننے کے لئے  
تیار ہو جاتا ہے، اس کے اندر ادب و احترام اور فروتنی کا جذبہ بے یمنی پیدا ہو جاتا ہے، اس نازک اور  
فحش موقع سے حضرت یوسف علیہ السلام نے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرمایا:

يا صاحبي السجن انا اذنبت مغفوق حير م الله الواحد القهار ،  
ما تعلقون من دونه الا اسماء سميتو ها انا اسم و اباكم ، ما نزل الله  
بها من سلطان ، ان الحكم لا لله امر الا تعدوا الا اوداء ، ذلك  
العين القبيح و لكن اكثر الناس لا يصمون

حضرات: غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وعظ کیا تھا کہاجتا  
اس موقع سے لئے مز سب تھا اگر وہ وعظ کیا کہتے تو کہتے کہ آپ کا اہلکار ہونے سے لئے  
نہیں آئے ہیں آپ تو ہمیں تعبیر دیجئے مگر آپ تعبیر جانتے ہیں اور نہ خدمت کر دیجئے لیکن  
حضرت یوسف نے اسے چھپے سے الفاظ ایسے تعبیر جاریا اور تعبیر ان کے اندر ان کے اندر میں وعظ کیا کہ اگر  
اوپر اور مابین بلاغت اس پر غور کریں تو اللہ قرآنی کے کلام میں نہ جائیں، اس وعظ میں حضرت  
یوسفی بھی فخر آیا ہے، قیامت تک کے لئے یہ اسلوب و رمیوں اور مصلحتوں کے لئے ایک نمونہ  
ہے، ایسے ہمیں اس کو نمونہ بنانا چاہئے کہ اس موقع سے ہم اپنی بات کہیں اور اس بلاغت سے  
اس کی حقہ نہ کریں ہوئی چاہئے۔

اس اسمن القصاص کے دور سے جتا یعنی بدشاہت کے خواب، اس کی تعبیر و پھر بادشاہ  
کی طرف سے جب دعوت آئی تو اس نازک موقع پر خدمت یوسفی اور انسان یوسفی اس طرح  
نہیں ہوئی اور سیرت یوسفی نے کیا رہنمائی کی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے فرمایا:  
دب بادشاہ نے اپنے خواب کی تعبیر اور ایام سے پوچھی تھی نے کہا کہ اس کی تعبیر تو  
حضرت یوسف ہی دے سکتے ہیں اور وہ اس وقت جیل میں ہیں بادشاہ نے حضرت یوسف کو



اپنے دربار میں طلب کیا، اس موقع پر آنروٹی اور توتا تو وہ خوش خوشی دربار جانے لے گئے تیار ہو جاتے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے معاملہ میں تحقیقات کا مطالبہ کیا، فرمایا:

ماہاں النسوة التي قطعن ايديهن ان ربي مكيلهن عليهن، کہ پہلے تحقیق کر لیجئے، ان عورتوں کے بارے میں جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، اس لئے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے دیکھا کہ اس کو اپنے مقاصد میں کامیابی نہیں ملی، اور لوگوں میں جہ چار شروع ہو گیا کہ تلہ راہی بیغم فریفتہ ہوتی ہیں، ایک معمولی انسان پر تو اس نے تدبیر کی اور سب عورتوں کو بنا کر ان کے سامنے حضرت یوسف کو پیش کیا، ان کو دیکھتے ہیں وہ ان پر ایسی فریفتہ ہو گئیں، کہ اپنی اچھیلیاں کاٹ لیں، ان حالات میں حضرت یوسف نے یہ ضروری سمجھا کہ اس کی تحقیق پہلے کر لی جائے، یہ ہدایت الہی بھی تھی، اور نفسیات، خاصیت پیغمبری بھی تھی، انہوں نے کہا کہ اگر اس حالت میں شاہی دربار میں جاؤں گا تو سارے شہر میں چرچا ہو جائے گا کہ وہ تو مجرم تھے اور انہیں سزائے موت دے ڈالے تھے، انہوں نے لالچ کی نگاہ ڈالی تھی، اور نہ معلوم کیا کرنے والے تھے، کہ اس کے بعد وہ جیل چلے گئے، پھر بغیر تحقیق کے شاہی دربار چلے گئے، محض بادشاہ کی خصوصی نظر حمایت سے آیا ہوا۔

حضرات: منصب نبوت کے لئے جو بلندی چاہئے، جو عزت، جو برکت اور جو پاکیزگی چاہئے پھر وہ نہ ہوتی، اگر بغیر تحقیق کے حضرت یوسف محض بادشاہ کے بلاوے پر اس کے دربار میں چلے جاتے، اب شکست خداوندی ہی نہیں، یہ خالص اعجاز قرآنی ہے کہ حضرت یوسف نے فرمایا کہ "اوجع الی ربک فاسأله ماہاں النسوة التي قطعن ايديهن" پھر جب تحقیق ہوئی تو نتیجہ یہ سامنے آیا کہ ما علمنا علیہ من سوء، ہم نے ان کے اندر کوئی کمزوری اور کوئی خرابی نہیں پائی، تب حضرت یوسف پورے اعزاز اور پوری خودداری کے ساتھ بلکہ نور نبوت اور منصب نبوت کیساتھ دربار میں آئے اور وہاں رہے، یہ ساری چیزیں تو امت میں موجود نہیں، اس طرح تو رات ایک اور بات نظر انداز کرتی ہے، اور وہ ہے، ما جعلنی علی عزانہ، مسلا ورض انہی حفیظ علیہم، یہ وہی کہہ سکتا ہے، انہیں پر دعوت کا غائب ہو، جس کو انسانیت کے ساتھ برادرانہ رشتہ مشفقانہ تعلق ہو، یہ کتنا بڑا خزانہ ہے اور کتنی بڑی ملکیت ہے،



نہیں ہے جس کی باتیں صرف ہمارے ہی میں حضرت یوسف نے اس کا خیال نہیں کیا کہ وہ کیا کہیں گے کہ انھوں نے مجدد و مصلح کیا۔ اس لئے کہ لوگوں کے منہ اپنی بات کے متعلق بدگمانیوں کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور زیادہ قابل ترجیح ہے، اُس کوئی حکم، مصلحت، کلمہ، راہی تھی، کوئی حرج نہیں، لیکن ہزاروں ہزار انسانوں کے کام ہوں گے، غریبوں کو پیسے ملیں گے، بھوکوں کو روٹی ملے گی، جو اہل میں ان کو جب دے ملے گا، اس لئے فرمایا "اجعلی علی حوائج الارض لی حفیظ علیہم" یہ خدا کے ہوا کوئی نہیں کہہ سکتا تھا، کوئی مصلح نہ تھا، وہاں تو حضرت یوسف کی سیرت میں اس کا ذکر نہ کرتا کہ اس میں حضرت یوسف کی ازبوری نظام ہوتی ہے، قابلِ ثوابات یہ ہے کہ حضرت یوسف حضرت یعقوبؑ کے لئے غنیمت کے پوتے اور پر پوتے تھے، اس سے بچ کر کیا ہے کہ ان پر حرف آئے، واقع تھے لیکن انھوں نے آراء پر ہونے سے یہ نبوت کا مزاج، اور اس کی نفسیات، یہ سرفہرشی کے اندر ہوتی ہے، تو رات نے حضرت یوسفؑ کے وعظ اور ان کی تفسیرت باتوں کو نظر نہ انداز کر دیا، جبکہ قرآن نے اس قصہ میں ان تمام معاصر کا ذکر کیا ہے، جن سے انسانوں کی رہنمائی ہوتی ہے، اور ان سے یہ ستیزہ و سازش کی تشکیل میں مدد ملتی ہے۔

سورۃ کہف میں ارجح واقعات اور حکایتوں کا مختصر کے ساتھ تفصیل و تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے اپنے عربی مقالہ اور کتاب "معراج ایمان و مادیت" میں ذکر کیا ہے کہ ہر زمانہ میں ایمان و مادیت کے درمیان کشمکش پیش آئے گی، یہ کشمکش ایک خاص شکل میں اسباب کہف کے زمانہ میں پیش آئی اسحاق کہف نے اپنے زمانہ کی مشرکان حکومت کا جس طرح مقابلہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسا اعزاز بخشا، آخر زمانے میں کیا کیا واقعات پیش آئیں گے، قیامت تک ہمیں آئے ہوں، دینی تحریکات و تربیات، مادی کشش اور مادی دلچسپی کی طرف اشارے کئے گئے ہیں، یہ سب چیزیں، کانٹوں کے ذریعہ ہمارے سامنے قرآن نے رکھی ہیں، ہم کہ ہم ان سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں، لیکن ان کہانیوں کو دین کے دائرے سے خارج کر دیا گیا، اس لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ صرف تفریق اور وقت نہ اداری کے لئے واقعات اور قصے پڑھ لئے جائیں، حجابی میں کہانیوں کا یہ ذخیرہ ہے، اللہ لیا ہے، اس کی مشابہت دوسری زبانوں میں نہیں ملتی، اس طرح یہ القرآنِ مصطفیٰ کی کتاب بہت مقبول ہو گئی لیکن ان



کہانیوں اور واقعات کو اسلامی اور تربیتی مقاصد سے پڑھنے کے بجائے تنقیدی طور پر پڑھا گیا۔  
تینوں ائمہ کے ہندے اپنے اپنے دور میں کام کرتے رہے۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا تذکرہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے  
اندازِ افادیت یہی ہے پھر جس تفصیل کے ساتھ انہوں نے ان کے سہولت و سہولت کی سیرت کبھی لکھی  
ہے، اور اس کا بظاہر ذخیرہ اسلامی کتب خانہ میں ہے اس کی نظمیں ملتی، نسل انسان میں سے  
کسی بھی انسان کے بارے میں اتنی تفصیل کے ساتھ اور اتنی احتیاط، استدلال اور سوز و گداز  
کے ساتھ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جتنی کے خاتم النبیین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بارے میں لکھی گئی ہے۔

حضرات: ہمیشہ ادب و دین کا معاون سمجھتے اور اس کو بچوں کی نفسیات اور ان کی عمر اور  
ذوق کے مطابق دین کے حقائق اور اصول و عقائد متعارف کرنے کا کام لینے آکر اس میں ادا  
بھی تاخیر ہو جائے یا ذرا مت چوک ہو جائے تو بڑے نگین تہ کی ٹنگتے ہیں، مصرع میں حکایات  
اور اطفال کے نام سے جو کتابیں لکھیں گئیں، اس میں بالخصوص کہانیاں، کہتے ہیں ان سے متعلق  
تھیں، یہ کتابیں تدوین العلماء میں پڑھائی جاتی تھیں، مولانا عبدالرحیم دریابادی نے اپنے  
رسالہ "صدق" میں لکھا، کہ جس ادارے کے معتد تعلیم مولانا سید سلیمان ندوی ہوں اور جس کے  
ناظم مولانا خلیفہ بزرگ مبراہمی ہوں اس ادارہ میں حکایات و اطفال پڑھائی جاتی ہو، جس میں  
جوئے ان میں کی تصویریں ہوں، حیرت کی بات ہے اس وقت مجھے ایک دھکا سا لگا اور یہ احساس  
پیدا ہوا تو میں نے حکایات و اطفال کے جوئے بعض انجمن لٹریچر کے نام سے ایک کتاب  
کا سلسلہ شروع کیا، جو الحمد للہ ہمیں نہیں بلکہ بلاخر یہ وہاں تک کہ اس وچھن میں بھی پڑھائی  
جاتی ہے اس سے تر ہے، اگر بڑی، بڑی، فرنگی اور انگریزی میں ہوتے اس کتاب کی  
بندی کی خصوصیت یہ ہے کہ بنیادی عقائد کو اس طرح بچوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے کہ وہ اس کو  
کوئی تعلیم و تلقین اور دینی چیز نہ سمجھیں بلکہ ایک جدید حقیقت سمجھیں۔ جیسے روزمرہ کی چیز ہو  
جیسے انسان کھانا کھاتا اور پانی پیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ پانی تو پینا ہی چاہئے یہ ضرورت کے سہ  
مطابق ہے، اس طرح وہ آسانی سے بغیر کسی پیچیدگی کے عقیدہ و توحید کو سمجھ لیتا ہے اور اپنے اپنے  
دباؤ بھی محسوس نہیں کرتا، والدین کی وہ تلاش کرتا ہے بعض انجمن میں آسان کہانیوں نے



اور یہ تمام بنیادی عقائد و تقاضے اندر زنجیں و پچوں کی لٹریات اور ان کی شرکے تقاضوں کے مطابق آسان زبان میں بیان کر دیئے گئے ہیں اور اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ ان پچوں کو ذہن پر باندھ دے اور ان کا معدہ بھی آسانی سے بشمول جانے اور ان کے قور و فطر اور لٹریات و سرکار میں یہ عقائد نکال کر مل جائیں۔

خطاب کے آخر میں صدرِ جنازہ نے انجیل کی سرزمینِ قصصہ میں کے مابہ لازہ بیوت سلطان کا ذکر کیا اور فرمایا کہ انھوں نے جو کہ رو کر دیا اور وہ قابلِ غرور و شوق کا زمانہ ہے، مولانا نے سلطانِ لیبی کے خاندان کے ساتھ ان کے جزائروں قصصہ، ساشہ و یویدہ، شواہد الیٹ، سعید نھان اور حضرت سید احمد شہید سے تعلقی، روایات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ سلطانِ لیبی اور حضرت سید صاحب نے اس سرزمین کو آزادی کو لڑنے کے لئے جو قربانیاں دیں وہ تاریخ کے انبار میں رہی ہوئی ہیں، ان کو ابھارنے کی ضرورت ہے، یہ بھی ادب کا ایک جز ہے کہ اپنے کورے اور تمام کے مطابق ہوا یہ نتیجہ اس صحنہ ہماری ادب کی کتابوں میں آئیں کہ ان کو قبول کرے، اور پھر بھی محسوس نہ کرے کہ وہ جتنی کویاں کہا ہو رہا ہے، ادب کے لئے جس انسیات اللہ کی اور نفسیات صدیقی نے ان پچوں کی تفریبات ان کی ضرورت ہے، اس کو بھٹکے کی ضرورت ہے، اور اس پر عمل کرنے کی بھی۔

مجاہد اے راہِ اہلِ ادب اسلامی کے جالب سبہ بکھور میں عقائد پر سب سے اہم کر کے ہونے فرمایا کہ جسیرہ جانی خوش ہے کہ وہ نبیؐ بعد اس کا سر کو کر رہا ہے، جو بہت سی توانائیوں اور قصود میں میں ممانہ ہے، اس ملک میں سب سے پہلے اس سرزمین نے جنگ آزادی شرمش کی تھی، اس کا ایک نمونہ سلطانِ لیبی تھے، ہمیں امید ہے کہ اسلامی ادب کو انشاء اللہ اس تہمتار کے بعد ایک طاقت ملے اور اس میں ایک آئینہ پیدا ہوگی۔

وآخر الحمد للہ رب العالمین







۱۰۰  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

## دُعوتِ دین میں حکمت و وسعت اور ہر زمان و مکان کے لئے اس کی ہم آہنگی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ! فاعوذ باللہ من الشیطان  
الرجیم ۝ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

ایک دیرینہ آرزو کی تکمیل:

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے کہ آج آپ سے ایسے موضوع پر خطاب کرنے کا  
موقع مل رہا ہے جو میرے دل کی دیرینہ آرزو کی تکمیل ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی اس آیت کو اپنے  
حسب حال پاتا ہوں۔

هذه تارجل روای من قبل قد جعلها دینی حقا دیوسف ۱۰۰

یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پیسے دیکھا تھا، میرے پروردگار نے اسے حقیقہ  
کر دیا۔

ہم آپ آج دعوت و تبلیغ دین کے اصول و اسلوب اور اس کے طریق کار کو سمجھنے اور  
سمجھانے کے لئے جمع ہوئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ موضوع اس ادارہ کی اصل رون ہے  
جو آج سے نوے سال قبل قائم ہوا تھا۔

قرآن کریم کا اسلوب دعوت کیا ہے؟ یہ اوس پر چھنے کہ قرآن کریم دین کی دعوت دینے  
والے مبلغ کو کیا ہدایت دیتا ہے؟ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دعوت دین کس طریقے پر  
اور کن اصولوں پر پیش کی؟ قرآن داعی اور مبلغ کے لئے کیا اوصاف و خصوصیات پسند کرتا ہے؟  
کیا دعوت کے متعین حد و دائرہ طریقہ مقرر ہیں جن کا ایک مبلغ پابند ہو سکے، اور جنہیں ایک  
طالب علم تبلیغ کی درسگاہ میں سیکھ سکے؟

یہ موضوع بہت ہی اہم ہے قرآن کریم سے اس کا برادرارت تعلق ہے، اور تبلیغ دین



کے موضوع سے بھی یہی طرح اس کا تعلق ہے۔ اور جب اس موضوع کے تحت اس کے احکام کا ذکر ہو گا تو پھر اس پر مبنی ہونے کی نسبت و تعلق اور بھی پتہ چلتی ہے۔

### قرآن کریم کا موضوع دعوت و ہدایت ہے :

قرآن کریم ہدایت و دعوت کی کتاب ہے، اور احکام و شریعت کی بھی کتاب ہے۔ لیکن اس کے تمام دعوت و ہدایت کا پہلا دور ہے۔ پہلو اس پر غالب ہے شریعت و احکام کی نسبت سے انکار نہیں، اس کی قطعاً۔ آنکھوں پر، لیکن سول ویت و ہدایت کا ہے۔ پہلا پہلو زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اور اس کو اولیت حاصل ہے، اس لیے کہ اس کے بعد ہی احکام و شریعت کے احکام کے مقابلہ میں دعوت و ہدایت کا پہلا قریب قرآن کریم میں غالب ہے، کیونکہ ایمان کی دنیا و ہدایت پر ہے اور تبلیغ پر اس ایمان کے حصول کا دار و مدار ہے۔ اہل ایمان و تبلیغ کو پوری ہے کہ تمام مضامین و مقاصد پر ہدایت و دعوت کا عنصر قرآن کریم میں نمایاں طور پر غالب ہے۔

### دعوت و تبلیغ کا کام تو ایمان و ضوابط کا پابند نہیں ہے :

قرآن کریم نے دعوت و تبلیغ کے لیے اصول بتائے ہیں، اور کیا نہ ہے جس میں اس کی پابندی کر کے کام تو ایمان کے مظہر یا پاب کیا قرآن کریم میں ایسی تبلیغ و دعوت ہے۔ یہ ممکن تو نہیں اور اس کے سبب چلک ہو، تاکہ نہ کہے ہیں :

میرا خیال ہے دعوت کے طریق کار کو تو ان وقت چھٹی زبان میں نہیں بیان کیا گیا ہے، اور نہ یہاں کرنا تو میں مسلمان اور حق تعالیٰ کے حکم سے، دعوت و تبلیغ کا وہ زمانہ اور زمانہ اور پیش کے حالات سے متعلقین کے پیش اور ایمان کے مصداق کے حلقہ متعلقین ہوتے ہیں۔

یونکہ دعوت کا مسودہ حال "کام و امتداد" ہوتا ہے، اور اس کا حال ہمیشہ بدلتی رہتا ہے، اس لیے دعوت کے کام میں "کام و امتداد" اور "امتداد" دینی و دنیوی کی ضرورت ہے۔ طریقہ یہ کہ دعوت پیش کرنے والوں کو انسانی نفسیات کے گہری باتھونیت اور اس کی حقیقی رنگوں اور سوانح کی گہری پہلوؤں پر انگلی لگا کر جاننا ہوتا ہے، اس لیے یہ نہیں کہا کہ سب کے سب کو یہ بات کرنی چاہئے، یہ نہیں کرنی چاہئے، اور یہ کام کرنا چاہئے، اور یہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس کو یہ اسلوب



اختیار کرنا ہے اور لوگوں کے سامنے اچھے دُعاؤں کی پیشکش کرنا چاہئے۔ اس کے یہ حدود و ضوابط ہیں۔ خواہ وہ تو عین کے مرکزی خطوط ہوں، کیونکہ یہ اچھے دُعاؤں کے اہل تہذیب و تمدن ہوں۔ اس کا منشا ہوتا ہے۔

آر قرائین وضو اہل میں اس کو بھگت کر لیا جاتا تو وہی حال ہوگا جو ایک صاحب کو اپنے ملازم نے ساتھ پیش آتا تھا، جو ایک لطیف بیان کیا جاتا ہے کہ کسی صاحب نے قیام دار میں رکھا ملازم کو کہہ دیا کہ "قانونی" واقع ہو ا تھا اس نے منہ لپٹ لیا کہ مجھے میرے فرائض پلٹاؤ نہ دے کر اور اسے گرا دیے جائیں۔ چنانچہ ایک فہرست تیار ہوئی کہ افلاں وقت پر رات سے صبح تک افلاں وقت تک صاف کرنا ہے افلاں وقت تک کام کرنا ہے اور فداں وقت و کام کرنا ہے جو کہ ملازم نے ان خدمات پر دینے آپ کہ مامور صحیح دین کی تفصیل اس کی فہرست میں درج تھی، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک بار وہ صاحب جنہوں نے ملازم رکھا تھا گھوڑے پر سوار تھے وہ دھڑکا پڑا ہوا تھا، پانچوں رکاب میں چھس گیا اور ان کی جان پر بین تھی، اب گھوڑا بچاؤ نہ رہا ہے اور یہ ٹھیکہ ہونے چاہیے تھا۔ اس حال میں ملازم پر انگڑ پڑی۔ چیخ کر آواز دینی کہ جلد آ اور میری جان بچا۔ ملازم نے کہا۔ ڈراٹھیر لیے میں اپنی فہرست میں دیکھوں کہ آیا یہ خدمت بھی میرے فرائض میں ہے یا نہیں؟ اس وقت جب کہ کو قاتی جان جا رہی ہے اور وہ موت و حیات کی کشمکش میں ہے ملازم صاحب نے اپنے احوال وضو اہل پر غم کیا اور آقا صلی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ملازم ان کے ہاتھ کا مشا آنا۔ عربوں کو اللہ تعالیٰ نے تجربات سے فائدہ دینے کی بڑی صلاحیت بخشی ہے اور ان کے اندر فطرتاً سلامت رو کی پائی پائی ہے ان کے کسی شاعر کا یہ خوب شعر ہے

اذا كنت في حاجة مرسلا

فارسل حکیم دلا توصیہ

یعنی اگر تمہیں کسی کام سے کوئی آدمی نہیں بھیجتا پڑے تو اس کے لئے ایک عقیقہ وغیرہ دینی کا انتخاب کرو اور اس کو (مخصوصی) برائتیں نہ دو۔ کیونکہ وہ خود اپنی سمجھ سے موقع غلط کی مناسبت دیکھ کر وہ کام کر لے گا جو تمہارے مفقعی منشاء کے مطابق ہو گا۔

وعزت کے زمانی اور مکانی حدود:

دعوت دین بہت بزرگ کام ہے۔ اور اس کی دعوت کا کوئی نمونہ نہیں ہے۔ اس کے پیچھے







کہ ایمان کی طرف دعوت دو، لیکن مرے بچے عقیدہ کی طرف بلاؤ، یہ نماز قائم کرنے کی دعوت دو، اطلاق ہے، اختیار کرنے کی ترغیب۔ انسانیت نے اکثر اہم کی تکلیف کر لی، یہ سب ٹھیک ہاں آیا مگر یہ تمام باتیں کبھی تک اس میں سمجھوتہ کی ہیں، اس لحاظ سے غور و خصل سے آفاق ماحول دینیہ میں یہ آفاق بھی کچھ ہو سکتے ہیں، اس میں دوسرے ادیان، مادی و بشری ضروریات، انسانی زندگی میں پیش آنے والی حد ستر سب دلائل ہیں، آج (بلاؤ) دلفظ بھی اس امجدہ وسیع معانی پر مبنی ہے، اس میں اس کی قید ہے کہ عقائد آخر پر نہ کرے اور اپنے باوجود یہ کہ تحریر کے ذریعے دعوت دے۔ اگر عطف و تعلیق ہی کا ذریعہ اختیار کر دے، یہ لفظ "دن" تمام معانی اپنے ہی میں رکھتا ہے، اور سب موقع، اعلیٰ، دولت کا فرض بھی پسند و نعتاں سے بھی ہو گا، آخر یہ کہ اور بھی تحریر و دوسرے ذرائع ابلاغ سے دیکھ سکتا ہے، اور بلائے کا یہ وہ وہی اختیار رکھتا ہے جو شروع ہو، بشر اور مادی، پھر فرمایا "تجسس رکب" اپنے آپ کے لئے (کی طرف) اس کے علاوہ کوئی تعبیر نہیں کیس جس میں اتنی جامعیت اور وسعت، نہ ہوئی اور ایرانی نیک وقت موجود ہو۔

"ملکت" کا لفظ بہت سی طرف اور بڑے وقتوں کا حوالہ ہے، دوسری زبان میں اس کا ترجمہ آسان نہیں ہے، اسی طرح "ملوکیت" بھی فنی معانی پر مبنی لفظ ہے، "ملوکیت" بھی ائمہ و صحابی پر مشتمل ہے، قرآن نے اس آیت میں آزادی بھی دی ہے اور حد بندی بھی کی ہے، ایجاز و اختصار۔ بھی اور زبان و شرح بھی۔

ادع لی صلی و ملک یا حکمہ و انمو عطف الحسنہ

اسے تعبیر اپنے پورا کار کے لئے کی طرف اشارہ اور نیک نیت سے مت بلاؤ۔

یہ آیت کریمہ بہت عمدی ہے، شہر کے سب سے بڑے اعلیٰ فی الدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر نازل ہوئی ہے، یہ پورا تہذیب و اس طرف ہے

ان ابراہیم کان امۃ فانا نلہ حنیفاً ولم یکن من المشرکین

○ شاکیراً الا نعمہ احبہ و ہدد اس صراط مستقیم ○ و اتبع فی

ندیا حسنة و انه فی لاسحرۃ لمن المصلحین ○ ثم اوجبا البک ان

اتبع ملة ابراهيم حنیف و ما کان من المشرکین ○

یہ عرب ابراہیم (انوں کے) اور (نور) انداز کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف تھے



بورہ تھے، ان شرکوں میں نہ تھے۔ اس کی قوموں کے شکر گزار تھے، خدا نے ان کو برکات دیہ  
تھا، (اپنی پسیدہ ملی، بورہ چلایا تھا، اور ہم نے ان کو دنیا میں اپنی خوبی کی تحقیر اور دوزخیت میں  
نہیں ٹھیک، انہوں میں ہوں گے، پھر ہم نے قہر کی طرف، حتیٰ شیعہ کی دین اور عیسائی کی  
اختیار، جو ایک طرف کے دوزخ تھے، اور شرکوں میں سے نہ تھے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا: ادع الی سبیل ربک۔ اے

لہذا یہ آیت اربعہ نصرت اور عہد علیہ السلام کی دعوت کو عید سے مربوط ہے۔ حضرت  
ابراہیم علیہ السلام کی ذات سے دعوت حق کا نیا تعلق ہے، اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے، اور  
حضرت اور عہد علیہ السلام کے تدارک کے ضمن میں اس آیت کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ  
حضرت پر عہد علیہ السلام اپنی دعوت میں کی طریق کار کا ٹیکہ اسی نمونہ تھے، اور یہ آپ کی  
دعوت سے نصرت و معاونت کے لئے اصولی پیکار تھی۔

**دعوت کا ایک اہم عنصر، واقعات اور مشاہیر:**

قرآن کریم نے دعوت کے لئے واقعہ بیان کر کے اور مشاہیر دینے کا مطالب کیا۔  
یہاں دوسرے مسائل دعوت کی پستی، یہ واقعہ زیادہ مزبور اور دانشمندانہ، اور مقصد کے  
مصول میں یہ طریقہ زیادہ غایہ اور کارآمد ہے، ایک طرف قرآن کریم نے اس کی تسلی  
نہا، بلکہ قانونی و دینیانہ، نے کوئی دینی نہیں سمجھا، تو وہ بھی صرف اس خلا کو (اس کو  
نہا سمجھا جائے) جو حقیقت ہے (انجیل و کتاب کی حیرت اور ان کے مواقع اور دعوت پر  
مقاموں کے نمونوں سے پر کیا ہے۔ یہ نمونے اولیٰ پر اثر انداز کی ہیں، اختیار و قوت رکھتے ہیں،  
اسی وقت پر ان کا اثر ہے، ان کا اثر ہوتا ہے، ان کا عملی نمونہ کا جو اثر ہوتا ہے، اس کی دوسرے  
مسائل دعوت کا نہیں ہو سکتا، عقلی، نفسیاتی، علم کا، اس انداز کے پہلی اصول، دعوت دین کے  
کے کارآمد عناصر میں حیرت ہو، پس بتا سکتا ہو، عقلی، عقلی، نے شروع، اسے آتشک عملی نمونوں  
پر اختیار کیا ہے، یہ نمونے اور مشاہیر الہی، شہ پارہ میں جو ہوں کو مودہ لیتے ہیں۔

ان میں سے آٹھ واقعات چار تارچہ ہتھیار، اس کی سہولتوں سے بناؤ ہیں، اور انجیل، کرام  
حضرت براتہ علیہ السلام، دوسرے حضرت یحییٰ علیہ السلام، تیسرے حضرت موسیٰ علیہ  
السلام، چوتھے فرعون، چوتھے علیہ السلام، دوسرے علیہ السلام، چوتھے علیہ السلام۔



ایک مومنین کی دعوت کا تصور نہ جو اپنا ایمان اپنی رائے پر رکھتے ہوئے تھا۔

دعوت کے سلسلہ میں ایک امر بہت ہے جس کو قرآن نے قیام نہیں کیا ہے وہ یہ کہ دعوت کو کامیاب و نامیاد کرنا صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ اللہ کے ہاتھ میں نہ ہوتے تو کون سا یہ نیک کاموں میں ملتا تھا کہ جو آپ نے اللہ کے فیصلہ کیا۔ وہ تو اللہ کی نوازش خاص سے ہو و ملتا تھا۔ ان وعدہ تعالیٰ نے نبوت اور نبی سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا نیک مقصد یہ تھا کہ امت کا فرمانبردار کیا قرآن مجید پر بندے اس طرح بن کر رہا کہ وہ ایمان و ایمان پر قائم رہے جس میں ان کے تشکیق قدم نہ چلا۔ ہمارے بس میں نہیں ہے۔

قرآن مجید نے اس جذبے سے ایک مثال پیش کی ہے کہ نبی نہیں تھا۔ اگر نہ ان پیغمبروں کے ساتھ اور علی علیہ السلام نے اس تھا۔ آپ مومنین کی قوم کو فرمانبردار کیا۔ قرآن مجید نے صرف اس قدر بتا دیا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک شخص نے (جو اپنے ایمان کو چھپی رکھا تھا) کہا۔  
نہیں اس کے حالات اور وحول نے اس کو دین کے اعجاز کا موقع بھی نہیں دیا تھا۔ خواہ وہ یہ دینی قوت کے حامل ہے جس قدر بھی باطن پر دھڑکتا ہے اور صدیق اور سچے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح یا حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا اظہار نہ کر سکتا تھا۔ وہ مومنین تھے اور اپنے ایمان کو اب تک چھپاتے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے رب کی باتوں کے خلاف نہ کیا تھا۔ اور ایک دوست، خیر خواہ اور اپنے دوستوں اور بھائیوں کا بھی خواہش کر رہا تھا کہ اس نے دعوت دین کا فرض انجام دیا۔ ایک صاحب اور ایک دوست سے اس کے لئے اس وقت سے ایک نمونہ ہے۔ اس دینی سورتوں سے وہ پورا پورا رہی مسرت کا تھا۔ اور اس شخص کے لئے جس نمونہ ہے جو اگرچہ اس کی سورتوں سے وہ چاہے نہیں بلکہ ہم نے ان کے حقیقت سے آگاہ کر دینے کا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے اوقات اور انجام ہار کے لحاظ سے فیصلہ کرنے کا طریقہ دیا۔ اس واقعہ سے خدا کو تمنا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الْكَافِرِينَ

اور وعدہ ہے ان دونوں جہنمیوں کے لئے۔ ان کے لئے جہنم ہے۔

وَمَا عَلَّمَا إِلَّا الْإِذَا







## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے دو نمونے

نحمده و نصلي على رسولہ الكريم اذ بعد : فاعوذ بالله من الشیطان  
الرجیم ○ بسم الله الرحمن الرحيم ○

منا سب ہو گا کہ آج ہماری مجلس کا موضوع حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت ہو۔  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے دو نمونے ہمیں ملتے ہیں۔ اگر ہم ان دونوں  
نمونوں کو سامنے رکھیں اور ان کا باہمی موازنہ کریں تو محسوس ہو گا کہ ”تکلمت“ (دعوت کا اولین  
نمونہ) اس وسیع عالم حسن کے ساتھ ان کی دعوت میں جلوہ نہ رہے اور غیر ائمہ از تبلیغ کی  
عمل فرمائی ہیں۔ کہ طرز خطاب میں موجود ہے۔

ایک نمونہ تو وہ ہے، جبکہ انہوں نے اپنے والد و دین حق کی دعوت دی اور دوسرا نمونہ وہ  
ہے جس میں انہوں نے اپنی قوم کو مخاطب فرمایا۔ ان دونوں واقعات کے انداز بیان میں نظم و نہ  
تعمد پایا جاتا ہے۔ صرف انداز گفتگو اور یہ بیان ہی میں فرق نہیں ہے بلکہ موقع کا لحاظ اور  
مخاطب کی نفسیات کا گہرا سمجھنا جھلکتا ہے۔ اور یہ کہ اس طرح دل کی پیڑہا یوں جھلکتا رہی  
جائے آپ انکارن آیت کہ پڑھیں ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو کو نقل فرمایا  
گیا ہے۔ جو انہوں نے اپنے والد کو دین کی طرف بلانے کے سلسلے میں کی۔ پھر اس خطاب و  
حوادث فرمائے جو انہوں نے اپنی قوم سے یہ کہ آپ کو دونوں میں واضح فرق نظر آنے لگا۔

ایک فرزند اپنے باپ کو دین کی دعوت دیتا ہے:

واذکری لکعب امر اھیم اند کان صدیقاً سبا، اذ قال لابید یابت لم  
تعبد مالا یسمع ولا یبصر ولا یغی عک شیئاً ○ یابت ہی قد  
حاذی من العلم عالم یاک لانیعی احدک صراطاً سویاً ○ یابت







ایک بات کو خوش کرنے والی ہے کہ اس کا بیٹا حمزہؓ میں، کچھ بوجھ میں اس سے بڑھ جائے اور یہ کوئی اچھے کی، یا خرقہ، دست قسم کی بات نہیں تھی، بہت دیکھا گیا ہے کہ: پ، خواندہ ہے، اور بیٹا پڑھ لکھ کر عالم فاضل ہو گیا ہے، باپ نے لڑے عات، بیٹا باپ سے بڑھ گیا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ابا جان! مجھ پر وہ حقیقت آشکارا ہوئی ہے، جس کی آپ کو خبر نہیں ہے، لہذا میری ضرورتی کیجئے، میں آپ کو سچا راستہ بتاؤں گا، نبیوں! شیطان کی پرستش نہ کیجئے، شیطان وہ ہے کہ ان فرماں ہے ان آیات میں سے ہر آیت اپنے اندر بڑی گہرائی رکھتی ہے، عانی و سموت کے خزانے اس کے اندر بند ہیں، شیطان کا نام تو گنہگار کی مابیت اور کوئی گنہگار نہیں کہیں، کیونکہ وہ جو۔ نتے تھے کہ ان کے والد جب ان کو سادہ لوحی کا کام نہ سکتے ہیں کہ بہت ترافٹ و اپنا پیشہ بنالیں تو ان سے توقع یہ کرتی تھی کہ وہ گہری اور نازک قسم کی بات سمجھ سکیں گے، لہذا ان کو صرف اس قدر بتانے پر اکتفا کیا کہ ایشیا کا سب سے بڑا کنکار یہ ہے کہ وہ خدا نے رحمان و رحیم کا فرمان ہے، آخر میں کہا، جان! مجھے ڈر لگتا ہے کہ تم (زمان) سب سے بڑا جرم فرمائے و اسے کاغذ ابنا کر آپ پر آ جائے، جس کے نتیجہ میں آپ شیطان کے گروہ کا ایک فرد بن جائیں۔

### حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت فطرت انسانی اور حقائق کی بنیاد پر گفتگو:

ایک انداز بیان یا دعوت کا اسلوب وہ ہوتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو مخاطب کرتے وقت اختیار کیا تھا، جو ابھی آپ نے سنا اب دوسرا انداز بیان یا اسلوب دیکھئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے اختیار کیا، دونوں کا فرق خود ظاہر ہونے لگا۔

وانزل علیہم نبیا ابراعیم ○ اذ قال لابیه رقومہ مانعہ دون ○ فالو نعبد

اصناماً فنظلم لہا عکفین ○ قال حل یسمعونکم اذ تدعون ○

او یفعلونکم او یضرون ○ (الشعراء: ۷۹، ۸۳)

اور ان کو ابراہیم کا حال پڑھ کر سنا دو، جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے عیوں







جواب دراصل پہلی وجہ جزئی کا امتداد ہے، وہ بڑی وجہ ہے کہ سچ نہیں کہتے تھے یعنی یہ دونوں ماضی معبودوں کے تھے، جس میں ان کا کہیں وہ، کبھی ہے، یہ باتوں کے اثرات ہونے اور یہ قوموں کے سہارے کھڑے کئے ہوئے ہیں۔ یہ سچی اور افسانوی معبود جن کو انہیں دیکھ دیکھ کر ان کی زندگی سے غیر رشتہ ہے، اور انسانوں کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ ان کے دیکھ کر انسان سچے ہیں؟ کس مصیبت سے نجات دلا سکتے ہیں؟ کوئی بھی تو یہ پہلی حقیقت اور ہم پرانی بات تھی ان کی ہے۔<sup>۱۱</sup>

**ذہانت، قوت، گفتار اور سچی طب کی مدد افغانہ صمد حیات سے فائدہ اٹھانا:**

ان کی بات نہ کر کے، نہ وہاں ہر چیز کے، یہ سچوں کی باتیں کہ ان میں ایک یہاں دعائیہ اور دوسری معنی دہان ہوں گے، ایک بات، یہ دعویٰ ہوا کہ بات اٹھائی اور ان دونوں اندر بیان (دعا کو ثابت دینے اور قوم کو صواب کرنے کے لئے) واضح ہو اور یہ تعداد دو کو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر حق صفت نہ لایم لایا، اس میں، دعائیہ تقریبات پر عبور دیا، یہ تھا اور ان کے بارگاہ کے بارگاہ سے بارگاہ سچوں کو دیکھ کر صمد حیاتوں و دیگر ان کے پاس مہارت انہیں حاصل تھی، اپنے مخالفین سے سب طرح انہوں نے دوسرے بہرہ لکھ لیا، یہاں کے، ان کے دماغ میں محفوظ تھا، ان کی ذہانتیں، قوت گفتار، دعائیہ صمد حیاتیں، سب ظاہر ہو گئیں، اور غرض میں ان کے ترش کھانے، قرنی تیر بھی لکھ لیا، مل و جلدنا امانا کذلک بفعلہن، ان بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کی طرح کرتے ہیں، یہ ہے۔<sup>۱۲</sup> حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جواب کہہ کر کوہ ان سب کی جمعی کو دیکھا، سب وہ وہاں پہنچے تھے، ان کے پاس کچھ نہیں تھا، وہیں گیا۔

اب اس کے بعد سچی نجات شروع کی، اللہ تعالیٰ کی ذات اور توحید سے ان کو آشنائے۔

شروع کیا، دیا:

فرء بقمہ ما کنتم تعلمون ○ ○ ○ ابواؤکمہ الافادمون ○ ○ ○ شہجہ عنونی

○ لا رب الا انت ○ لندی حلقی فہو یہدین ○ والندی ہو بطعنی دینیں ○

واذا سرحت فہو یبشیر ○ وندی ہمیحی ہم یحیی ○ والندی طبع ان

یغفر لی خطی بود الدین ○ السند: ۵۰، ۴۰،

قرآن دیکھا کہ جن کو چاہئے رہے، وہ تم کی اور انہیں ○ اللہ باپ اور ہمیں ○ دیکھے



انجمن ہیں، لیکن خدائے رب العالمین (میرا دوست) جس نے مجھے پیدا کیا اور وحی مجھے دست  
بہاٹا ہے اور وہ مجھے کھاتا اور پالتا ہے اور سب میں بیمار پالتا ہوں تو مجھے شکا بتیق ہے اور وہ مجھے  
درے گا اور پھر زندہ کرے گا اور اس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ  
بخشے گا۔

## قرآن کریم کا طرز۔ اثبات مفصل اور نفی مجمل۔

یہاں قرآن کریم کا ایک عجیب دل آویز نکتہ ہے جس کی طرف سب سے پہلے اشارہ فرماؤں  
ان جہتوں کے ایک جملہ سے توجہ دہنی۔ وہ فرماتے ہیں ﴿اللہ یومئذ یخبر عن غیباتہ﴾ ان جہتوں کی غیبات  
کا ذکر کرتے (جس کو وہ اپنی فیضیائے باری میں "واجب وجود" یا "مبدیہ فیض" سے یاد کیا کرتے  
تھے) تو وہ ان صفات کی زیادہ تفصیل اور عمق میں جاتے تھے جو ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے  
لئے مناسب نہیں ہیں، یعنی سبلی صفتیں (وہ نہ نہیں ہے اور اس بات سے یہ اسباب اور جب  
اثباتی صفت کا ذکر کر رہا ہے اللہ ایسا ہے اور اس کی یہ صفت ہے، تو اس میں اجمال سے کام لیتے،  
اس طرح لغزشیں سلجھاتے کہ یہ مفصل ہے اور ایجابیات کا ذکر کر رہا ہوتا ہے، برخلاف قرآن  
کریم کے اس میں ایجابیات کی تفصیل ہے اور سمیاتیات کا اختصار ہے، دوسرے آسمانی مذاہب  
اور انبیاء کرام کی تعلیمات میں یہی مشرک وصف ملے گا کہ اثبات مفصل اور نفی مجمل ہے۔ (۱)  
اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات یہ قرآن کریم کی ان آیات میں پڑھئے۔

هو الله الذي لا اله الا هو علم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم  
هو الله الذي لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز  
الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون ۝ هو الله الخالق الباري الخصور له  
الاسماء احسنى يسبح له ما في السموات والارض وهو العزيز الحكيم ۝

(معرض ۲۲-۲۳)

واقف! اسے جس کے ہوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کا جائے دان، دوزخ و مہربان  
نہایت زہد و بے ہوشی خدا ہے جس نے ہوا کوئی لائق عبادت نہیں، بارش و قحط، پاک ذات

(۱) اب صفات زچہ اسماء میں جیسے (اللہ غیب کے ہیں)



(برعیب ہے) سالم، امن دینے والا، تکیبان، غائب، زبردست، بڑائی والا، خدا ان لوگوں کے شریک معزز کرنے سے پاک ہے، وہی خدا (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا، صورتیں بنانے والا، ان کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں، جتنی بیزیر آسمانوں اور زمینوں میں ہیں، سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اور سبکی صفت کا ذکر پڑھے:

لیس کمثلہ شیء وهو السميع البصير ○ والنور

اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔

امام ابن تیمیہ نے مزید فرمایا کہ سبکی صفات خواہ سنگلوں کی تعداد میں ہوں، ان کا دواثر نہیں پڑ سکتا جو ایک اثباتی بیان کا ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے بالکل جہی بات کہی ہے، حقیقت یہی ہے کہ ہماری یہ زندگی اور نذر رہی، سوئی نسلوں کی زندگیاں گواہ ہیں کہ انسانی زندگی اثبات پر قائم ہے، نہ کہ لٹی پر لٹی کی نسبت انسانی زندگی اور تمدن میں بہت معمولی ہے۔

دلی جوش اور امنگ کے ساتھ اللہ کا تذکرہ:

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس جواب کو سن کر کہ "ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں، اور انہی پر جسے بیٹھ رہے ہیں، فرمایا کہ "کیا تمہاری دوستی ہیں، جب تم ان کو پکارتے ہو، کیا تم کو فائدہ پہنچاتے ہیں، ضرر پہنچاتے ہیں؟" اس ارشاد میں "لٹی، مجمل" ہے، اور جب اللہ کا تذکرہ ہو، اور دعوت کی بات آئی تو اس میں اسعت و بیانی اور فراخ دامانی سے کام لیا، اور اخلاص و مخلص کا رنگ آ گیا، اور فرمایا:

فانهم علموا لا رب العلمين ○ الذي خلقني فهو يهدين ○ والذي هو بطعن وسقس ○ واذا مرضت فهو يشفين ○ والذي يمينا نبي بحين ○ والذي اطمع ان يغفر لي خطيئتي يوم الدين ○ (النور، ص ۸۳)

دو میرے دشمن ہیں لیکن خدائے رب العالمین (میرا دوست ہے) جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے مرست دکھاتا ہے، اور وہ مجھے کھلاتا ہے اور پالتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفاء بخشتا ہے، اور وہ جو مجھے مارے گا، پھر زندہ کرے گا، اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔







بقضیب سلیم ○ انصواء ۱۱۰

اور جس دن لوگ ٹھہر گئے تھے ان دنوں کے لئے ۔۔۔ ان دنوں میں ان کے پاس سے کچھ  
نہ ہو سکا اور نہ ہیٹے، ہاں جو شخص خدا کے پاس پائے گئے تھے (وہی ہائے گئے)۔  
ان آیتوں کے بعد یہ بھی پڑھنا

اے ابراہیم! کان افعہ قلنا لله حیفا ولم یکن من المستورکین ○ متاکبر  
لانعمہ احبہ وهدد الی صراط مستقیم ○ راتبد فی الدنیا حسنة وانہ فی  
الآخرۃ لمن الصالحین ○ راجع ۱۰۰ ۱۰۲

بہ شک اور شکم (لوگوں کے) ۔۔۔ (اور) خدا کے فرمانبردار تھے، آپ کے لئے  
زور ہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے، ان کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، خدا نے ان کو بڑا عطا  
کیا تھا، (پہلی) سیدھی، دیر چلا یا تھا، اور ہم نے ان کو یہ بھی عطا کیا، وہی حق اور وہاں قربت  
میں بھی نیک لوگوں میں، وہ تھے۔

وما عنینا: لا البلاء العین







وامہ قطعی الامر الذی فیہ کسفتین ○ (یوسف ۲۱ تا ۳۴)

ہر ان کے ساتھ دو اور جوان بھی داخل زندان ہوئے، ایک نے ان سے کہا کہ (میں نے خواب دیکھا ہے،) دیکھا گیا ہوں کہ شراب کے لئے انگور پھڑ پھڑ رہا ہوں، دوسرے نے کہا کہ میں نے بھی خواب دیکھا ہے، میں یہ لیتا ہوں کہ میں اپنے سر پر دریاں اٹھائے ہوئے ہوں، اور جانور ان سے کھانا ہے، جس کو ہمیں ان کی تعبیر بتا دے گی کہ ہم آپ کو نیکو کار سمجھتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ جو کھانا تم کو ملنے والا ہے وہ آٹے نہیں پائے گا کہ بیش اس سے پہلے تم کو ان کی تعبیر بتا دوں گا، یہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہیں، جو لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے اور روز آخرت کا انکار کرتے ہیں، میں ان کا مذہب چھوڑ دے دوں گا، اور اپنے باپ دادا اور ایہم اور اسحاق اور یعقوب کے مذہب پر چلتا ہوں، ہمیں شایاں نہیں کہ کسی چیز کو خدا کے ساتھ شریک بنائیں، یہ خدا کا فضل ہے، ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی لیکن اس قدر لوگ شکر نہیں کرتے، میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا آجھے یا ایک خدا کے یکتا و غالب؟ جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو، وہ صرف نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھا، لئے ہیں، خدا نے ان کی کوئی سند نہیں بنا رکھی، سو سن رکھو کہ خدا سے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے، اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے، اور تمہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، میرے جیل خانے کے رفیقو! تم میں سے ایک جو پرہیزگار و خواب بیان کرنے والا ہے، وہ تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا، اور جو دوسرا ہے وہ ساری دیانے گا اور جانور اس کا سر کھائیں گے، جو امر تم مجھ سے پوچھتے، وہ وہ فیصلہ نہ دے گا ہے۔

ایک نوکھماحول جس میں حضرت یوسفؑ نے دعوت دی:

ان آیات کریمہ کی تشریح سے پہلے اپنے ذہن میں اس انوکھے ماحول کا ایک نقشہ سامنے لائیے، جو اس دعوت کے وقت تھا، اور ان حالات کو پیش نظر رکھتے، جن میں حضرت یوسف علیہ السلام نے کار دعوت انجام دیا۔

سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کون تھے؟ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے، حضرت اسحاق کے پوتے اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے ہیں، یہ وہی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، جن کے بارے میں رسول اللہ



خجندہ نے فرمایا: ”الکریم بن الکریم بن الکریم“ (ایک بڑا بڑا ہو، بڑا بڑا ہو کے  
ساجزہ دے، بڑا بڑا ہو کے پوتے، بڑا بڑا ہو کے پر پوتے) نہ پ و کھئے تو سب سے اعلیٰ،  
خاندانی شرافت میں سب سے بلند، نبوت کی یہ اہمیت دیکھئے تو کئی پشتوں سے ان کے حامل،  
اللہ تعالیٰ جل شانہ کی معززیت دیکھئے تو یہ بھی خاندانی ورثہ و میراث اور اطلاق دیکھئے تو چھوٹا پشت  
سے ان کے خاندان میں یہ دولت منتقل ہوئی آ رہی ہے۔ آج کی صحیفوں میں ان کا ذکر ہے، امین  
و دانش، اب و حکمت کی کتابوں میں ان کا ذکر موجود ہے، تعالیٰ ظاہری میں یہ مثال تھے، اللہ  
تعالیٰ نے سن صورت اور حسن میراث کا بیان کیا تھا اور ہماری شکل و بو بہت کا ذکر و نمونہ تھے، تو  
دوسری طرف پائیز و اخلاق اور سرور کی بلندی کا بھی آئینہ تھے، ان کی ذات حسن صورت، حسن  
میراث اور حسن عقل و فکر (اگر یہ تعبیر مناسب ہو تو) کی جامع تھی، ان کے ساتھ ہمہ میت میں  
کمال، حسن و جذبات میں لطافت اور ظہری شرافت کا عنصر مستور تھا، دیکھنے میں ان سے  
کمال کا پرتھ تھے، یہ حسن ان کی ظاہری وجہ بہت کی طرح ان کے عادات، و اطہر و بظہر کا نام و بظہر  
فکر سے بھی آشکار تھا۔

ان آیات کریمہ کی کہ فی شان ہور با غت کا اقصا یعنی سے پہلے ہمیں اس ماحول کو بھی اپنے سامنے رکھنا چاہیے، جس میں ہمارے لیے جو مسکن ہے اپنی رحمت و بخشش کی نعمتوں، ان آیات کریمہ کو دیکھتے ہیں۔

وَجَاءَتْ مَيَّزَةُ فَأَصْرَبَتْ أَزْوَاجَهُمْ وَالْجُنُودَ الْأُولَىٰ ۖ

اب خدا کی شان اچھو کر اس کوئیں کے قریب ایک لاکھ وار: دوا اور انیسویں نے چاقی کے لئے اپنا منہ بھینسا۔ اس نے انیسویں میں: اسی کا نام۔

نوم بِلَا كُتْمٍ مِنْ مَعْدِنِ رَاوِلَايَتِ لِسَجْمَنَةِ حَتَّى حَوْبِ O : رَسْمٌ ۳

نہجہ وجود اس لئے کہ وہ لوگ اس دنیا کو چکے تھے، ان کی رائے بھی ختم ہو گئی تھی۔  
تو ان کو قید بھی رہا۔

[illegible]



تھا۔ (۱)

بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام پہل میں ایک جست کی بناء پر بحرِ مکی حیثیت سے اقل کئے جاتے ہیں جنسِ خانوں میں دکام ہوا کے ہوا کا مہی صرف قلیل ہوتی ہے ایس خانہ کے محل کو حق و حق سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، مہملہ قیدیوں کو جس حالت اپنی تحویل میں لیتا ہے جیسے ہم لوگ ایک اصول کرتے ہیں، وہاں کہ کو بھی اس سے مطلب نہیں کہ ان خطوط میں کیا ہے اور لینے و با بھی بغیر کسی جرح قدر سے کہ اس کو وصول کر لیتا ہے، اب خواہ اس میں کوئی تار ہو جس میں دنیا تک کسی حادثہ کی خبر دو، کوئی خوشخبری ہو، غرض ہیل خانے کا محلہ جہازات یا شیہ و نظوائ کی حرج قیدیوں سے بھی محال کرنا ہے، بہروں نے مسرت یوسفؑ کو باتو پکڑ لیا، اب اُن کا کیا علوم کہ کون ہیں اور کس خاندان کے توئم و چوٹ ہیں، اور کس درجہ بلند اخلاق کے حامل ہیں، ان کو تو صرف یہ معلوم تھا کہ ان کے لئے قلیل میں ڈالنے جانے کا حکم صادر ہوا ہے، لہذا انہوں نے دوسرے قیدیوں کی طرح ان کو بھی داخل زندان کر دیا، حسب حق، و حق کا فیصلہ ہیل کے باہر نہ ہو، کا تو پھر ہیل کی چہار دیواری کے اندر کیوکر ممکن تھا اس کے آغوش بھر تک کے ہٹ حسب بندہ دے تو اس کے اندر جو بھی ہے، یکساں ہے، باہر کی عافیت ہو سے سب ضرور کم کر دینے جاتے ہیں، ہیل خانہ کی اپنی ایک دیوہوتی ہے، اور قیدیوں کو باتیں کرنے کا وقت ہی وقت ہوتا ہے۔

### احترام و اعتماد کا مرکز:

ہاں جو اس کے کہ سب قیدی برابر ہوتے ہیں، حضرت یوسفؑ تھوڑے ہی دنوں میں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے، قیدیوں میں (ان کی شرافت، حسن اخلاق کا، نہ مچھوچھ، ان کے تحول پر پھانی ہوئی تار کی، ان کے اخلاق کریمانہ کی نورانیت سے پھٹ گئی، فیصلہ، اور کر، اور کی ہندی، سیرت کی پختگی، عبادت میں یکسوئی اور پھر نئے مانتے میں خندہ پیشانی، بڑے دانشمندی، ہر ایک سے اخلاق و مروت کا پرتاؤ، کوئی چیز ایسی نہ تھی، جس کا اثر نہ پڑتا، تواریخ کے دل بے اختیار ان کی طرف کھینچنے لگے، اور ان کا احترام کرنے پر مجبور ہو گئے اور یہ سب بعد حق کے فشار و مصلحت کا مظہر تھا۔

(۱) ہم نے ایک بار دیکھا کہ قید میں اس جست سے کیا بڑی ہے جیسے حضرت یوسفؑ کی بناء پر بحرِ مکی سے غول سے بچھڑا رہی تھا۔ (احقر جہا)



اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ قیدیوں میں دو قیدی دو مختلف قسم کے خواب دیکھتے ہیں خواب آئے وہ ان کے خوابوں سے مختلف ہو۔ ذرا زرا الی قسم کے تھے، ایل نے دیکھا کہ وہ شراب کشید کر رہا ہے، اس نے انصاف پر (کا پوس کی طرح) باریہ خواب سوار ہو گیا، اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہوگی، دوسرا شخص دیکھتا ہے کہ دوسرا پروٹی اٹھائے ہوئے ہے، جس کو پرندہ کھا رہا ہے، یہ بھی عجیب و غریب قسم کا خواب تھا، اللہ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے رجوع کریں، خودوں کی تعبیر لینے سے لئے ان کا حضرت یوسف علیہ السلام سے رجوع کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ان کی انسانی فصاحت مراد نہیں تھی، اور ان میں مشاہدہ کی قوت باقی تھی، اور یہ ہوتا تھا کہ لوگ علم و مطلق سے زیادہ اپنے مشاہدات و تجربات پر اکتفا کرتے ہیں، بہر حال ان دونوں نے اپنے اپنے خواب بیان کئے، ایسے کہا کہ میں اپنے آپ کو شراب شید کرتے ہوں۔ دیکھتا ہوں، دوسرے نے کہا کہ میں اپنے سر پر پروٹی دیکھتا ہوں، جس کو پرندہ کھا رہا ہے، براہ کرم اس کی تعبیر دیجئے، آپ ہمیں بہت بھلے انسان دکھائی دیتے ہیں۔ (ہم آپ کو ان لوگوں سے پاتے ہیں، جو احسان کرتے ہیں۔)

### احسان کا مشہورم :

خواب کی تعبیر پر چھٹے دنوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا ”اسی لوگ ہیں المحسنین“ یعنی آپ ہم کو ان لوگوں میں سے دکھائی دیتے، جو احسان کرتے ہیں، یہاں پر احسان کیا مطلب ہے؟ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس کوئی دولت تھی، جسے انہوں نے چھپا کر رکھا تھا اور قیدیوں میں اس کو تقسیم کیا کرتے تھے، احسان کرنے کا الفاظ سن کر ہمارے ذہن میں جو بات پہلے آتی ہے وہ یہی ہے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام اس بات میں تھے، ان کو دیکھتے ہوئے یہ بات تعریف و خلاف عقل بلکہ محال معلوم ہوتی ہے۔

احسان کا مطلب ہے کسی کام کو بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دینا، نہ کوئی کاروبار ہے۔

یہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان نعبداً اللہ کانک ترواہ فان لم تکن ترواہ فانه جواک

احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ لیکن



۱۰۔ یہاں، انچھ میسجس میں سے پہلیس سو تو تمہارا پیغام ہے۔

[illegible]

بھنا تک خوابوں سے زیادہ قابلِ فخر بات:

حضرت جعفر طیارؑ نے کھوس فرمایا کہ جو چیزیں ان مغلوں کو ملانی ہے اور جس کی  
چاہ ہے یہ مجبور نہ کرے گا، وہ ان کے بھی نکلے خواب ہیں، وہ کسی ان بچہ رول کا سوا کیا قسم  
ہے، وہ یہ لوگ ہی مرنے کی باتوں کو لڑائی کا اہم ترین مسئلہ سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک مرنے  
اور تہ کا مرنے اور لڑائی کا تصور ایسا باروزہ زندگی سے وابستہ ہے۔

مگر حضرت یونس علیہ السلام غموش نبوت کے پروردگار تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہسرت  
نی ذات جلا فرمائی تھی۔ رسالت اللہ و نبی کے لئے ان کے حجاب کو مٹا دیا تھا وہ سمجھ گئے  
کہ یہ انہوں پر قید و بند کے رفیق ہمسر حقیقت کا موش گھر ہے جس وہ ان لوگوں سے کہیں  
زیادہ قابلِ کبر و تہ ہے، وہ حقیقت ہے، ایمان باللہ کی، یعنی اس ذات پر کبر و ایمان جو اس  
کلمات کا تعلق امر ہے، اور وہ حقیقت ہے، توحید کی جس میں شراب کی آمیزش نہ ہو۔ کیا اس  
زمین کی (خود واقعی ہی طوین ہو) حقیقت ایک خواب ہے؟ کیا وہ ہے؟ ان وہ ان حقیقت قیام  
امارت کو اس طویل خواب کی تعبیر جاننا زیادہ ضروری تھا اور وہ اس کے زیادہ بھائی اور ضرورت  
مند تھے، ان کا بھولنا یا فراموش کر دینا زیادہ ضروری تھا اور غصہ انسان کی بات ہے۔ حضرت یونس  
علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ نے غصہ ہی طور پر جذبہ ہمدردی اور انہوں کی خیر خواہی کا ذوق دلایا







یہاں یہ بتواتا ہے کہ غالب حالات نے اس میں اتفاق پیدا کیا تھا کہ وہ اس کے پاس آ رہا ہے، وہ کاروبار میں کسی صلاحیت نہ رکھتا ہے، اور اس کی ضرورت پوری نہ ہونے کی اطلاع دینا بیگانہ کا طعام غرضہ الا نبتکمما بتاویله“ فرمایا، جو کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے پاس سے پیچھے نہ گراؤں کی تعمیل بتاؤں گا، یعنی اس کی ضرورت پوری نہ ہونے کی اطلاع دینا، اس طرح کہ وہ جو پچھلے چلا ہے اس کا وہ اب اس کی تعلیمات میں بے گناہ رہا ہے کہ وہ وہاں قیدی تھی، اور جیل خانہ کے قیدیوں کے پانڈاؤں پر اور دیگر تکلیف دہ صورتوں سے علیہ السلام کے پاس پہنچے نہیں رہ سکتے تھے، اس لیے حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا خیال (جو آیا کرتا ہے) چھوڑنے کی بجائے اس کا کہ اس کی تعمیل بتاؤں گا کہ اس کی تعمیل بتاؤں گا۔ اس آیت کی تفسیر دوسری باتوں سے کی ہے۔

### پہلی تفسیر:

حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے فرمایا: ”الا نبتکمما بتاویله“ یعنی میں اس کے کہ تمہارا کھانا جو تم کو ملتا ہے، یہاں آجائے، میں اس کی تفصیل بتاؤں گا، یعنی کھا، نے مشورہ کیا آئے وہاں ہے۔ حضرت یوسفؑ علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ اس کا وہ کاروبار کہ وہ اس وقت کی باتیں بتاتے پر قادر ہیں اور اس طرح اس کو دوسرے کو اس کے خیالات میں کھانا کی تعمیل بتاؤں گے، اس کے اہل ہیں۔

### دوسری تفسیر:

پہلی تفسیر (جو اوپر دی گئی) میرے نزدیک کامل نہیں ہے، اور اس میں کہ غریب میں رہتا ہے، اس کی نشاندہی اس سے ثابت نہیں ہوتی ہے، اسلئے خانوں میں کھانے سے متعلقہ اقسام و انواع کے نہیں، کچے ہاتھ، ایک ہی دو قسم کے کھانے اس کے پیچھے کہہ دیتے جاتے ہیں، یہ قیدی آسانی۔ یہ قیدی کہہ سکتا ہے کہ کھانے میں کیا مسئلہ ہے، اس میں حضرت یوسفؑ علیہ السلام کی کوئی غیر معمولی صفت کا اظہار ہوتا، ان حالات میں نہ کہہ رہے کہ حضرت یوسفؑ نے پیر و قیدیوں کے کھانے کا انتظام بھی کیا، اس سے بھی ہے تو یہ ہے اور بھی معمولی ہو جاتی ہے، غریب شخص، اور چکی خانے کا چھلکھم ہے، دو کھانے کا آج کھانے میں کیا دینا ہوئے گا، اس میں کوئی



تو دیکھتے ہیں؟

میرا خیال یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر درست ہے (جو بعض تفسیروں میں ہے) اس میں اس آیت کا یہ مطلب نکالنا کہ یہ کہہ کر قرآن اٹھاتا ہے بھی نہ یہ کہ کہہ کر میں نہیں اٹھاؤں تو قیہ بتاؤں گا۔ ان کو ان خواب دیکھنے والے قیدیوں کو صیغہ ہدیہ کے کہنا تھا نہیں ہوئی۔ اس کی کوہت میں آئے فی کمال ہاں اس میں کہہ کر اٹھنے کو اپنی اپنی جگہ جاؤ یہاں تو کہنے لگے کہ ان کو آئے ہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں بھی خود صامتہ نہ ملے تھا۔ اٹھانے کے وقت سے تعین تھے کھانے کا وقت آیا تھا اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ صبر کرو یہاں آئے۔ اب یہیں میں تم کو تعین بتاؤ اور اس کے بعد اس کا۔

مرغوب اور پسندیدہ چیز کے ذکر سے طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے: ایک نکتہ ایسی جگہ میں آیا کہ قیدیوں کے لئے کھانے کا ذکر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ لہذا حضرت یوسف علیہ السلام نے کھانے کا ذکر کرنا ان کے اندر ایک نکتہ پیدا کر دیا، لہذا ان کے اندر ایسا کہہ لئے کہ پندہ دہے۔ چہ جائیکہ یہ اس کے لئے ہاں کے لئے کہہ دے اور کسی وقت میں چیز ہے۔ بعد از اب حضرت یوسف نے اس کا ذکر کیا تو ان کے دل میں اطمینان اور عید باقی رہنے کے لئے ہاں آیا ہو گا۔

پھر ان جوت امیر نما مانتے آتے ہیں خواب کی سلامیت کو اپنی قابلیت پر محمول نہیں کرتے۔ بعد از ان کوئی کے نفس لا یتجدد کرتا ہے۔ اس میں سے بات خارج ہے۔ پھر ان کے اندر کے حکمران "امریہ" کی شہین کی مثال ہے۔ "انکما ماعلیٰ من ربی" یا ان باتوں میں سے ہے جو میرے بعد کے لئے سکھائی گئی ہیں اور نصیحت کی ہوتی ہے۔ چاہتے تھے اس کا نام اب ان کو آتھیں۔

نور فرما ہے خواب کی تفسیر سے پہلے کس وجہ سے کیا خدا تعالیٰ میں دعوت و تبلیغ کا فرض واجب ہے، یہی بات اس سید سے ہے، جسے بغیر قتل و کرب و مرگ سے نہ لے لیتے تو وہ قیدی بننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ یہاں تک خوابوں کی وجہ سے نافرور تھے، دو چاہتے تھے۔ جگہ سے جدا ہو کر ان کو صیغہ میں بات نہ تھی، وہ وہاں نفس نہ کرتے تھے کہ کھیلے عین باقی نہیں تھے۔ پھر حضرت یوسف نے جب یہ فرمایا کہ اس تعین خواب کے بیان کرنے میں میرے علم و فضل،



وہ بات و نکات کا کوئی رخص نہیں ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس نے مجھے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے اور اس بات سے اس کی دعوت الی اللہ کی بات جو ہم اہلکاتبہ، جو اس درجہ لطیف، سبک و دلورطباع کے لئے قابل قبول ہے کہ کوئی انکار نہیں کر سکتا تھا۔

دعوت کے ان نکات پر ملاحظہ ہو کہ اس طرح غور کیجئے کہ اگر حضرت یوسفؑ ان خواب دیکھتے والوں کو اس طرح مخاطب فرماتے کہ ”میرے مہرز ساتھیوں! ذرا صبر سے کام لو، میں آپ کے خواب کی تعبیر بھی بتا دوں گا لیکن سنئے! اس دنیا میں اس خواب سے بڑا کچھ بھی اہمیت اور فخر کے لائق قیامت کی بات ہے۔ ملاحظہ ہو دو لوگ دُعا بھی سے بڑا بات نہ سنئے، وفات طوع پر اپنے مضمون پر منتقل ہو گئے وہ عادی نہیں، اور نہ یہ سب سنئے کے لئے آئے تھے لہذا حضرت یوسفؑ مایہ اسلام نے منتقل کا مضمون بغیر بدلے ہوئے، سانس کو مہکوا جاری رکھتے ہوئے بلکہ ایک ہی سانس میں فرمایا۔

ایک دلنشین اور سبک پیرائے میں دعوت کی طرف  
روئے سخن کا پھیر دینا (۱)

ذلکما معا علمنی ربی (یوسف ۷۷)

بیان باتوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائی ہیں۔

آپ اس ماحول کو اپنی نکاد میں رکھتے جس میں یہ دعوت دینی ہے اس سے مایہ مان، ملاحظہ میں جس کی مثال اگر کہیں ملتی ہے تو صرف رسول اللہ ﷺ کی دعوت میں جس کا ذکر بعد میں کروں گا، لیکن اس کے علاوہ دعوت دین اور ایمان دین کی طوئیں تاریخ میں مجھے اس سے زیادہ نازک ماحول نہیں نظر آتا اور نہ اس سے زیادہ لطیف چیز یہ بیان ملے، جہاں سے بات شروع کی ہے۔ ”لاہاتیکما طعام ترو فہ“ سے آیت ”وَلَمَّا مَّا عَلِمَ رَبِّي أَنَّهُ تَبَّكَ يَزْعُمُ“ اور ”یَکْفِیْکُمْ لِحْجَ رَبِّکَ لَفْظٌ مِّنْ تَوْحِیدَ کے بعد کا درجہ نکال لیا ہے، کیا اس سے زیادہ پہلے۔

(۱) یہ فقرہ ان اور ایسی کئی عبارت یوسفؑ علیہ السلام نے انکار میں صرف ان میں ملتی ہے، اور اس میں ان کا سراف نہیں ملتا، اس واقعہ کو قرآن کریم اور ایسی روایات میں، لیکن تو معلوم ہو کہ قرآن کریم سے وہی مسئلہ ہے، جن میں دعوت پہلے، ہجرت و مومنات کا منہ ہے، اور تواریخ میں ہوتا ہے، اس میں صرف یہ روایات، شکیاں اور سرفروٹ کا بیان ہے۔



اضیف، قابل قبول اور تیزی سے بات کا رخ بدلا جا سکتا ہے؟ گویا وہ فرما رہے ہیں، میری کیا حیثیت کہ آپ کے خوابوں کی تعبیر بتاؤں، میں کمزور و در ماندہ انسان، میرا اپنے اوپر بس نہیں چلتا، لوگوں نے مجھے جیل خانہ میں دھکیل دیا، اور میں ان کا مقابلہ نہ کر سکا، میرا جیسا کمزور و ناتواں جو قید میں ڈال دیا جائے اور اپنے آپ کو بے بس پاتا ہو، اس کی کیا مجال کہ اس بلند مقام پر اپنے کو فخر سمجھے کہ علم، بصیرت کی بات کرے، یہ شخص اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے علم عطا فرمایا۔

جاؤ صد سالہ کو حضرت یوسفؑ ایک لمحہ میں طے فرماتے ہیں:

یہاں ایک اور سوال اٹھتے ہیں، میرے سب نے یہ تم مجھے یوں دیا؟ موت الی اللہ فی طرف لوگوں کا ذہن غفلت کرنے کا ایک اور پیر لیا ان کو ملتا ہے، دراصل یہ طویل طویل، موٹھی، جس کو حضرت یوسفؑ نے اپنی حکمت و بصیرت، متاع فراق و حیاتیت، روشن ضمیری اور اللہ کی عطا کردہ فکر رسا کے ذریعہ ایک لمحہ میں طے فرمایا، یہ راہ جس کو جاؤ صد سالہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا اور جس کو حکما، و فلاسفہ پر سہا برس میں طے کرتے، حضرت یوسفؑ علیہ السلام کی پیغمبرانہ قوت نے چشم زدن میں محسوس کر لی، فرمایا۔

ذٰلِکُمْ مِمَّا عَلَّمَنِی رَبِّیْ اِنِّیْ لَرٰکُمْ مِّنْهُ قَوْمٌ اٰیٰتُہُمْ بَالٰغٌ ۝۱۰  
ہم کلھوں اور سیکھوں

یہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہے، جو لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے اور روز آخرت کا انکار کرتے ہیں، میں ان کا مذہب چھوڑے ہوئے ہوں۔  
اتنا کہنے کے بعد حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے محسوس فرمایا کہ وہ اب ایک موقوفہ پوزیشن میں، ایک بلند مقام پر فائز ہیں، گویا وہ ایک پوٹ پر یا نیلے پر چڑھ کر نیچے والوں کو مخاطب فرما رہے ہیں کہ:

یا صاحبی السجن، (اے جیل خانہ کا خیر ام اللہ الواحد القہار

میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا (ایک) خدا یکساں غالب؟

اگر حضرت یوسفؑ علیہ السلام یہ بات پہلے کہہ دیتے تو ان رفیقوں کے کان پر یہ بات گراں گزرتی، نہ اس کو ان کا قلب و ذہن قبول کرتا لیکن اب موقع آ گیا تھا کہ کہیں، اور ان کا



حق تھا کہ کہیں ”اے جیل کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا آجھے یا ایک خدا کیا وہ غالب؟“ یہاں کلام کی ترتیب تقدیم و تاخیر اور قرآن کریم کی ترتیب کلام قابلِ غور ہے، اور اگر وہ سابق سلسلہ کلام جاری رکھتے تو خشک اور بے جان بات ہوتی۔ لیکن حضرت یوسفؑ نے اپنی بصیرت سے اندازہ کر لیا اور اپنے مخاطبین کے چہرے پر اطمینان کے آثار دیکھ کر سمجھ گیا کہ اب یہ لوگ اس صدائے آسمانی کو سننے کے لئے گوشِ برآواز ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ہے، جو اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اپنے بندوں کو دے رہا ہے، فرمایا: **يا صاحبي السجن** (اور اب مظلوموں! حضور اُمّ اللہ الواحد القہار! اس لہجہ کو سمجھنے کی وجہ پہلے لہجہ سے متلف ہے، پہلا لہجہ جس میں **ذلکما** معاً عسمی دہی کہا تھا، اس لہجہ میں گداز تھا، مگر یہ لہجہ جس میں وہ کہہ رہے ہیں ”کیا جدا جدا آقا آجھے یا ایک خدا کیا وہ غالب؟“ قوت و اعتماد کا اظہار کر رہا ہے، اس سے بھرپور خود اعتمادی جھلکتی ہے، اور یہی لہجہ اور اسی انداز کی بات وہ آسمانی سے سمجھتے تھے، مگر حضرت یوسفؑ یہاں پر منطق اور علم کلام کی زبان میں بات کرتے تو ان کی سمجھ میں خاک نہ آتا۔

## ایک قرآنی معجزہ:

پھر فرمایا:

**ما تعبدون من دونه الا اسماء سمیتموھا انتم واناؤکم ما ننزل اللہ بها من**

سلطی (سورہ یوسف ۴۰)

جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، خدا نے ان کی کوئی سند نہیں نازل کی۔

یہ نام ہیں مگر ان کا کوئی معنی نہیں ہے، یہ نام ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے، کچھ نام یونانیوں نے تصنیف کر لئے ہیں، کچھ نام بت پرست قوموں نے رکھ چھوڑے ہیں، اور اسی طرح دوسرے لوگوں نے بغیر کسی وجود کے صرف اپنے ادبام کے بت بنائے اور ان کا: **مہرِ کھ** دیا، اور دنیا میں ہر قوم کا ایک مستقل علم الاضنام تیار ہوئی، قرآن کریم کا انجان یہ ہے کہ ان دینی چیزوں کے لئے جن کا کبھی کوئی وجود نہیں تھا ”اسماء“ کا لفظ استعمال کیا ہے، جن لوگوں کی خدا اب عالم کی تاریخ پر نظر ہے، اور جو ہم الاضنام کی تاریخ جانتے ہیں، وہی اس لفظ کی معجزانہ حیثیت کا اندازہ کر سکتے ہیں، یہ صرف نام ہی نام ہیں، یہ معبود کہاں اور کب پائے گئے؟ کہاں



اور نبی ہارٹس کا خدا اور جنگ کا خدا تھا؟ اور کس زمانہ میں اور کس جگہ خدا نے جمال اور خدا نے محبت کا وجود تھا؟ یہ الہ کہاں اور کس صدی میں ایسے تھے، ان کا وجود ابام وکھنوں کی دنیا سے باہر کبھی پایا گیا؟ قرآن کریم نے بتایا کہ "سرف نام ہی نام ہیں، جنہیں تم نے اور تمہارے اجداد نے اپنے دلوں سے نرہ لیا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کوئی سند نہیں ہے۔"

قرآن کریم کا یہ فقرہ ہر جہتی دنیا تک کے لئے قائم ہے، بہت پرستی بھی اسی طرح کے سامان کے مجموعہ ہے، قرآن کریم نے ان کا پول ان دو لفظوں میں کھول دیا "ان ہی الا اسماء" یہ صرف نام ہی نام ہیں۔

## ایک ایسے داعی کا طریقہ کار جو اللہ کی طرف سے الہام کی نعمت سے سرفراز ہے:

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر محسوس فرمایا کہ ان کے دل و دماغ کا خلا پر ہو چکا ہے، اور اب حکمت کا نفاذ ہے کہ بات کو کھول کر دیا جائے، اور تو دیکھ کا محسوس زیادہ پھیلا کر یہ لانا کیا جائے، ایک ماہر طبیب جانتا ہے کہ مریض کو کتنی غذا اور کس مقدار کی دوا اور کار ہے، مریض کی ضرورت اور قبولیت کی صلاحیت وہ جانتا ہے، لیکن ایک ایسے داعی کا طریق کار ہے، جو اللہ کی طرف سے الہام کی نعمت سے سرفراز ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دعوت کی صلاحیت دی ہے، وہ جانتا ہے کہ ایک مرتز پر پہنچنے کے بعد اس سے تجاوز نہ کرنا چاہئے۔

لیکن سب سے کہ جو شخص دعوت و تبلیغ کو اصول و قواعد کی حد بندیوں میں محسوس کرتا ہے، وہ دراصل اس کی کارکردگی کو سمجھ نہ کرتا ہے، دعوت و نشاط و جوش اور حرارت کی متقاضی ہے، داعی اور مبلغ پہ بھی یہ ظلم ہے کہ اس کو ضوابط کا پابند کر دیا جائے۔ (۱)

آئندہ جگہ میں انشاء اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طرز دعوت کے مطالعہ کا نتیجہ پیش کیا جائے گا۔

۱۔ محمد انیس بن ساریع الرئی ۱۰۰۰ھ کو مدینہ منورہ کی اسلامی جمہوریہ کے بنی میں "تحکمت دعوت" نے "دعوت و نشاط" کا یہ تقریر کی ہے، جس کا عنوان تھا "تلفہر الدعوة منذ الدعاة" (دعوت میں تحکمت کا بیہودہ داعی کے وصال، اس کا اثر وہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت کو ذکر کیا اور اس میں اپنی بات اور دعوت کے بیجا کہ پہلو سے متاثر تھے، لہذا اس خطبہ کو بھی ساتھ ساتھ دیکھو کہ یہ تم کو کیا سکھائے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حضرت موسیٰ کی دعوت اور پیغمبرانہ حکمت کے چند نمونے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ۝ فاعوذ باللہ من الشیطان

الرجیم ۝ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

پیغمبرانہ دعوت کا ایک اور نقش جمیل:

آج ہم پیغمبرانہ دعوت کا ایک اور نقش جمیل پیش کرتے ہیں، یہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا نمونہ، وہ دعوت جس سے لئے وہ مامور منبث تھے، اور فرعون جس کا مخاطب تھا، یہ خریق دعوت و تبلیغ اس طریق کار سے مختلف ہے جو ہم نے پہلے پیش کیا تھا اور آئندہ جو نمونے پیش کئے جائیں گے اس سے بھی یہ مختلف ہے، اس دعوت کی تمیز لحاظ سے نوعیت مختلف ہے۔ دعوت کا مزاج، دوائی کی حیثیت اور جس کو دعوت دی جا رہی ہے، اس کی صورت حال۔

یہ دعوت جو موسیٰ علیہ السلام نے دی، یہ دعوت جس پر وہ مامور کئے گئے تھے، انبیاء کرام کی دعوتوں سے ایک لحاظ سے مختلف کہی جاسکتی ہے، اس میں مرکزی اور بنیادی عناصر موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف، دعوت، توحید کی دعوت، آخرت پر ایمان کی دعوت، سرگرد و بارہ اٹھنے، اور آخرت کی زندگی، اور اللہ تعالیٰ کی وحدت اور نبی و مہم کی دعوت، دوسرے پہلو سے مختلف ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان بنیادی اور مرکزی مضامین دعوت کے علاوہ ایک اور مہم بھی دعوت میں داخل کر دی گئی ہے، وہ مہم تھی بنی اسرائیل کو فرعون کے غدا ب سے نجات دلانا اور عقائد کی بنیاد پر جو مصائب ان کو فرعون کی طرف سے اٹھانا پڑے تھے ان سے گھڑ خلاصی حاصل کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہم دوسرے انبیاء کرام کی

مہم سے قدرے مختلف ہے:

وہ خاص ماحول اور حالات جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اور جن میں انہوں نے پرورش پائی، اور گرد و پیش کی صورت حال جن سے ان کو سابقہ پڑا، ان باتوں نے



حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کام کو دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے کام سے ایک حد تک مختلف نوعیت سے دیکھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مامور کیا گیا کہ فرعون سے صاف صاف کہہ دیں کہ ”وہ ظالم و جاہل ہے اور وہ بنی اسرائیل پر مسلط ہے“ وہ بنی اسرائیل جو انبیائے کرام کی اولاد تھے، اور جن کے آباء (اس وقت کی دنیا میں) ایمان باللہ اور عقیدہ توحید کے خواہ دار تھے۔ یہاں معاملہ کسی خاص قوم کا یا کسی انسانی گروہ کا نہ تھا، جس سے دنیا بھی خالی نہیں رہی اور اس طرح کے انسانی گروہ آج بھی پائے جاتے ہیں، اگر کسی ایسے گروہ کا سوال ہوتا، جس پر کوئی ظالم و جاہل قابض ہو گیا ہو اور جن کو ظلم و ستم کے ذریعہ ظلم پائے ہوئے تھا اور عقیدہ سے کیا بنیوہ پر ان کو مصائب اٹھانا پڑ رہے تھے تو بت آسان اور معمول کے مطابق بھی جاتی، کیونکہ آئے دن اور ہر جگہ ایسا ہوتا رہتا ہے، اور تاریخ کے ہر دور میں ایسی باتیں ملتی ہیں، اور آئندہ بھی اس طرح کی صورت حال سے انسانی آبادی کا دو چار ہونا بعید نہیں ہے۔

### بنی اسرائیل کی ان کے معاصرین کے مقابلہ میں جدگانہ نوعیت و خصوصیت:

صورتحال اس درجہ سادہ اور معمولی نہ تھی، صورت حال یہ تھی کہ دینی و اخلاقی قدروں میں انحطاط اور بہت سی کمزوریوں کے باوجود، یہی ایک باقی، اندہ قوم تھی، جسے ایمان باللہ صحیح معنوں میں حاصل تھا اور عقیدہ توحید کے وارث و امت تھی، تاریخ کی شہادت ہے کہ بنی اسرائیل اپنی اخلاقی و دینی کمزوریوں کے باوجود تاریخ کے ہر دور میں (کسی نہ کسی درجہ میں) عقیدہ توحید پر قائم رہے، ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ سوائے یہود کے کوئی عقیدہ توحید کا شکار نہ تھا، مفسرین نے قرآن مجید میں دنیا کی قوموں پر فضیلت کا بار بار اصرار کرنے کی توجیہ یہی کی ہے کہ ”شُرک و بت پرستی کی اس تاریخ میں وہ جہاں عقیدہ توحید کا چراغ روشن کئے ہوئے تھے۔“ (۱)

صورتحال صرف اس قدر نہ تھی کہ بنی اسرائیل فرعون اور اس کی فوج کے گھوڑوں کی

(۱) خدا تعالیٰ نے تائید و تکرار کے ساتھ اس حقیقت کو یاد دلایا ہے۔

یاد رہے: ”اسم تبارک و تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام“ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (۱۳۴۳) (۱۳۴۴) (۱۳۴۵) (۱۳۴۶) (۱۳۴۷) (۱۳۴۸) (۱۳۴۹) (۱۳۵۰) (۱۳۵۱) (۱۳۵۲) (۱۳۵۳) (۱۳۵۴) (۱۳۵۵) (۱۳۵۶) (۱۳۵۷) (۱۳۵۸) (۱۳۵۹) (۱۳۶۰) (۱۳۶۱) (



تاہوں سے روکنے پر آئے تھے اور آئیں کہ ہم وہاں سے آسمانوں کے رحم و کرم پر آئے ہیں۔ بلکہ صورت حال یہ تھی کہ بنی اسرائیل کو قید و حید نے داخل اور مہربان نہ کیا۔ ان کے سینے تھے یہ امانت کے حامل تھے یہ (اس دور میں) انہیں نے سابقین طہرا اسلام کی تعلیمات کا ترجمہ کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دو برکی ذمہ داریاں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قومیت اور سب سے نبیائے آسمان سے جدا کرنے کے لیے، تاکہ آپ پر دو برکی ذمہ داری تھی، ایک ذمہ داری تو یہ کہ حق پہنچانے اور قوموں کو اس خداوند واحد و قہر مکی طرف متوجہ کرنے کی تھی جس کا کوئی حکومت اور قانون سازی میں شریک نہیں، اور دوسری ذمہ داری یہ تھی کہ قوموں سے مطالبہ کریں کہ وہ بنی اسرائیل کو آزاد کرادیں۔ اور ان کے قیدیوں کو رہا کر دے، چنانچہ قرآن مجید میں صاف صاف فرمایا گیا:

فَاتَّبِعْ هَؤُلَاءِ وَلَا تَمْسُوا رِجْلَكُمْ فِى الْكُفْرِ ۚ كَذٰلِكَ يَمُرُّ الْاَمْرُ ۚ وَلَا تَعْصِيْهِمْ

فَدَجْسَكَ ۚ اِنَّ اَمْرًا مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّمْعُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْاَهْلٰى ۚ (سورہ طہ - ۱۳)

(ایسا) تو تم ان کے پاس جاؤ اور کہہ دیجئے کہ پروردگار نے مجھے جہنم میں اتار دیا اور انہوں نے مجھے سزا دی کہ میں ان کے ساتھ رہوں اور ان کے ساتھ رہنے سے تم ان کے پاس آؤ گے۔ پروردگار کی طرف سے نصیحتی ہے کہ تم ان کے ساتھ نہ رہو اور جو حدایت کی بات ماننے سے تم پر سلامتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا یہی رٹ ہے، جو مومن کی دعوت کو دوسرے انہیں نے کرام کی دعوتوں سے ممتاز کر دیا ہے، لیکن ان کی پوری نشان مارا تھی کیوں کہ ان کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت منظر دہشت کی تھی، ان کی زندگی کا ٹیپس و فرات دوسروں سے بہت مختلف تھا۔

فرعون کا منصوبہ اور انتظامات کی ناکامی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انتہائی تاریک، صبر آزماء، کٹھن ہوئے بلکہ مہم غور ماحول میں پیدا ہوئے فرعون نے اپنے قبیلے میں (بچہ ماکہ و درود و اصلاحات میں کیا جاتا ہے کہ اپنے غلام چاہیں وہ حدایت دہشت تھی کہ بنی اسرائیل میں کسی بڑے کو اور بڑے کو زندہ نہ چھوڑے۔

ان فرعون علالی الارض وجعل اهلها شعبا يستضعف طائفة منهم



یُفْجِحُ ابْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۱۰﴾ (القصص)

فرعون نے ملک میں مراٹھار کھاتھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ تیار کھاتھا۔ ان میں سے ایک گروہ کو یہاں تک کفر و رد کیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ دہنے دیتا، بے شک وہ مفسدوں میں تھا۔

فرعون نے اپنا چنان بہت باریک بینی سے تیار کیا تھا، جس طرح ترقی یافتہ منظم حکومتیں اپنے چنان تیار کرتی ہیں، یہ چلان یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں کوئی لڑکا نہ ہونے پائے، اور ایک نسل اس طرح تیز جاتے تو بنی اسرائیل کی طرف سے ہمیشہ کے لئے بے فکر ہو جائے گا۔ صرف عورتیں رہ جائیں گے، ان سے ضرور نہیں، ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیا جائے، اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے، فرعون نے ایک مطلق العنان حکمران کی طرح جس کے احکام کی تعمیل نہ ہو سکے، اپنا فرمان نافذ کر دیا، اور یہ چاہا کہ بنی اسرائیل میں معمولی سطح کا بھی لڑکا زندہ نہ رہے پائے، لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی تھی کہ ان میں ایک عظیم شخصیت پیدا ہو، فرعون کی یہ تدبیر تھی کہ بنی اسرائیل سے نجات حاصل کرے، اور بنی اسرائیل میں ایسا لڑکا نہ پیدا ہونے دے۔ جو اس کی سلطنت و عظمت کا حاتمہ کرنے والا ثابت ہو، اور اس کے چلان کو بر باد کر دے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے، اور موسیٰ کی پیدائش مقرر کر دی، وہ موسیٰ جن کے خوف سے بچے ذبح کئے جا رہے تھے، فرعون کے کارندے بچوں کو حضرت موسیٰ کی بہن سے قتل کر رہے تھے، لیکن وہ فوٹو ملو، جس سے فرعون کو خدشہ تھا، پیدا ہو کر رہا، اور اللہ کی مرضی پوری ہوئی، وہ پیدا ہوا، پلا بڑھا، جوان ہوا، لیکن کیسے پیدا ہوا، اور کیسے بچ گیا، کیوں کر پلا اور بڑھا، یہ انسانی تاریخ کے کجائبات میں سے ہے، اور قدرت الہی کا معجزہ ہے کہ وہ بچا اپنے سخت ترین دشمن کی گود میں پلا۔

خرق عادت کا پورا ماحول:

اپنی نگاہ تصویر میں اس پورے ماحول کو رکھئے، جس میں ایک ایک بات خرق عادت کا مظہر ہے، شروع سے آخر تک قدرت خداوندی کی معجزہ نمائی کا منظر ہے۔

فَالنَّضْلَةُ آلَ فِرْعَوْنَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۱۱﴾ وَقَالَتِ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ قُرَّةُ عَيْنٍ لِي وَلَكِ لَا تُقْلَتُونَ



عسیٰ ان یضعوا یتخذہ ولذا وہم لایسعروں ○ واصبح فواد ام موسیٰ فارغان کلاک لسنی بہ لولا ان ربطنا علی قلبہا لتکون من الموصی ○ وقالت لاحتہ قصبۃ یصیرت بہ عن حبب وہم لایسعروں ○ وحررت علیہ المراضع من قبل فذلت من الکم علی اهل بیت یکفلوتہ لکم وہم لہ ناصحون ○ فردیہا الی امہ کی نفرت عینہا ولا تحزن ولتعلم ان وعدہ اللہ حق ولکن اکثر الناس لا یعلمون ○ (المقصص ۲۰-۲۳)

تو فرعون کے لوگوں نے اسے کہا اترنا، اس نے کہہ دیا: یہ روز تھا کہ وہاں کا دشمن ابراہیم کے لئے سب سے زیادہ ہے۔ بلکہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر جو تک کے اور فرعون کی زور سے کہا کہ یہ میری اور تیری دونوں کی تحفوں کی تحفہ ہے، اس وقت تک نہ کہ شاید یہ تمہارے لئے نیک ہے۔ یا ہم اسے جینا چاہیں اور وہ ابام سے بے خبر تھے۔ اور موسیٰ کی ماں کا دل بہم ہوتا، اگر ہم ان کے دل کو مضبوط کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس قسم کو نہ کرنا۔ خوش یہ نعمی کہ وہ مومنوں میں رچیں اور اس کی بہن کے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جاؤ وہ سے دور سے نہ بھٹی رہیں اور ان لوگوں کو جو کچھ نعمی اور ہم نے پہنچے ہیں سے انہیں کے ساتھ اس پر ہم کر دیتے تھے تو موسیٰ کی بہن نے کہا کہ میں تمہیں اپنے گھر کے دوں۔ تمہارے لئے اس بچے کو پس اور اس کی نیر خواہی سے پرورش کریں۔ ہم نے اس نیر کی سے ان کو ان کی ماں کے پاس دیا پس چننا دیا کہ ان کی آنکھیں بند نہ ہوں۔ وہ دھڑکنا میں اور معلوم کریں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے لیکن یہ کٹر آدمی نہیں ہوتے۔

”مغربت میں امیہ اسرارہ (فرعون کے گھر میں) پوش پانے اور وہاں چرنے کے بعد) پھر وہاں سے بغیر اجازت نکل کر۔۔۔۔۔ ایک قطب کو ایک کمرے کا واقعہ پیش آیا جو شری نے دعوت پر شری کو مہر سے تھا۔

ودخل للمدیۃ علی حین غلۃ من اہلہ فوجد فریہا رجلین یقتن ہذا من بیعہ وھذا من عدوہ فاستعانہ الذی من بیعہ علی الذی من عدوہ فوکرہ موسیٰ قضیٰ علیہ قال ہذا من عمل الشیطان الذی عدو مصل مبین ○



اور وہ اپنے وقتِ فاجر میں داخل ہوئے کہ وہاں سے ہاتھ نہ ہٹا کر رہے تھے تو انہیں کہہ دیا کہ وہاں رہنا ہے، ایک قوم کی حلیہ اسلام کی تھی۔ یہ ہے اور وہ مرا ان کے دشمنوں میں سے ہے تو جو شخص اس کی قوم میں سے تھا اس نے دوسرے شخص کے ساتھ ملے ہیں جو وہی یہ اسلام کے دشمنوں میں سے تھا، وہی حلیہ اسلام کی نہ وہاں کی تو انہوں نے اس کو مارا اور اس کا ہاتھ مار کر دیا۔ اور انہوں نے یہ کام تو ان کے شیطان سے ہوا، ہے شک وہ انسان کا دشمن اور نہ تنہا برکات کے واسطے۔

یہ ایک نکل جھوٹا ہے۔ قدرت خداوندی کا کھانا اچھا رکھتا ہے۔ یہ کی روشنی انسانوں میں سے روشن ترین تھی کہ اللہ حکومت وسیع اور فی اسرار کی جات و بندگی کے۔ لیکن یہ ایسے شخص کو منتخب فرماتا ہے جس کی پوزیشن بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ کمزور رکھی تھی۔

### ایمان اور قلمی قوتوں کی کاوشیں:

حضرت ابی بنہ (اسلام) جن کا تعلق قرآن کریم نے سورہ قصص میں تفصیل سے کیا ہے۔ اور دوسری مدتوں میں انہیں اجمال سے اور انہیں انہیں درجہ تفصیل سے کہ اللہ کے دین کی صرف بابائے بنائے پر، موز کیا جاتا ہے، مگر ساتھ ہی بنی اسرائیل کو ان کے ان کے لیے چاہے کی جاتی ہے، اور یہ دونوں کام حضرت قرین کاوش کا پیشہ ہے جس اور امت ان کے کام کی جات ہیں۔ اس کا نام ہے، اس میں انسان، اس کا جس بحر اللہ پر چرہ اور یقین، جی دیکھا جی اسی طرح ایک قوم کی آرزوی کا حصول کوئی آسان کام نہیں، سخت ترین کاوش چاہتا ہے، حضرت ابی بنہ علیہ السلام کے خداوندوں کو ایثار و عداوتوں نے اس نے یہ سزا دے اور تجھ کی کیفیت پیدا کر دی تھی جس کی صرف قرآن کریم نے انہی کی زبان اشارہ کیا ہے۔

وَلَهُمْ عَلَىٰ ذٰلِكَ فَخَافَ اَنْ يُضْلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور ان لوگوں کا مجھ پر ایک گناہ (یعنی قلمی کے خون کا بھوک) انہی سے سونچے خوف ہے کہ

نہیں ماری جائیں۔

یہ وہی بات ہے اس کی طرف زعمان نے اشارہ کیا تھا

وَفَعَلْتَ فَعَلْنَاكَ اَللّٰهُمَّ عَلَّمْتَ وَامْتَسَسَ الْكُفْرُ

اور تم نے وہ کام کیا جو انہوں نے کیا، تم نے علم دیا، کفر نے



اسی فرعونی آکائن یا دھنکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر ایک کونہ جھجھک سی پیدا کر دی تھی، ایک لچکچاہٹ کی کیفیت تھی، جس کا اظہار وہ دود فرما رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دونوں مہموں کے لئے ن کو منتخب فرمایا تھا، اور ان کاموں کے لئے ان کے بہتر اور موزوں ولی اور مخلص نہیں ہو سکتے۔

قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیعت اور کار نبوت کی اوٹنی کا ایک ہم منظر پیش کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح ایک صاحبِ ذاتی خیر اور صاحبِ نکتہ مطلق و دوائی اپنی بات پیش کرتا ہے۔ اور وہ کس طرح ایمانی غیرت و حمیت، دعوتِ الہی و انسانی کے لئے چوری سے چوری واقفیت اور اس کے شعور کو ایک سرحد کے لئے کمر چلتے ہیں، ایک نبی برحق تھے۔ چوری سے لئے ہوئے اور مثال تھے ان کے طریقِ خطبہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کونسا کونسا اللہ اپنے دین کی خدمت کے لئے منتخب فرماتا ہے، ان کا اندازِ کار، اور اسلوبِ خطبہ کیا ہوتا ہے، اور ان لوگوں کا اندازِ کار، داتا ہے جو خوش ہوا اور چالو سی کو اپنا شہرہ بناتے ہیں اور پیشہ وارانہ انداز میں دعوت کی انجام دہی کا دم بھرتے ہیں، اور اپنے آپ کو حقیقت پسند یا واقعی صورتِ رس کا اعتراف کر کے کام کرنے والا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ کا محبوب ترین بندہ..... ایک مغرض ترین بندہ کے پاس جاتا ہے:

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مہم بھیج فرماتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پسندیدہ بندہ اور نبی برحق ہیں، مگر کس کی طرف اور کیسی بھیجے ہو رہے ہیں، ایک ایسے دشمن کے پاس جو اللہ کا دشمن ہے، ایک محبوب ترین فرشتہ، ایک انتہائی قابلِ نفرت مخلوق کی طرف بھیجا جا رہا ہے، ایک اس کو راست پر ہے، اور اس کے برعکس دوسرے کنارے پر کھڑا ہے، ایک دوسرے کے بالکل متضاد ہیں، دو عام فائدہ نواں نواں اس اچھے تقاضے نہیں ہوتا، یہ تقاضے ایسے دو فرماؤں کے درمیان پایا جاتا ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں، اپنے وقت کا سب سے بڑا پیغمبر اس شخص کے پاس بھیجا جا رہا ہے جو قدرتی قوانین کو مٹاتا ہے، عظمتِ خداوندی کو چیلنج کرتا ہے، وراثتِ قدسی میں جس عظمت و عظمت کے بارے میں کہنا ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو یہ عظمت میری جا رہی ہے جو اس کو مجھ سے چھینے کا اس کو نہیں کر سکتا، وہاں (فرعون نے اس عظمتِ خداوندی کو چیلنج کیا تھا، اس کی جرأت، اسے ہ کی اور دیر و دھنکی



اس بارہ بڑائی بھی کر دو

اما ربکم الاعلیٰ

تمہارا رب سے بڑا کون ہے۔

کا عائن سر پہ تھا مایے بخشش کے پاسد یوسف نے نر بانا کا مرثب نہیں تھا۔ بُدلو وندلی  
کا محمد رب بن بیخا تھا ایک مجرم اودھن نرمت و لغت و زنا کے پاس ایک محبوب شاعیت کو بھیجا  
بار بار ہے ورنہ کو جانت کراہی جاتی ہے؟

فقولا لہ فولا یسنا نعلہ مقلدکم یو بختی علیہ ۳۴

دور سے فریاد ہے بات مرثبہ یہ وہ جو کہ یہاں رہا ہے۔

اس عزت الہی۔ جس کی داعی و اسف کے لئے اس امر کی نجات نہیں رہتی کہ احوال  
نیکہ میں خیر ہوئی و لپیٹی کرئی ہے بات کرے۔ اس کی مٹی بھی تاویل کرتے ہیں کہ یہ  
ہو۔ انہما۔ مرثب میں فرعون سے سوت و فوقیت۔ جانے والے شخص کا تصور بھی مشکل ہے۔  
جو یہ کہے کہ رہا ابھی۔ لیکن اس سے بھی بات کرنے کے لئے چاہیہ و حق وقت کو بھیجا گیا تو یہ  
ہدایت کی کہ نرم لہجہ میں بات کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی حضرت ہارون  
علیہ السلام کو یہ یہ نصیحت کر فرمائی کہ وہ وہ میں داخل ہو۔ اس نے ساتھیوں کو بھی نصیحت  
فلا رہا اندا سکاف ان یفرط علیہا یو بختی علیہ ۳۵

وہاں کہتے ہیں کہ وہ۔ پر وہاں نہیں خوف ہے کہ وہاں پر تعدی کرنے کے لئے زیادہ ہو  
مرثب ہو۔

چنانکہ حضرت موسیٰ نے ساتھیوں کو نصیحت کی کہ وہ ان کی پوزیشن میں کمزوری تھی اس  
سے دعا گوئی کے فرمایا

لا تجادل انسی معکما سمع واری ○ قابہ فھولا ان رسولاً وک  
فرسل معہ بسی امرا نبل ولا تعذبہم فدا جنک باہ من ربک و السلام علی من  
تبع امیرہ ○ نافر ارحی الیہ ان العذاب علی من کذب و تولی ○ قال فہم  
ربکما بموسی ○ قال ربکما الدی اعطی کل شیء حلقہ ثم ہدی ○



ڈرو مت! میں تمہارے ساتھ ہوں اور منتہا اور دیکھتا ہوں۔ پاس جاؤ! اور کہو کہ ہم آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں، تو نبی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے اور انہیں عذاب نہ دیجئے۔ ہم آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے نمائندگی لے کر آئے ہیں، اور جو ہدایت کی بات مانے اس کی سلامتی ہے، ہماری طرف سے یہ دہی آتی ہے کہ جو جھٹلائے اور سر پھیرے اس کے لئے عذاب (جہنم) ہے۔ (غرض مہدی اور ہارون علیہ السلام فرعون کے پاس گئے) اس نے کہا تمہارا پروردگار کون ہے؟ کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر شے کو شکل و صورت بخشی، پھر رعد دکھائی۔

### فرعون کی ترکش کا ایک زہریلا تیر:

فرعون کا شیطانی دماغ تیزی سے کام کرنے لگا، اور اس نے اپنے ترکش کا ایک ایسا زہر میں بچھا ہوا حیر نکالا جو کبھی خطا نہیں کرتا، ایسا تیر جو کسی بھی زمین سے زمین، زریک اور انا و بیانا مسلط پر پھینکا جائے تو بغیر اپنا کام کئے نہ رہے، خود وہ مسلط دین بڑے سے بڑا کاغذ روزگار ہو، اور اس نے تبلیغ کے فلسفہ کا مطالعہ کیا ہو، نفسیات کا ماہر ہو، علم الاشیاء (سوشیولوجی) اور فن مناظرہ میں یکساں ہو، جو بھی ہو اس تیر سے اس کا گھٹا مل جاتا ہے، وہ تیر یہ ہے کہ فرعون نے یہ پوچھا:

فعا بال القرون الاولى □ (جلد ۵۱)

تو پہلے گزرے ہوئے لوگ کا کیا حال ہے؟

فرعون کی شیطانی عقل و ذہانت کا ایک دور رسول تھا، وہ چاہتا تھا کہ اس کے دربار میں جو لوگ موجود تھے، ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف سخت اشتعال اور جذباتیت پیدا کروے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح نجات بھی حاصل کر لے، اس طرح ایک تیر سے وہ شکار کرنا چاہتا تھا، ایک تیر کہ دعوتِ توحید کو نظر انداز کر دے، کیونکہ یہ دعوت اس کے لئے انتہائی بھیانک چیز تھی، توحید کا عقیدہ دلوں کے دار ہلاوتا ہے، قدرتِ انسانی کے اندر چھپا ہوا ایمان اس سے ابھر آتا تھا، فرعون کے حاشیہ نشین بھی تو آخر بشری تھے، اور ان میں سمجھدار اور ہوشمند لوگ بھی تھے، ایسے بھی ہوں گے جن کا ضمیر مردہ نہیں ہوا ہوگا، لہذا ممکن تھا کہ دعوتِ توحید ان کے اندر کا جذبہ ایمان ابھار دے، لہذا فرعون کی یہ کوشش ہوئی کہ وہ کسی طرح اس



سوال کو جان جائے، اور لوگوں کی نگاہ سے اس سوال کو اوجھل کر دے، اس لئے کہ یہ فرعون کی  
 رستہ کی تھی، اور وہ اس عقیدہ سے ابھری تھی، اس لئے اس نے ایک ایسا سوال  
 کر دیا جس سے اس کے حاشیہ نشین اور متعصب سب کے سب چرکے ہو یا میں، اور حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ محسوس کرنے لگیں کہ یہ ان کے آباؤ اجداد کے راستے سے برگشتہ کرنا  
 چاہتے ہیں، لہذا اس نے اس نیا تو پہنچے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس سے جواب  
 دہی ہو سکتے تھے یا تو صائب اور صریح جواب بغیر کسی ایک لپٹ کے دے دیتے کہ وہ تو جہنم  
 میں ہیں:

انکم وما تعبون من دون اللہ حصص جہنم انتم لہا وارثون (اساءہ ۱۸)

تم اور جو تم پر ہے، واللہ کے سوا تم کو کچھ ہے، وارث میں تم کو اس پر پہنچنا ہے۔

یہ سمجھتے تو ظاہر ہے بات کا راستہ ہی بند ہو جاتا، سب نیا تو غضب میں بھر جاتے اور ان کی  
 رگ تپت ہو دراصل جاہلیت کی رگ تھی، ابھر آتی، سب یا تو وہاں سے تھا، تو نقل ہاتھ یا  
 سب مل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نوٹ پڑتے، یا شور و بنگار، برپا ہو جاتا، مبنیٰ تم یہ کیا کہہ  
 رہے ہو؟ ہمارے آباؤ اجداد کی قرین کرتے ہو، اور ہمارے احسانات کو پامال کرتے ہو؟

### حکمت پیغمبران اور مکمل معجزہ:

دوسری صورت، یہ تھی کہ حضرت موسیٰ خاموش رہ جاتے، یا سیاست و حکمت سے کام  
 لیتے۔ مثلاً کہتے کہ جہاں تک بزرگانِ مملکت کا تعلق ہے، ان کا احترام ہمارے دل میں لگی ہے  
 اور وہ لوگ بلاشبہ بڑے عالم و بزرگ تھے، اور اس طرح کی منہ دہلی بات کرتے، اگر ایسا  
 کرتے تو فرعون جیسا کہ پران کو چکر لیتا اور کہتا کہ اگر وہ عالم و بزرگ تھے اور کائنات پر تسلط تھے تو  
 ہمارا عقیدہ بھی بعینہ وہی ہے، جو ان کا عقیدہ تھا

قال فما بال القرون الاولى ○ قال علمها عند ربی فی کتب لا یصل

ربی ولا ینسی ○ (طہ ۵۰، ۵۱)

کہا تو پہلی جن عورتوں کا کیا حال ہے؟ کہا، ان کا علم میرے پروردگار کو ہے جو کتاب میں  
 (لکھا ہوا) ہے۔ میرا پروردگار نہ چھوٹتا ہے نہ بھولتا ہے۔

لیکن انہوں نے یہاں سے روئے بھرا، بعضوں کی جانب پھیر دیا جو پہلے سے



چل رہا تھا، جیسے بات سے بات نکلتی ہے، یہ ممکن تھا کہ وہ فرماتے، وہن کے متعلق معنویات، تاریخی میں ملیں گی، لیکن اگر ایسا کہتے تو صورت حال بدل جاتی، پھر تو فرعون بولے اور تقریر کرنے لگتا، اور لوگوں کے تصنیف کردہ افسانے جن کو تاریخی روایات کا دبدبہ دیا جاتا ہے، اور جن کو اس کے زمانے اور بعد حکومت میں "تاریخی حقائق" کی طرح تعلیم و تلقین کی جاتی ہوگی، ان سے استدلال کرتا، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسی بات کہی جس کا کوئی جواب ہی نہ تھا، اور جس سے کوئی مفر نہیں ہو سکتا تھا:

قال علمها عند ربی فی کتب

کہا: اس کا علم میرے پروردگار کو ہے، جو کتاب میں لکھا ہے۔

ذرا ان الفاظ اور ان کی سادگی اور گہرائی کو ملاحظہ کیجئے، کتنی چنی چلی بات کیسے پئے تھے لفظوں میں کہہ دی، یہ ہے حکمت نبوت، دعوت کا ایجاز کامل، اگر ہم میں سے کوئی ایسی آزمائش میں پڑ جائے تو ایک نہیں ہزاروں طریقے پر اپنا مقصد ادا کر سکتا ہے، اور مشکل سے نجات پاسکتا ہے، مثلاً کہتے اس کو چھوڑ دو، یہ بات عہدہ ہے۔ میرا مطلب گزشتہ زمانے سے نہیں بلکہ مجھے تو آج کی فکر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

دعوت میں چٹنگی کے ساتھ ہمار ہنا اور کسی حال میں اس مقصد کو فراموش نہ کرنا:

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوت کی بات ترک نہیں کی، اور عقلمندوں کا جو سرا ان کے ہاتھ تھا اس کو نہیں چھوڑا، اور بہت تیزی سے اصلی موضوع پر آ گئے، اس تیزی سے جس سے زیادہ سرعت و بلاغت کا تصور نہیں ہو سکتا، اور وہ حکمت اختیار کی جس سے زیادہ گہری حکمت دیکھی نہیں گئی۔ ایک لفظ میں سارا مسئلہ حل کر دیا۔ "علمها عند ربی" اور یہ کہتے ہی اپنے موضوع پر آ گئے "علمها عند ربی فی کتب لا یضل ربی ولا یسی" (کہا ان کا علم ہمارے پروردگار کو ہے جو کتاب میں لکھا ہوا ہے، میرا پروردگار نہیں چوکتا اور نہ بھولتا ہے)۔ اور اپنی بات کا تسلسل کوئے نہیں دیا، اور اللہ تعالیٰ کی نئی صفات کا ذکر کرنے لگے، جس سے فرعون بھاگنا چاہتا اور بات کا رخ پھیرنا چاہتا تھا، ایسی مختصر آیت کو پڑھتے ہی اولیٰ ذوق کو وجد



آنے لگتا ہے، ادیب و بلاغت۔ کے اس حسین شاہکار سے روح مجوم اٹھتی ہے، اور عقل سر نیاز خرم کر رہتی ہے۔

علمها عند ربى فى كتب لا يضل ربى ولا ينسى الذى جعل لكم الارض مفيداً وسلك لكم فيها سبلاً وانزل من السماء ماء فاخرجنا به ازواجاً من نبات شتى ○ كلوا وارعوا انعمكم اى فى ذلك لايت لاولى النهى ○  
(جاء ٥٣-٥٤)

ان کا علم میرے پردہ و مکارو ہے جو کتاب میں لکھا ہوا ہے، میرا پروردگار نہ چوکتا ہے، نہ بھولتا ہے، وہی قوت ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین و فرش بنا دیا اور اس میں تمہارے لئے رستے جاری کئے، اور انہیں سے پانی برسایا، پھر اس نے نوسہ اقسام کی مختلف روئیدگیاں پیدا کیں، خود بھی کھاؤ اور اپنے چار پائیوں کو بھی چراؤ، بے شک ان باتوں میں عقل والوں کے لئے بہت سی ذماتیاں ہیں۔

فرعون کی فکری جبر بازی (۱) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استقامت اور کامیابی:

وہہر کی مثال سورہ شعراء میں ملتی ہے۔

فَالْفِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٠﴾ قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنُوتَ مَوْلَانِ ﴿٢١﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ الْإِنْسَانُ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٢﴾ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمُجْنُونٌ ﴿٢٣﴾ وَالْإِنشَاء ٢٣: ١

فرعون نے کہا کہ تمام جہاں کا مالک کیا؟ کہا کہ: ”جان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک، بشرطیکہ تم لوگوں کو یقین ہو، فرعون نے اپنے ابائی و موالیٰ سے کہا کہ تم سننے نہیں ہو؟ (اس نے) کہا کہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا مالک (فرعون نے) کہا کہ (یہ) پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے باطل ہے۔

(۱) عربی میں حضرت محمدؐ و خلوئے (سوزنہ) کا کافراں استعمال ہوا ہے جس کا مقصد دشمنی و اذیاء کرنے کا ہے۔  
 سزاوار ہوا کہ کفار و کافرات کے خلاف لڑی گئی کامیابیوں پر ان کے گمراہوں میں شیخ کا کافراں لکھنا ایسا سے قریب منسوب ہو جاتا ہے۔  
 اردو میں بیشتر لادینی سے مفہوم ایک حد تک پایا جاتا ہے۔ (سہج)







زمن کا اظہار اختیار کیا۔ ”اے رسول اللہ! میں تمہارا پیغمبر ہوں۔ یہ اسلام اس بات کے جواب میں آیا ہے۔ حضرت نے اس بات پر عمل نہیں کیا۔“

فرعون کی ترکش کا آخری تیر:

فرعون اس انسانی کمزوری سے واقف تھا کہ اگر کسی شخص کی ذات پر طعن کیا جاتا ہے تو وہ اشتعال میں آجاتا ہے۔ اس سبب اپنی قوم پر بدانت نہیں ہوئی۔ قرآن کریم نے اس ماحول اور ماحول کی جو منظر کشی کی ہے، غصے، ہم آہنگی، امن و مہربانی میں فرعون کا ساتھ دے کر اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر پڑیں۔ اور ہمیں اس کے کون کہنے ہے کہ میں پڑھوں، دیکھوں، سنوں، جگہ منوں، کسی یہ امر اہل کو، میرا دعا ہے۔۔۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود اپنی پانچل کی تو اس کو مستعد بھی تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سب ان کی طرف سے اپنی ہی بات جاری رکھی۔

قَالَ رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ مَا يَهْدِيَانِ كَمَا يَهْدِيَانِ مَنْ تَعْلَمُونَ ﴿٨﴾ النّٰس: ٨

کہ جو کہ مشرق اور مغرب اور دو کھمبان دونوں میں ہے سب کا مالک اشرافیہ تم و تمہاری ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بابت ایچو نہیں کیا۔ نہ اپنی عظمت میں ایک لفظ بولا۔ وہ اللہ کے فرمانروا بنے۔ برحق تھے۔ ان کے پروردگار ہمیشہ کہ اللہ کے ایزدوں کو دعوت دینا۔ یہ سب باتیں (یا ۱۰۱) پائل کو مانا اللہ کو یہ افروختہ نہیں کر سکتی تھیں اور ان کی دعوت حق کے محتاجے میں اس کی نیت ہی لیا تھی اور ایت ماحول میں جس میں شرک پیدا ہوا ہو، جس میں بت پرستی ہو، وہ جس میں شرک اور بت پرستی ہو، جہاں آبر پانت۔ باحزرت افروختہ کی چڑیاں اچھالنے کے درپے ہوں، جس۔ حول میں مصوم بچے اور بے گناہ افراد قتل کئے جاتے ہوں، یہ ماحول میں بھولوں اور پاگل کی سمجھتی اور چٹے کوئی بڑی بات نہ تھی، نہ انہیں نے سنی ان سنی کر کے فرمایا کہ وہ رب وہی ہے جو مشرق و مغرب اور ان دونوں کے درمیان جو یکجہ ہے۔ سب باوجود کار ہے۔ اس پر طرہ ایک لفظ بڑا ہوا۔ "ان یمکتہم نعلقون"

یہ تیر فرعون سے بظلمت کو بچھنی کر لیا، دو تو سمجھتا تھا کہ مصر میں دینی رب اشرق و مغرب ہے، اس کا بھوکہ بیک تھی کہ سارا عالم مصر سے عبارت ہے، اور وہ تو کمال مصر کا مالک ہے، جبرہ اور



مالہ اس کے قدموں سے پیچھے ہے۔ حضرت مونی نے مشرق و مغرب اور ان دونوں کے درمیان دنیا کا آکر کر کے اسی کے غرور و غفلت پر مغرب لگائی اور بقیہ اسی نے عبادی جس پر غرور کی جہولتی خدا کی عبادت کے علم کی اور اس پر اس کو بڑا نہ تھا۔

خیر اندہ دعوت و حکمت کا یہ ایک نمونہ تھا، اس نمونہ میں دعوت دینے والا اور جس کو دعوت دی گئی ہے دونوں کی کوتاہیوں و کمزوریوں کا ذکر آتی ہیں، دعوت کا سونپنا جو پیچہ ہوا اور انکے تھا اور ان کی پوزیشن پر ہی مانتا کہ اور تلاش والی تھی۔ جس نے دعوت دی جارہی تھی وہ ایک شہنشاہ اور خیر اندہ مطلق و مہمان تھا، اس لیے اس نمونہ دعوت کا معاملہ ہماری سوسائٹی آج کا اب ہے، اس سے دور اس نتائج نقل کئے ہیں، اور اس سے طریق و حکمت کے واضح اصول و ہدایات اخذ کی جاسکتی ہیں، جن سے دعوت کی فکری قیہ اور عملی خاکہ بنائے میں پیش قدمی ملتی ہے۔







## حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل

گزشتہ خطبہ میں یہ ذکر کیا گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنے اللہ کے سخت رحم و ہمارے خیران فرعون کو دعوت دینے میں کیا رویداد تیار کیا تھا، آج اس موقع پر اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ ان کا خدائی قوم پر کیا مقصد تھا؟

اللہ تعالیٰ غفلت پر اوقات غفلت نکالنا کا باعث بن جاتی ہے، جب ایک خداوند یا قہیبہ کے افراد آپس میں دوست و دشمن بن جاتے ہیں، تو بوجہ غفلت پر اس کے اثرات پائے نہیں جاتے، بلکہ وہی دشمنوں سے بیزار، ماموں سے ملنے کے مقابلہ میں یہ دوست سے آگے پہنچ جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدائی قوم بنی اسرائیل سے دو جہات پائی گئیں: ایک مقصد اور

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چار واضح اور فیصلہ کن مقاصد:

یہ وہاں اپنی جگہ مقبول ہے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدائی قوم بنی اسرائیل کے مقاصد میں غیبت ہے، ایک دوسری طرف اس کے لیے روایہ و آثار اور اس کا جواب جس قرآن کریم سے جڑتا ہے وہی وہم ہیوں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمیں چار نہایت سبب اور قصص مہم اہم آتے ہیں، اور ان کے مطالعہ سے ہم اپنے تمام کلمہ کو سمجھ سکتے ہیں، جس کے ذریعہ دعوت الہیہ کے اصولی پہلوئیں اور ساتھ ہی ان کے مختلف مقاصد کا اندازہ کر سکتے ہیں،

یہ کہ ایک دوسری جگہ اپنی قوم کے افراد سے اپنے قہیبہ یا خداوند کے اثرات سے بچا اپنے دینیوں سے اس طرح کا عصب و عداوت کی دشمنی کو بھی صبر کرنا، جو اس کا بی بی بیان کیا، اور

چاہئے، اس مطالعہ سے ایک بات بخیر کھل کر سامنے آتی ہے، وہ یہ کہ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ دینی ہی کا موقف رہتا ہے، اور وہ دشمن کو مخاطب کر رہا، جو بدترین فرعون خداوند کو دعوت کا رنگ اس پر عصب و عداوت کی نشان دہی کی نشان دہی میں غفلت رہنے کی نحوہ جو جہات

کچھ بھی ہو، یہ مخاطب جو بھی ہو، اس کی زبان و دعوت کی زبان تو ہی، اس کے سامنے ہر







میں سے ایک گروہ کو (یہودیوں) کو زبردست رکھا تھا کہ ان کے بیٹوں کو آج ترائی اور ان کی نرسیوں کو زندہ رہنے دینا ہے۔ شلہ و وٹڑہ دونوں میں تھا۔

میں کی قوم پر یہ دیت رہی جو، وہ حسب اپنی قوم کی بدافعت میں لکھ لکھ رہا ہوگا، اور ان کو آزاد کرنے کا بیڑا اٹھانے کا ملا۔ میرے حاکم کے پٹنگل سے یہ حکم کاروانا چاہئے گا جو اس قوم کو اس طرح سے نکلے، باہر طرح طرح سے ذلیل کر رہا ہو تو یہ بالکل تھکلی ہوئی بات ہے کہ اہمیت قومی سے ہر شمار ہوگا، اور قومی نفسیات اس کے اندر بھڑکے لی، وہ سیاست اور ”مطالعات“ اور ”حقوق“ کی زبان میں بات کرے گا اور نتیجہ یہ کہ سب جانتے ہیں، حقوق و عداوت کی زبان خاص ہوئی ہے، درپردہ تعبیر بھی مختلف ہوتا ہے۔

مگر جس پہلو کی طرف آپ کی نظر ملتے کرانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے انبیاء کے خلاف ہم اسلام کی طرح ایک کی سرس تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا مخاطب بنانے اور بات کرنے کا شرف عطا فرمایا تھا، ان کی اولین حیثیت یہ تھی کہ وہ بن حق اور ایمان و عقیدہ کے داعی تھے، لہذا ان آیات پر آپ غور کریں اور دیکھیں کہ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عداوت کیا۔ یہ اپنی دوسری شخصیت کو آگے رکھا اور احتجاج و مطالبات اور قومی نحو سے اور جوش کو گچ میں آنے نہیں دیا، موقع ایسا تھا کہ اس میں انسان سب بچہ بچہ بول جایا کرتا ہے، اس کے اندر ”حسرت ہابلیہ“ (خیر ہوئی قومی تہذیب و فخر) بوش مارنے لگتی ہے، اور جذبہ وطنیت و قومیت اپنا کام کرنے لگتا ہے، اور قوم پرست یہی کام انہوں کی زبان میں وہ بات کرنے لگتا ہے، لیکن دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کس فکر و رہنمائی فرمائی کہ ان کے جذبہ قومی کی رک ایمانی قوت پر نہ کب نہ لگتی اور فرعون کو جو دعوت دی وہ اللہ پر ایمان کی دعوت تھی، اس کو دینی حفاظت بنائے اور اللہ تعالیٰ کا جو حالہ اپنی مخلوق کے ساتھ ہے، اور جو قوموں اور مذاہب کے ساتھ رہا ہے، اس کو یہ دوا یا اب میں ان آیات کی تلاوت کرتا ہوں۔

فرعون کے وزراء، ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے تھے:

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اتْلِ لَنَا مِصْرَی وَنَحْنُ نَقُصُّهِمْ فَاذْكُرُونَا اِنَّهُمْ يَدُلُّونَ عَلٰی الْاٰیٰتِ  
وَالْهٰتٰکَ فَاَلْ سَقَطَ اِنْ بَاءَ هُمْ وَتَسْحٰی سَاءَ هُمْ وَنَاغُفٰهُمْ فَاذْكُرُونَا اِنَّهُمْ يَدُلُّونَ عَلٰی الْاٰیٰتِ







موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو، زمین تو خدا کی ہے اور (وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بنادیتا ہے، اور آخر بخلا تو ذرے والوں کا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں "خدا سے مدد مانگو" یہ نہیں کہتے کہ تمہاری تعداد کافی ہے، اس پر بھروسہ رکھو، اپنی عقل و ذہانت پر بھروسہ کرو، جو خدا نے تم کو دے رکھی ہے اور اس میں شک نہیں کہ نبی اسرئیل کے افراد اپنی ذہانت اور وفاقی صلاحیت میں ہر دور میں ممتاز رہے ہیں، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی ایسی بات کو نہیں چھینڑا جس سے قومی خیر کا جذبہ پروان چڑھے۔ اگر وہ چاہتے تو ان باتوں کا ذکر کر سکتے تھے، کیونکہ وہ خود انہیں میں سے تھے اور انہیں تمام خصوصیات کا علم تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو ان کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کسی مسجد کے منبر پر کھڑے ہوئے خطیب دی رہے ہیں اور کہہ رہے "استعينوا بالله واصبرو" اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو۔ "ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده" زمین تو خدا کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بنادیتا ہے "والعالية للمتقين" اور انجام کار کی خوبی اور عطا فی تو خدا سے ذرے والوں کے لئے ہے۔

یہ ہے ایک حائل رسالت، ہادؤ حق پر گامزن، اور راہ شمس مطلع و راہی کا رویہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم مہم کے لئے تیار کر رکھا تھا۔

یہ دعوت تھی اللہ کی طرف سے، دعوت تھی کہ اللہ پر بھروسہ کر اپنا شمار بنائیں، دعوت تھی کہ سرے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے جائیں، دعوت تھی کہ پامردی اور اشتغال و دست کے ساتھ فرعون کی ملن و محکیوں کا متہ بل کر لیں جو اس کے اس جملہ سے ظاہر تھے۔ "مستقل ابناء هم ونسحبی نساء هم وانا فوقهم فلھون" (یعنی ہم ان کے بیٹوں کو تلک کر ڈالیں گے، اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے، پور بلاشبہ ہم ان پر غالب ہیں) اور فرعون کا یہ عمل کوئی ہنگامی یا قوی نہیں تھا بلکہ دائمی طور پر اس نے اپنا اصول بنا رکھا تھا "انا فوقهم فلھون" (بلاشبہ ہم ان پر غالب ہیں) یہ مستقل فرور تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا "خدا سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو، زمین تو اللہ کی ہے" اس جملہ نے فرعون کے



وہاں دو سال پر سخت ضرب لگائی ہوئی فرعون کے دربار میں یہ کہنا آسان نہ تھا کہ زمین تو اللہ کی ہے۔ یعنی فرعون کی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسرائیل ہی کی ہے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فی سبیل اللہ ہر شے قربان کرنا ہوتی تو یہ کہنے کے لیے زمین بھاری ہے۔ ہم اس کے مالک ہیں۔ یہ لفظ بیان جو خاص قوم پرست لیڈروں کا دوا کرتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ ملک انگریزوں کا نہیں ہندوستانیوں کا ہے، امریکہ امریکہ والوں کا ہے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے رویہ کو کہا کہ زمین اللہ کی ہے، یہ نہیں کہا کہ یہ ہمارا ہے یا وہاں کی میراث ہے، اور وہ یہاں کہتے تو حق بجانب ہوتے، لیکن وہ صدیوں سے اس میں آ رہے تھے اور اس سرزمین پر ان کا حق تھا، اور وہ لوگ وہاں کے شہری تھے، ان کے بھی وہی حقوق تھے، جو قبیلوں کے تھے یا شاہنشاہ خاندان کے افراد کے ہو سکتے تھے، مگر یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انداز بیان ہی پتھر اور تختہ اپنے لوگوں سے لیا اللہ کی عداوت اور ثابت قدم رہو زمین صرف اللہ کی ہے، جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے، اس کا یہ مطلب بھی واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ہار دے کر رہے ہیں کہ اگر فرعون اس ملک سے نکل بھی گیا اور تم کو تجارت و حکومت مل بھی گئی تو یہ کوئی آبادی اور ہمیشہ رہنے والی چیز نہ ہوگی، یہ بات اللہ تعالیٰ کی سخت کے خلاف ہے، اور اس کے حرب کے منافی ہے، اللہ تم کو چاہتا ہے اس کو زمین کا مالک بنا دیتا ہے، اور انجام کار کی جھلائی خدا سے ڈرنے والوں کے حصہ میں آتی ہے یعنی یہ زمین کسی خاص فرد اور خاندان کی ملکیت نہیں ہو سکتی، کوئی قوم ہیوش کے لئے اس پر قابض نہیں ہو سکتی، بلکہ انجام کار کی خوبی خدا ترس لوگوں کے حصہ میں آتی ہے، جیسا کہ سورہ یونس میں آیا ہے۔

ثم جعلکم خلائف فی الارض من بعدہم لینظر کیف تعملون ○

(یونس ۱۴)

پھر ہم نے ان لوگوں کے بعد تم کو خلیفہ بنا دیا تاکہ دیکھیں تم کینے کام کرتے ہو۔

ہمت شکن اور دلی توڑنے والی بات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب سے زیادہ اذیت جس بات سے پہنچی ہوئی وہ میرے خیال میں ہی اسرائیل کا ان سے یہ کہنا تھا کہ:











ان الارض لله یورثها ما یشاء من عباده والمالقة للمصطفین (الانعام: ۱۲۸)  
 بارش زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے اس کو۔ نفع بخاتا ہے اور  
 انعام بخار کی بھلائی خداست دے دے الو۔ نے لے لے۔  
 درجہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ولقد كتبنا فی الزبور من بعد الذلک ان الارض یرثها عبادى الصالحون

(الانبیاء: ۱۰۵)

اور ہم نے نصیحت (کی کتاب یعنی زبور) کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ میرے نیکو  
 بندے ملک کے وارث ہوں گے۔

یہاں دو بات واضح کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ دلی الی اللہ کے اصحاب پر دعوت کی  
 روح غالب رہتی ہے، لہذا دو بات اس کی زبان سے نکلتی ہے اور جو عمل بھی اس سے صادر ہوتا  
 ہے اس سے دعوت کی روح جھلکتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ نے کچھ اور چاہا

اور اللہ تعالیٰ نے کچھ اور کر دیا:

ایک دوسری صورت اور سامنے آتی ہے، جو بہت ہی بزرگ اور چشم کش کی صورت۔ دینی  
 جب حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ بنی اسرائیل کو لے کر فرعون کی حدود مملکت سے باہر لے جانے  
 لگے کہ اس سرزمین سے آزاد کرواویں۔ جہاں وہ آتے اور رہا کرتے ہیں، ان کات رہے تھے اور  
 جہاں ظالم و جاہل حکمران کی سمرانی تھی، اور جہاں مذہب اور قومیت کی وجہ سے بن پر مصائب  
 کے پر زور زے جارہے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ نے فیصلہ یہ کہ ان کو رہنا ہے۔ کے بڑا یہ  
 نما میں لے جائیں گے جو فرعون کی شہنشاہیت سے باہر تھا، یہاں عجیب بات سامنے آئی،  
 حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ کی خواہش تو یہ تھی کہ اس قدر تھیں کہ ان لوگوں کو فرعون کی حدود مملکت  
 سے باہر نیک جانے سن تک پہنچ دیں، بنی اسرائیل کچھ اور امید باندھے ہوئے تھے، مگر اللہ  
 تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ فرعون اور اس کے لشکر کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ نے رات کی تاریکی میں سفر شروع کیا۔ جزیرہ عرب و صحرائے



اور فریقہ کے درمیان ایک ہی فنگلی کا راستہ تھا، جو افریقہ اور ایشیا کو ایک دوسرے سے جوتا تھا اور وہ مصر کے شمال مشرق جانب تھا، لیکن رات کی تاریکی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے یہ بھول کوئی اتفاقی بات نہ تھی بلکہ تھا، وہ قدر کا فیصلہ تھا، اور اللہ تعالیٰ کی ایک طے شدہ تدبیر تھی، وہ بجائے فنگلی کے راستہ کے، بحری راستے چل پڑے، مگر چہ فنگلی کی طرف نہ گئے وہ راستہ مختصر تھا، مگر رات کی تاریکی میں وہ کہیں سے کہیں پہنچ گئے، جب صبح کی پوری ہوئی تو دیکھا کہ سمندر سامنے ہے، اور پیچھے پیچھے فرعون کا لشکر ہے، لوگ جیتا جیتا کہ اب کیا چارہ کار ہے، ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بدگمانی نہ لگے تھی، جو پہلے ہی کہہ چکے تھے، کہ آپ ہم کو ایسی جگہ لے کر آئے ہیں، جہاں ہم فرعون کے چٹل میں پھنس جائیں، آج سے دور یا۔ پیچھے دشمن نہ جائے، رقت نہ پائے، نہ نین، اب کیا کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہاں بھی پیغمبرانہ اور احسانہ شان نمایاں ہوئی ہے، سورہ شعراء میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔

فلما تراء العجمين قاتل اصحاب موسى انا لنعلم كون O (الشعراء ۶۱)

جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ علی السلام کے ساتھی کہنے لگے کہ اب تو ہم بچ کر لے گئے۔

اس موقع پر کسی سیاسی لیڈر کا جواب کیا ہو سکتا تھا؟ یہی ناکہ ہم نے بہت سوچ سمجھ کر اور باریک بین بلان بنایا، اور ہم بالکل خفیک شک واپنی پلاننگ کے مطابق چل رہے ہیں، اور ہم کامیابی حاصل کر کے دیں گے، ہمیں اس کا بالکل یقین ہے۔

ہرگز نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ مجھے راستہ بتائے گا:

لیکن ایک صاحب علم و امانت پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا جواب دیا، فرمایا

كلا ان معي ربي مهديني O (الشعراء ۶۱)

ہرگز نہیں! میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راستہ بتائے گا۔

یہ بات انہوں نے پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ فرمائی، پورے اطمینان قلبی اور اشراف صدر سے کہی، اس جملہ کا ہر لفظ بتا رہا ہے کہ ان کو اپنے مالک پر کس درجہ اعتماد تھا اور اللہ کی قدرت و عظمت پر کس درجہ یقین تھا، اور انہیں پورا یقین تھا کہ یہ راتوں رات کا سفر محض اللہ رب العزت کے حکم سے ہوا، وہ رب کریم جو اپنے بندے کو مایوس نہیں کرتا، اس کا وعدہ کبھی خطا



نہیں کرتا بلکہ انگریزوں کا کیا خوف اور لشکرِ جرار سے کیا ہراس؟

اس بات کا خوف کرو! اپنے ماننے والوں کو دشمن کے لئے لقمہٴ قربانہ بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و درگزر سے بہت بعید ہے۔ یہ تو کسی نیک خواہشمند سے، کسی شفیق باپ سے، کسی صاحبِ مروت اور شریف انسان سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی، چنانچہ اگرچہ صورتِ حال بہت سے عجیب نک اور خطرناک برپا ہوئی تھی مگر اس سے حضرت میں لوگ گھر گئے تھے، پھر بھی ان کو ذرہ برابر شک و شبہ نہیں تھا، آخر وہ نبیِ برحق تھے، اللہ تعالیٰ کے ایمان ہی سے وہ نبی اسرائیل کو لے کر اربعہ رات چل پڑے تھے، اور جب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہر شے ہے، کائنات سب اس کی ملکیت ہے، لہذا کوئی ایسی بات سنا، سننے نہیں آسکتی، جس سے خوف و ہراس کو دل میں جگہ دی جائے، حضرت مویٰ علیہ السلام نے پورے یقین اور جوش سے فرمایا، ہرگز نہیں! اللہ میرے ساتھ ہے، وہ میری رہنمائی فرمائے گا۔

اس واقعہ کو جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے، ایک دوسرے واقعہ سے ملا کر دیکھئے، اس کا بھی قرآن کریم ہی نے ذکر کیا ہے، اور وہ واقعہ حضرت خاتم المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے:

ثَابِي السِّنِّ اِذْ هَمَّ اَفِي الْعَارِ اِذْ يَقُولُ لِمَصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنُوا اِنَّ اِلَهَكُمْ مَعَكُمْ ۝۱۰

(اس وقت) دور میں سے دوسرے جب وہ دونوں (عارث و ر) میں تھے، اس وقت اپنے ساتھی کو کہہ رہے تھے، غم نہ کرو، خدا انہما کے ساتھ ہے۔

اس کی تفصیل صحیح بخاری میں پڑھئے، جس کو تمام سیرت کی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفیق سفر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں تھے کہ حضرت ابوبکر گو مشرکین قریش کی آہٹ محسوس ہوئی اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنے جبر کی طرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ سکتا ہے، حضور ارم ﷺ نے فرمایا: ”قرآن دے دے بارے میں سوچتے ہو جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے؟“ عاظک بالحقین اعدائے ثالثہما“

ان دو عظیم پیغمبروں کے واقعات میں کس درجہ مماثلت ہے۔ کس پر غور کیجئے، ان دونوں پیغمبروں کے درمیان قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں منصبِ نبوت پر فائز تھے، اور ان کے اعداء وہ ہیں یقین تھا جو آج بھی کروڑوں انسانوں کے ایمان و یقین کا باعث ہے، ان دونوں پیغمبروں برحق کا یقین اللہ کی قدرت پر ایمان و یقین کی رحمت و درگزر پر کھروساں دہجہ کا تھا، جس کو بڑے



ہے بڑا فاضل، حکیم وقت، ذہانت و دکاوت کے پتلے پھونپھون سکتے تھے، بلاشبہ اللہ کی دین ہے جسے وہ چاہتا ہے مرست فرماتا ہے۔

پھر کیا ہوا!!

پھر کیا ہوا، اس کا جواب ان آیات کریمہ میں موجود ہے۔

فَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝ وَاَزْلَقْنَا سَمَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوسٰى وَمَنْ مَعَهٗ اٰجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخِرِيْنَ ۝ اِنْ هٰى ذٰلِكَ لَآيَةٌ وَمَا كَانْ اَكْثَرُ هُمْ مُزْمِنِيْنَ ۝ وَاِنْ رَئٰىكَ لِيٰهٰوَ الْعَرِيْزُ الرَّحِيْمُ (الشعراء، ۶۸، ۷۳، ۷۸)

اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی یاغی دریایا پر مارو تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا ہوں ہو گیا کہ گویا بڑا پہاڑ ہے، اور دوسروں کو ہم نے قریب کر دیا۔ موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں کو بچا لیا، پھر دوسروں کو زبردیا، لیکن یہ اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں، اور تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے۔



## ارادۃ الہی اور اسباب مادی

مادی اسباب کے سلسلے میں، امتیاز اور ان کے مخالفین کا فرق

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ۝ قامود باللہ من الشیطان  
الرجیم ۝ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

قرآن کا جو یہ واحد کتاب ہے جس نے انبیاء کی تاریخ، ان کے حالات، زندگی، اور  
جسیرانہ خیروں کو محفوظ رکھا ہے۔ پڑھنے والا تسلسل اور وضاحت کے ساتھ پڑھ کر دیکھے گا کہ امتیاز  
کی بحث ہمیشہ سے تاریک حلقہ، حلق میں ہوئی ہے۔ روحی لحاظ سے بھی وہ گزرا اور  
بے سرو سامان تھے، اور ملک و مال، دوست اور مائتھی اور دوسرے دو تمام مادی اسباب جن پر  
انسانوں کو تارہ دتا ہے ان کے مخالفین کے پاس تھے، اور ان کے ماتحت تھے امتیاز کا سرمایہ وہ  
مضبوط ایمان ہوتا ہے جس تک شک کی رسائی بھی نہیں اخلاص کا عمل ہوتا ہے جس میں صریح و انداز  
کی ذرا بھی آمیزش نہیں ہوتی، اللہ پر پھر وہ اس کی طرف رجوع، جس کی پوچھت پر افتادگی،  
عمل صالح کی تقویٰ، حسن میرت، اخلاق و عمل ہوتے ہیں، اور سب سے بڑھ کر (مذکورہ صفات  
کی اہمیت پر قرار رکھتے ہوئے) وہ صحیح ایمانی دعوت ہوتی ہے، جس کی کامیابی کی ضمانت خود  
خدا نے لی ہے۔

انا ننصر رسولنا والنہیں امنوا لہی الحیوۃ الدنیا و یوم یقوم الا شہادۃ  
ہم اپنے پیغمبروں اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی اور اس دن جب کو نہ مٹے ہوں گے  
ضرور مدد کریں گے۔

کعب اللہ لا غلب لانا ورسلی ان اللہ قوی عزیز  
اللہ نے مجھے نذر رکھا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے اللہ یقیناً قوی اور  
غالب ہے۔

ولقد سقت کلہما لعبادنا المرسلین انہم لہم المصورون وان



حسبنا لهم العالون

یہاں بات طے ہو چکی ہے اپنے بندوں اور رسولوں کے لئے کہ جس کا یہاں دوسرے  
اور جہاد کی فوج اسی طلب ہوئی۔

**متعین و مقصود موضوع:**

قرآن کے پڑھنے و سننے کے بارے میں یہ بھی آئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے جو  
تھے ان کی دعوت کی خبریں اور اس سلسلے میں پیش آنے والے مقابلوں، جنگوں، سازشوں اور  
قوموں میں ہونے والی دشمنی اور متحدہ مجاہد قرائی کا جو نقشہ کھینچا ہے اور اس طریقہ کار کی روشنی میں یہ  
ہے اور ہمیشہ ایک نئے نئے موضوعات اور ایک سرمایہ دار اور قومی اثرات کے درمیان یا کسی جہاد یا شہاد  
توں اور پھر نبوی دعوت اور اس کے علمبردارانہ اپنے فتنوں و فتنوں کے باوجود یہاں اور قومی اثر  
سرمایہ دار اور جہاد یا شہادتی قوت و دعوت کے باوجود ہمیشہ کو مر ہے یا اس دعوت کو ماننے پر  
مجبور ہو گئے۔ اور ایک مقصود و مطلوب چیز ہے یہ ایک مشترکہ حقیقت جس ایک اتھاقی حادثہ  
میں ہے بلکہ ایک دینی سنت الہی اور ایک طے شدہ بات ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی قدرت کا  
مذہب حادقات اور سخت اور انحراف سے کوئی غلط نہیں رہتی، یونہی اور بے غمہاں کی  
مصلحت اور تسکین کا سامان ہے۔

اور یہ واقعات بار بار دہرائے گئے ہیں ان کے ذریعے اس قدر کہ ملے پر ایمان کی  
دعوت دینی تھی جس نے اسباب کو پیدا کی اور جو اسباب کی مالک، ان میں اپنی مرضی سے  
تبدیل کرنے والی اور ان میں ہر شے یا غیر معقولہ دینے والی ہے اور وہ قدرت جیسا کہ ہم نے  
سابقہ حصہ میں کہا۔ کہ اسباب کو پیدا کرنے کے خود معقول اور مرکز و نہیں ہوئی، اور اپنے ارادے  
سے دوسروں کو دینے کے بعد خود اس سے محروم نہیں ہوئی اور وہ تخلیق و ایجاد اور طلبہ و کامرانی  
کے لئے ان اسباب کی ہر تاج ہی ہے۔

یہ واقعہ حق کی قوت، اس کے باقی رہنے کی صلاحیت اور باطل کی کمزوری اور اس کی  
سخت بنیادی پر دال ہیں اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔

کہ جاء الحق و هانك الباطل وما بعد

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل ہٹا دیا اور وہ کائنات کی ہر شے ہوئی۔



دل نغذف بالحق علی الباطل فیضعہ فاذا ہو زاهق و لکم الویل

مما تصفون

یگانہ بہ حق کو باطل پرست مارتے ہیں اور دلائل کی سرکوبی کرتا ہے اور پھر دوست بناتا ہے اور تنہا رہے لئے اس میں جو ترکتے ہو ہلاک ہے۔

فاما المرید فیلعب جفاء او اما ما یضع الناس فیمکث فی الارض

کذلک یضرب اللہ الامثال

یگانہ یونہی ختم ہو جاتا ہے اور جو لوگوں کو قطع دیتا ہے وہ زمین پر باقی رہتا ہے اس طرح اللہ مثالیں دیتا ہے۔

تجربہ اور اللہ کی رحمت کی ترغیب:

اس طرح کے قرآنی قصے خدا اور اس کی مدد پر توکل کی۔ ... زمانہ کے تمام اختلافات کے باوجود دعوت ہیں، در تمام ممالک اور ممالک اور حالات میں بھی دعوت مسن بہت اور محسوس صالح پر ہوتا ہے اور بحال کراہت میں، خدا کی نصرت کے بجز انکار نہ دے۔ اور قدرتِ الہیہ کے قیامات کے تذکرے قرآن میں پتھر اترتے رہتے ہیں جب قرآن کسی نبی کو خدا کی مدد فتح میں قیامت دے، اور دشمن پر غلبہ کا ذکر کرتا ہے، تو وہیں اس نبی کے ماننے والوں اور اس کی دعوت کے ملتے ہیں اور اس تجربہ کی دعوت بھی دیتا اور انہیں درست راہی سے پرہیز کرواتا ہے، جیسے ایوب نبی پر خدا کے عطیے کے ذکر کے بعد ارشاد ہوا۔

رحمة من عندنا و ذکر فی اللعابین

یہ ہماری رحمت سے ادا اور عبادت گزاروں کے لئے نصیب ہے۔

حضرت یونس کے بارے میں فرمایا گیا۔

فلمنجنا له ونجیناه من الغم و کذلک نخسی المؤمنین

ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور ہم ایسے ہی مومنین کو نجات دیتے

ہیں۔

سلام علی موسیٰ و ہارون انا کذلک نجزی المحسنین

موسیٰ و ہارون پر سلامتی، وہ ہم انی طرح نیکوں کو دے دیتے ہیں۔



سَلَامٌ عَلَيَّ يَا صَبِيحَ الْكَوْكَبِ فَجْرِي الْمَحْسِينِ

ایمان پرندہ نامہ: ہر نماز میں تھوڑے تھوڑے عبادتیں ہیں۔

نعمۃ میں عنیداً کذا لک بحزری میں منکر

یہاں پر، ہادی کی اہمیت کے ہوا کا ٹھکانہ ہے۔ یہاں ہم اپنے سنی بھائی سے ملے ہیں۔

اس نئے قرآن کے لئے جسے ہم پر مشتمل یہ تھے آخر بھی تھے یا ہمارے کسی کہ نہیں نہیں، بلکہ وہ

و اگر چه عفت است، ترغیب، محبت و ارشاد، در بنمایان از تقوی و باطن کی مشیت را نیت میس.

لقد كان في قصصهم عبرة لأولئك الذين آمنوا وولوا الا نصاب ما كان حديثا يفترى ولكن

نصديق الذي بين يديه وتفاصيل كل شيء ، وهدى ورحمة لقوم يؤمنون

ان کے قصوں میں قتل و لواط کے سبب سے زیادہ مرہاں یہ ہے کہ یہ کوئی کڑھی، بولی یا ہت نہیں

بلکہ اپنے سے پہلے واقعہ کی تحریر میں اہر چہ فی تفصیل اور ایمان اراے والوں کو مکے کے ہدایت

اورتھوگراف

وَكَلَّا نَفْصَ خَنِيكَ مِنْ ابْنِ الرَّمْلِ حَانَنُتْ بِهِ فَوَازِكْ وَجَاءَكَ فِي

هذه الحق وموعظة وذكرى للمؤمنين

درہم و انبیاء کی تمام خبریں آپ ﷺ کو دیتے ہیں جس کے ذریعہ آپ ﷺ کے دل کو

آفریت دے میں اور آپ کے پاس اس پرے میں آجنا جو نصرت اور مومنین کے لئے ہے۔

نہیں دے سکتے۔

تمام انبیاء کے ساتھ اللہ کا طریقہ:

مَدَنِي الْأَكْبَرُ الْقَامُ بِهَا كَرْتَقُورَا سَهَابُشَا دَهْرِي وَفُكَا قَوْمِ زَحَابِ

ذ

أَيُّهَا مَنْ لَكَ وَتَجْعَلُ الْأَرْبَابَ

کیے، مہم قریب ویران انہیں حالانکہ اعلیٰ سطح تک تہہ دار کی پیروی کرتے ہیں۔

حضرت نور علی اللہ تعالیٰ سے بخار کے ہاتھ اپنے صفحہ کی شکایت کر۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



میں نکست کھا، بابوں میری ہو کر۔

اور حضرت نوط نے قوم سے کہا:

لو ان لم یحکم قوۃ او آی الی ذلکین شدید

کاٹیں تمہارے مقابلہ کی مجھے طاقت ہوئی یہ کسی مضبوط چیز کا سہارا لیتا۔

اور حضرت شعیبؑ کی قوم نے ان سے کہا:

ما نفقه کثیرا مما تقول وانا لئراک فبنا ضعیفا ولولہ لرهطک

ہم جھناک ومانت علینا بھریز۔

جہنم کہتے ہو اس کا بیشتر حصہ تم نہیں سمجھ جاتے اور ہم تمہیں اپنے درمیان کٹو رہ پاتے ہیں  
اور اگر بارِ اقلیدہ ہوتا تو ہم تمہیں شکستہ کر چکے ہوتے اور تم ہم پر غالب آئے۔ اے نہیں۔

اور فرعونؑ اپنے اور حضرت موسیٰؑ کے بارے میں صراحت اور بے شرعی کیساتھ کہتا ہے۔

ونادی قوتون فی قومہ قال یقوم الیس لی ملک مصر وھذا الانھار

تجری من تحشی افلا تبصرون ام الاخیر من ھذا الذی ھو مہین ولا یکاد یمین

فلولا الھی علیہ اسودۃ من ذھب اوحنا معہ الملائکۃ مقترنین

اور فرعونؑ نے اپنی قوم میں اعلان کی اور کہا کہ اے قوم کیا میرے پاس مصر کی سلطنت

نہیں؟ اور یہ نہ میرے قدموں کے نیچے بہہ رہی ہیں کیا تم غور نہیں کرتے؟ کیا میں اس

سے بہتر نہیں جو ولیس ہے، اور بولنے پر بھی قادر نہیں اور اگر وہ سچا ہے تو اس کے پاس سونے

کے کلنگ کیوں نہیں آئے یا اس کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں آئے۔

بھینا، جن قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے وہ بڑی قوت و قدرت والی بڑے سارے سامان

کی مالک اور بڑی خوشحال قومیں تھیں، حضرت ہودؑ کا قول اپنی امت کے بارے میں گندہ چکا۔

واتقوا الذی اعدکم بما تعلمون ۝ اعدکم بانعام ربین وجنت وعیون

زور اس سے جس نے وہ کچھ تمہیں دیا جو تم جانتے ہو تمہیں جانور دئے اولادیں

دیں بارغائے اور چشمے۔

اور حضرت صالحؑ نے اپنی امت سے اس طرز فرمایا۔

فاتقوا اللہ واطیعون۔ وما استلکم علیہ من اجر ان اجری الاعلی رب



العصم ○ انتزکون فیما ہما امنی ○ فی جنت و عیون و زروع و مغل طلعمہا  
عظیم و نعنون من الجبال بیوت فارہیں ۔

تو خدا سے ڈرو اور میرا کہنا، لو! اور میں اس کا تم سے بدل نہیں مانگتا، میرا بدل (خدا) رب  
انجائے کے ذمہ ہے، کیونکہ جو چیزیں (تمہیں یہاں میسر) ہیں ان میں تم بے خوف تھوڑے سے  
جاؤ گے؟ تاہی باغ، وچھ میوے، کھیتیاں، اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں اور  
تخت سے پیازوں میں ترش ترش کرنے لگے ہوتے ہو۔

اور شعیب نے اپنی قوم سے کہا: "انی اراکم بحیر" میں تمہیں خوشحالی و کھیر بانوں۔  
لیکن خدا کی عطا کردہ اس خوش حالی کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کا جواب قرآن کی زبان سے  
میلے۔

الم یروا اکم اھلکنا من قبلہم من قرن مکنا ہم فی الارض ما لم نملک  
لکم و ارمنا السماء علیہم مدورا و جعلنا الانہار تجری من تحتہم فاحلکناہم  
بفتور بہم و انا انما من بعدہم قرن اخرین

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے تین سو برس پہلے ہم نے ان کو زمین میں مملک  
کے ساتھ قوت دے رکھی تھی، تو تمہیں نہیں ملے، اور ہم نے ان پر آسمان کے پائے کھول دیے  
اور ان کے نیچے نہریں بھی بہائیں پھر ان کے گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ان سے  
بعد دوسری نسل کو کھڑا کر دیا۔

مادیت کے لئے سب سے بڑا چیلنج اور اسباب کی  
خدائی کے خلاف سب سے بڑی بغاوت :

حضرت ابراہیمؑ کا قصہ جو قرآن میں بار بار بیان ہوا ہے، وہ مادی اسباب کی ذاتی تاثیر  
کے خلاف سب سے بڑا چیلنج، ان اسباب کو ان کے ماتھے و لوگوں کی قوت کا ذاتی اثرانے وار اور  
ان کی کمزوری اور غیر مفید ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے، گو کہ حضرت ابراہیمؑ مادیت اور  
اس کے حاملین کے استغناء و استہزا پر مامور ہو کر آئے تھے، جو اس کی تقدیس کرتے، اس کا  
کھلم پڑھتے، اور اس پر ہر طرح بھروسہ کرتے تھے، ان کو نظیر سمجھتے، اور خدائی عد سے ان پر سخت  
انزال کا وعدہ کیا، مگر خاتم الانبیاء علیہ السلام، و خاتمہ احوال، و خاتمہ احوال، و خاتمہ احوال،



اپنے ایمان و توحید کے جوہر اور باہرستہ سفر میں ہر قدم پر ماریت کو اپنے قدموں سے روندنے کے اپنے عزم سے متعزز کرنے کا لہجہ کرتے ہوئے ان کی مادی پروری کی انتظامیہ پر توحید فی حق کا سرو سامان کر رہے تھے۔

پہلی جمعیہ زندگی میں انہوں نے اپنے ماحول کی قوت و پادشاہت، مادہ اور مادہ کی مہر و دست، داخل نہادوں اور دھوکے والی خاتونوں کے خلاف ہمیشہ طرہ بغاوت بھڑکایا۔ اس کا بازو بھڑکانے کے وقت ہی دنیا مادی اسباب کی شدت سے قشاش اور اس پر حد سے زیادہ غماز و شغلی کی تھی کہ وہ اسے مستقل اور دائمی صورت میں پیش کر سکتے تھے۔ اور اسے خدا کے ماتحت و قید خدا کی بندوبست دیتے تھے۔

۱۔ یہاں یہ مادی مانتھن، اور اس پر غماز کرنے کی بات پر حق کے پیمانہ میں یکہ کی بات پر حق کی شکل و صورت کی کھجی جس میں وہ پہلے سے ڈوبے ہوئے اور ان کی بندگی میں پھنسے ہوئے تھے نہت اور ہتھیاری زندگیوں کی صورت پرستیوں کے خلاف بغاوت اور اعلان جنگ، انہیں اس کی بھرت، اور ان کی ہیبت و وحید قدرت کا اعلان اور اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ ہم سے پیچھے اور گھٹے میں آتے ہیں اور وہ سب کو بے اختیار خلق بھی ہے، اور ان کی زبانیں بھی اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ سب ہی اسے کاغذیہ سلب کر سکتا، اور اشیاء کی خاصیت و طاقت کو روک سکتا، اور ان کا انشاء پیدا کر سکتا اور ان کو جس جگہ چاہتا ہے اُن جگہ پہنچا سکتا ہے۔

لوگوں نے اس بات کے ہراس میں آکر ان کو تیار کیا اور یوگ و یان کی کرد۔

حر یوگ و البصروا البصروا ان کنتم فاعین۔

اور یہ ہوا اور رہے سب اور اس کی مدد کرو اور تم جھوٹے چاہتے ہو۔

دوسرے یہ نتیجہ کہ یقیناً ہر انسان کے اللہ کے رازوں کی تابع ہے، اور جہاں اس کی کوئی نہایت نہیں جو اس سے الگ ہو۔ اس کے لئے ہر انسان کو اپنی ہیئت کی صورت ہے جس کی کوئی نہایت نہیں جو اس سے الگ ہو، اور ان کی کھجائی جاتی ہے اور اسے ہیئت اور اپنی ہیئت کا راز باطن ہے، چنانچہ آپ اس راز پر مبنی تھے کہ ان کو سمجھنے اور ہیئت کا راز باطن کو سمجھنے کے بغیر ان کے یقین کے مطابق ہی رہا۔

فہا ہمار حکومتی برافہ و سلاما عسیٰ یورہیم و اردوا بہ کیدا فجعلہم



## لاحصر میں

ہم نے غم کیا اور آج ابراہیم کے لئے ٹھکانہ اور ملاقاتی بن چکا، اور وہ لوگ اسے نقصان پہنچا کر اپنے بچے کو ہمر کے نیچے لٹا کر مارا۔

انہوں کا یہ خیال بھی تھا کہ زندگی بھر سر بڑی، غم میں ہی اور پانی کی قربانی کے لئے نہیں۔ اس لئے وہ اپنی آل و اولاد اور اپنے بچے کے لئے ایسی ہر چیز زمین حاصل کرتے تھے۔ جن میں پانی کی فراوانی اور پانی کی فراوانی ہو، جہاں صنعت و تجارت کی سہولتیں حاصل ہوں۔ حضرت ہر چیز کے لئے بھی وہی مروت اور عام رسم و رواج، اور اس پر ہر چیز کے لئے خود ہی حکم قدم اٹھا دیا۔ اپنے بچوں کے لئے تو ان کے لئے۔ (ہذا ایک ماں اور بیٹے پر مشتمل تھا)۔ ایک بے سبب و بیاہنی اپنی پسند کی اس میں نہ راضی تھی نہ توجہ دیتی اور اس کی قربانی مستزیدوں کے ہاتھ لگتی تھی اور وہ یہ کہے کہ ان سے بہت دور تھی۔

آپ نے اللہ سے رزق میں دولت کی دعا کی کہ وہ دونوں واس والی کی طرف ملے اور وہ ان تک پہنچیں اور میرے بچے کسی طرف سے پہنچے آپ نے کہا۔

وہا اسی السکت من ذریعی عیال عیوی روح عبد یسک المجرم  
وما لیسوا، اتصالہ فاعمل اللہ من الناس یہوی الیہم والوز فہم من المنصرات  
تعلیمہ یشکرون۔

اللہ پر میں نے اپنے ناکہ ان کو ایک ناکہ کا شت وادی میں رہے، مگر اللہ کے قریب رہا ہے، اس کے ساتھ وہ مکرر کہیں تو انہوں کے انوں والوں کی طرف، کل کہہ انہیں یہاں شاید، شہر دار میں۔

اللہ تو نے آپ کی دعا قبول کی اور انہیں رزق، امن، عافیت کی نعمت دی اور ان کے شہر کو اللہ نے چھوڑ دیا اور ان کے لئے تو یہ مکرر رہا ہے۔

اولہ لیکن لہم حرمنا آف بجہی الیہ نمرات کل شیء ردھا من لدن  
ونکر اکثرہم لایعلمون

یہ ان کے لئے ایک نعمت ہے، انہیں سردیاں جس کی طرف ہر قسم کے پھل اسے جاتے ہیں اور جو مایہ کی طرف سے ہر رزق کے لئے اور ان کے لئے لوگ ہیں جاتے۔



فلعبد وارب هذا البیت لذی اطعمهم من جوع و آثمهم من خوف  
تو انہیں اس گھر کے خدا کی سب سے بڑی چیز، جو انہیں نے انہیں بھوک کے بعد جانا کھلایا  
اور خوراک کے بعد انہیں نصیب کیا۔

حضرت ابراہیم نے انہیں اسکی خشک زمین پر اہل تھا جہاں پیاس، بجھانے اور ملتی تہ  
گرنے کے لئے پانی کا نام و نشان تک نہ تھا لیکن ریت کے ذروں سے پانی کا نشہ بھرت پڑا  
اور وہ اس وقت سے اب تک اس طرح پانی ہے کہ ٹوک اسے جی بھر کر پیتے اور اپنے سطوں کو  
لے جاتی ہیں، حضرت ابراہیم نے اپنے گھر والوں جنیل میدان میں لے پھوڑا تھا، مگر وہ ایسا  
مرکزی مقام بن گیا جس کے لئے اطراف عالم کے لوگ عزم سفر کرتے تھے رخت و غیرہ ہاتھ کر  
تے تھے جس دنیا کے گوشہ گوشہ سے منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے پہنچتے تھے، اور دور دراز  
علاقوں سے آتے ہیں۔

اس طرح حضرت ابراہیم کی زندگی اپنے زمانہ کی پھلی ہوئی اور مد سے بڑھتی ہوئی  
ماہیت، اسباب کی عبادت، اور ان کی بندگی کے لئے پہنچنے اور اس کی قدرت مطلقہ اس کے  
غائب اردو سے پر ایمان کی زندگی میں تھا اور اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا کہ اس  
نے ان کے سامنے اسباب کو بھلا دیا اور ان پر حیرت انگیز نوازشیں کیں۔

حضرت موسیٰ کا واقعہ شنب اور محمد و و ماری و ہنیت کے لئے پہنچنے:

قصہ ابراہیم کے بعد حضرت موسیٰ کا قصہ بھی اس عقل مادی کے لئے ایک کھلے پہنچنے کی حیثیت  
دکھتا ہے جو اسباب و حوادث کو تو ہذا قرار دے کر ہمارے قانون سمجھتی ہے۔ اور ایسی قاطع خیال  
کرتی ہے جو عالم میں ٹھوس نہیں۔

یہ قصہ ان لوگوں کو بڑی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جن کی فکر و نظر مادی اسباب یا  
اسباب سے اوپر نہیں جاتی، یہاں میں اپنے ایک سابق مقالے سے مددوں کا جس میں  
حضرت موسیٰ کے قرآنی قصے اور اس کی عبرت و بصیرت کا ذکر کیا گیا تھا، اس میں کہہ گیا تھا۔

حضرت موسیٰ مصر کے ایک تارک اور تھے۔ وہ نے جنوں میں پیدا ہوتے ہیں، جو بنی  
اسرائیل کو پورے طور پر نکھر چکا اور ان کے لئے نجات کے نام، سب سے بڑا چکا تھا۔ حال میں اس  
کن مستقل تارک، اللہ اور تھوڑی بہ مال معدوم قوم ہے عزت و تحسن باہر است سکونت خالم یہ



چیز میں انسان کی راہ میں مائل نہیں نہ جلی ان کا دفاع کرنے والا تھا نہ کوئی بھائے والا جی مصر غفلت کی پشت پر اس قوم کی نئی تہمت جس کا انجام بدعہ صوم و طے شدہ و زوالہ و مہمہ نشتی اور فحاشی کے لئے چھڑی ہوئی ہو۔ ان عادات میں جسرت ہوئی پھر وہ ہوتے ہیں اور ان کی ولایت و زندگی فلسفہ و ادب اور وقت کے کلام کے لئے سراپا ملتے ثابت ہوتی ہے بدعتوں نے چاہا کہ وہ پیدا نہ ہوں اور وہ پیدا نہ ہو رہے۔ اس نے خواہش کی کہ زندہ نہ رہیں مگر وہ زندہ بھی رہے اور عمر کی ایک بدعت وہ وقت میں اٹھ کر کھڑے پائی میں ٹھہرا نہ طور پر زندہ رہے۔ آپؑ کی خواہش یہ تھی کہ وہ بدعت کی مخالفت میں یہ والی چڑھتے ہیں آپؑ بھلائے اور نجات دیتے اور آپؑ بدعت کے سامنے ہیں مگر ان کو چارہ دور چاہیے ہیں اور پھر صحت و صبر کی اور پسند کی شہادت کے متعلق ہوتے ہیں اور خیال کے ساتھ وہ نہ ہوتے ہیں راستے میں نادانیت اور راستہ کی طرف سے ملاحہ پر تو ہے۔ ان کے ساتھ ہی یعنی کوالات خوش آتی ہے۔ اور ان کے لئے کی تلاش ہوتی ہے اور وہ ایسا طور پا لیتے ہیں جس کے ذریعہ ان سرنگوں کی قہر پہلے میں اور ایک عالم ہر دو یہ ہو جاتا ہے۔ نئی ایک صورت کی ضرورت اور ہذا کا سامان و صورت ہے اور پوری ادا میں ہے فی ہذا اور ضرورت کو۔ ان پانچوں نے اور نبوت و پیغمبری کے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔

بدعتوں کے خلاف حکم کے سب کوئے اور ہر میں داخل ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ علیؑ یہ بدعت و طاعت کی پشت پر جس پر قرآن مجید علی اور متعدد اور بدعت کا تھا اور ان کو ان میں لکھا تھا اور ان میں یہ بدعت تھا لیکن آئی وہ قرآن و حدیث میں کو اپنی بدعت و بدعت اور بدعت و بدعت سے مخلوب کر بیٹھے ہیں اور قرآن و حدیث میں بدعت و بدعت کی کو بدعت و بدعت ہے۔ ان کے وہاں یہ بدعت اور جائز ہے۔ ان بدعت و بدعت کو قائل ہو جاتے ہیں اور بدعت ہیں۔

اعمالہ رب العلمین رب ہوسے و عارون

امیر رب العلمین رب ہوسے و عارون پر ایمان آئے۔

ان بدعتوں کو لے کر ان میں بدعت علمی سرزمین سے نجات کی سرزمین کی طرف کوچ کا حکم ہے۔ ان بدعتوں کو لے کر ان میں بدعت علمی سرزمین سے نجات کی سرزمین کی طرف کوچ کا حکم ہے۔



سمندر کو اپنے سر سے ٹھٹھکیں مارتے دیکھتے اور انہیں لپکا اپنے پیچھے لٹکا کر لے جاتے ہیں اور سمندر جس شخص پر تے ہیں سمندر کو ٹکڑے ہو جاتا اور ٹکڑا ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو قوم سمندر پار کر رہی تھی ہے ان کے پیچھے دیکھی فرعون بھی اپنی فوج کے ساتھ سمندر میں تیرتا ہوا غلبہ ناک سمندر کا قلعہ بن جاتا ہے اس طرح فرعون اور اس کی قوی بنا مت بزرگ ہوئی اور بنی اسرائیل کی قوتان اور کمزور قوم بن کی جگہ لیتی ہے۔

اور ذل القوم الذین کانوا يستضعفون مشاوق الارض ومغارها انھی  
بازگنا فیہا ونمت کلسمہ ویک الحسنى عمی ہی اسرائیل منہ صورو او شعرا  
ماکان یضع فرعون وقومه وما کانوا یعرفون

اور ہم نے اس قوم کو زمین کے مشرق و غرب کا اس میں ہم نے برکت دی ہے ممالک  
بازیا جو نہ درباروں کی تھی اور آپ علیہ السلام نے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل کے لئے پوری  
دور کی ہیں کے سب کے پیچھے میں، اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم بنی کو راتناں بوسنا کر رکھ دی  
اور جو یہود انور کی پیچھے بڑھاتے تھے۔

### قصہ سے یوسف اور معروف طریقوں سے اس کی دوری:

حضرت یوسف کا قصہ بھی اپنی قدرت و خیرات اور وزارت کے امتیازات علی اسباب، قانون  
مات و مخلوق کے عر قانون کی کار فرمائی کے خلاف ایک تاریخی شہادت ہے، انہیں  
یہ یوں نے حسد، اور فریب، انور کی اندھیری میں ایک مدت شب قیوم، قافلہ الاول کی غلامی  
سے سب سے بڑا جس میں برکت و تکلیف، اور بے عرقی قومی اندیشہ تھا، لیکن وہ ان سب سے سنا  
نام بچ لیتے اور زندہ رہتے ہیں۔

انہیں حسد و حسد، وفاداری اور شرافت کا ایک سمت امتیاز دینا پڑتا ہے جس میں وہ  
قومی مرہوت اور کجیات، حسن و شہادت اور فریق ثانی کی طرف سے سب و اسرار سے قہر ارنی  
ہو گیا تھا، اور جس کا وہن پر اعلان تھی تھا، سے وہ چاہتے تھے در سین لازم اور اخلاقی جرم میں  
میں نہت میں جیل میں داخل ہو، کہ جس جیل وہ جرم کی عامت کی اور جہاں اخلاقی جرم کی  
نے جاتے تھے۔ وہ قیاس آرائی اور شہر میں جیسی ہونی اور وہ نہ پندہ و دشمنوں کی جہاں  
ناتے ہر، ہر سب سے بڑھ کر یہ سب اپنے شہوت و دوروں میں ہوتے تھے۔ وہ ان خلاف



قوم سے تعلق ہے، جس سے مصری شدید نفرت و حقارت کا برتاؤ کرتے تھے، اور اسرائیلی ہونے کے معنی تھے کہ عزت و اقدار میں اس کا کوئی حصہ نہیں ان پر انیسویں صدی سے ہونے کا ختم و سرخ ہے، جس کے لئے عوامی مقدمہ ہو چکی ہے، یہ سب حادثات ان کی ٹیم ٹائی و پدائی اور ہر عزت و اعزاز سے محرومی، اور مصری معاشرے کے کسی بھی معزز و متمتع مقام (چاہے حکمران و سیادت و منصب بلبل جس کے مقتدر صرف شرفاء بنی تھے یا محرومی کا سبب ہو سکتے تھے، نہ کہ اس کے بعد وہ مصر کے بادشاہ ہوتے اور ان کے فیصلے نافذ ہوتے اور لوگوں پر ان کا رعب و تاب ہوتا، لیکن اس کے برعکس انہوں نے علی آغاؤں سے نفرت پوشی کو مصر کے تحت حکومت پر بیٹھنے اور اقتدار سنبھالنے دیکھ۔

و کذلک مکا لیوسف فی الارض بنوع منها حیث یشاء نصیب  
برحمتنا من یشاء ولا نضیع اجر المحسنین

اور اس طرح ہم نے زمین پر جو نفع کے قدر مہمے کر دیے ہیں، وہ جہاں چاہے رہ سکے، ہم جسے چاہتے ہیں، اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں اور نیکو کاروں کا اجر خدا نے نہیں مرتے۔

قصہ یوسف اور سیرت نبوی میں مماثلت:

خاتم النبیین اور آدمی کے دو افراد جوان پر ایمان لانے اور جنہوں نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینے تھے، وہ بھی ایسی ہی تاریک حالات و مشکلات سے دوچار تھے، اور انہیں بھی متعدد کی کمی، سونف کی کمزوری، اسباب کی ناپاکی، خاندان کی مایوسی، اور قوم کی شیعہ تحولات و مقابض و محاربا، ہذا اور ما بعد اسے بندش، اور زمین کی مظلومیت (جنہیں وہ بددین اور جنت کہتے تھے) رسول علیہ السلام کی سازش، مستقل خوف و خطر کا سامنا تھا جس کا قرآن سے زیادہ معنی خیز بیان اور اس سے بہتر تصویر کشی ممکن نہیں۔

و اذکروا انکم لقلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یبسط علیکم

الیدین۔

وہ وقت یاد کرو، جب بہت کمزور اور زمین میں کمزور و ضعیف تھے اور تمہیں یہ ڈر لگا رہتا تھا کہ ایک تمہیں نہیں، ایک دوسرے نہ۔



## رسول اللہ ﷺ کو بد و غیبی اور عظیم مستقبل کی بشارت :

ان تاریک حالات میں جو لوگوں کی امید بندھ جاتی تھی مستقبل کی بشارت دیتے ہیں، صرف جن میں روشنی کی کوئی کرن بھی دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان کیا، رسول اللہ کی سیرت قصہ یوسف سے بہت ہی مشابہ ہے۔ قلیل قرآن کے معاملات ہزاروں یوسف کے معاملات کے ہم شکل نظر آتے ہیں۔ یہاں بھی شروع میں حسد اور جھگڑے سے آغاز ہوتا ہے پھر آخر میں اس کی انتہاء، انتہائی تعظیم اور امت پر ہوتی ہے۔ ابتدا و رومی اور قطع تعلق سے اور جو روحتم سے ہوتی ہے اور انتہاء بتسمیہ اور انتہاء رحمت پر ہوتی ہے۔

حضرت یوسفؑ کے سلسلہ میں کنوز کی تلاش کی اور ہجرت نبویؐ میں غار ثور کے مرحلہ اور ان یثقبوب کی راستا میں قید و بند کا باب ابن مرہا مطلب کی سیرت کے شعبہ ابی طالب والے باب ایک دوسرے کے بہت مشابہ ہیں۔ دونوں کے دشمنوں کی طرف سے یہ اعلان و اظہار کیا گیا ہے کہ

فَاَللّٰهُ نَقَدَ الْتَرَكُ الْمَلٰٓئِکَ عَلٰیہَا وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِلٰیۡنَ

بغیر اللہ نے آپ کو ہم پر نصیبیت دی اور ہم میں خطہ وار تھے۔

اور دونوں سرداروں نے قوم کو کیاں اور نرمہ شریفانہ جواب بھی دیئے۔

لَا تُقْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْمَیْمُوْنَ یَعْقُوْا اللّٰہَ لَکُمْ وَہُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ

رحیم والا ہے۔

قرآن نے اس عظیم قصے کو اس طرح شروع کیا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِۢ بِمَا اَوْحٰیۡنَا اِلَیْکَ ہٰذَا الْقُرْۡاٰنَ

وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلَہٗ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ

ہم آپ سے ایک بہترین قصہ کہنے جا رہے ہیں اس سبب کہ ہم نے آپ پر قرآن

اتارا ہے اور اگرچہ آپ اس امر سے پہلے ناغلوں میں تھے۔

اور قصہ فرمایا اس طرح کی طرح ہے۔



لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب ما کان حدیثا یسری  
ولکن تصدیق الہی بین یمہ وتفصیل کل شیء وھدۃ ورحمة لقوم یؤمنون  
ان کے قصہ میں اہل حق کے لئے عبرت ہے یہ وہی انجمن ہوتی ہات نہیں، بلکہ اپنے  
سے راقی قصہ کے تصدیق اور یہ بھی کہ تفصیل اور ایمان کے لئے ہدایت و راست ہے۔  
اس طرح یہ قصہ ہمارے یوحنا اور تارپیہ مائول سے انکار اور اہل اللہ سے اللہ یہ علم  
کہ اپنے آپ عقیم ہونا تھا اور شہداء و شہداء کی بشارت ہوتی تو یہ حضرت و ہدایت  
اسلام و قرآن آپ کا قصہ ہے، اور مخالفہ، حال میں کہنا یہ ہمہ امت سے پوشیدہ نہیں مانا گیا ہے۔

### انبیاء کی کامیابی اور ناکامی کی کامیابی

چراغ نے آج حضرت یحییٰ سے حضرت موسیٰ اور فرعون اور اس کے سر قیوں کا قصہ  
بیاں لیا ہے۔ یہ قصہ سورۃ قصص میں آیا اس میں حضرت موسیٰ کی کامیابی اور فرعون کی چالوں  
سے آگاہی اور ملائقی اور معائنات عقلی اور نبوت کے ہر قرآنی اور قصہ و قصہ نے نبی و مرسل کے  
آپ نے اپنے لئے آگاہی کا پیش نظر تھے، انہیں کی بڑا تھا اور ان کی اسرا نکال کر انہیں تے گایاں مہا  
ہے۔ یہ قصہ پر حضرت یحییٰ کے قصہ سے اس کے مقابلہ میں مشابہ ہے کہ اس میں نبی و اسرا نکال کر  
آپ نے ان کی کامیابی اور یہ قصہ سورۃ الاحقاف میں بیان ہوا ہے۔

یہ قصہ کا افتتاح آپ بڑی مہر آرا و تمجید کے ساتھ ہوتا ہے جس میں قرآنی مخالفین نے  
وہ بڑا ہے اور اس کو درمیان میں امت کے عقیدے کے تصور سے مرعوب کر دینے کے لئے  
دینی سامان ہے۔ انہیں تو ان کی نظر میں نہیں دیتے تھے اور انہیں نظر نہ کی نظر میں تھے۔ فرمایا  
آیا۔

طسم تلک یمن الکعب المبین۔ نعو عیبک من ما ہو منی و  
فرعون بالحق لقوم یؤمنون ان فرعون علا فی الارض وھو وھو اھلھا شیعا  
یستعفف طاغۃ منھم یشیح اما ھو و نستعفی نساء ھم و کان من  
الفسدین ویرید ان یمن علی الدین استضعفوا فی الارض ونسلھم نعد و  
رحمھم انوارین ونسکن لھم فی الارض ونری فرعون رھا فای و جنود ھما  
منھم ما کانو یحفررون



یہ کھلی کتاب کی آیتیں ہیں، ہم آپ کو موسیٰ و فرعون کا ٹھیک ٹھیک قصہ مومن قوم کی خاطر بتا رہے ہیں، فرعون نے زمین (مصر) میں جو اپنے کی پوشش کی اور اس کے باشندوں کو تقسیم کر دیا، اور ایک طبقہ کو اس نے کمزور کرنا شروع کر دیا، وہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا اور لڑکیوں کو چھوڑ دیتا تھا، وہ مسندوں میں سے تھا ہم خاص طور پر ان لوگوں پر اسان کرنا چاہتے ہیں جو زمین میں کمزور بنادینے لگے ہیں اور انہیں امام اور وارث بنادینے اور زمین پر ان کے قدم بٹھادینے چاہتے ہیں اور فرعون و ہامان اور ان کے لاؤ لشکر کو جس انجام پہ لے دے اور مٹے تھے۔ سے دکھا دینا چاہتے ہیں۔

داعیوں اور مومن و صالح کام کرنے والوں کے لئے  
قوت و اعماک کا سرچشمہ:

یہ مبلغ ہمیشہ قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت و قلبی کے لئے ہوتے تھے، جیسا کہ فرمایا گیا:-

وكان نقص عليك من ابناء الرسل ما تنبت به فؤادك وجاءك في  
هذه الحق وموعظة و ذكرى للمؤمنين

اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم بروہ خبر آپ کو دیتے ہیں جس سے آپ کے قلب کو تقویت دیں اور آپ کے پاس اس سلسلہ میں حق اور سونہین کے لئے نصیحت اور یاد دہانی آجکی ہے۔

یہ سچے قصے داعیوں اور منہاج نبوت پر کام کرنے والوں، اور ایمان و عمل صالح اور تقویٰ کی طرف جانے والوں معیشت پر صبر کرنے والوں جہاد پر قائم رہنے والوں اور اللہ کے راستہ میں جانے والوں کے لئے ہمیشہ قوت و ثابت قدمی کا اور دشمنی پیدا کرنے والی امید، غور و فلاح اور مخالفوں کے مقابلہ پر فتح و ظفر کے قوی یقین کا سرچشمہ قرار دے رہے ہیں۔

وتنت كلمة ربك الحسنی علی بنی اسرائیل بعبادہ ودمونا  
ماکان یصنع لفرعون و قومه و ما کانوا یعرشون .

اور نبی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کے نتیجہ میں آپ کے رب کی اچھی بات پوری



ہوئی اور جو فرعون اور اس کی قوم کر رہی تھی اور جو وہ ہمیں چڑھاتے تھے اسے ہم نے نیست و نابود کر دیا۔

اور یوسف نے اللہ تعالیٰ کی عزت کر دہ نمایاں کامیابیوں کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

قَالَ اَنَا يَوْسُفُ وَهَذَا اخِي قَدْ جَاءَ مِنَ اللّٰهِ عَلَيْنَا اِنَّهُ مِنْ يَتَّى وَيُصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ

لَا يَضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔

کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا جو بھی تقویٰ اور صبر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

یہ جان لینا چاہئے کہ یہ بندہ کی وہ منت ہے جس میں کبھی استغناء نہیں ہوتا اور انبیاء کے مشابہت و طریقہ پر دعوت اور کوشش، ایمان و عمل صالح، صبر و طاعت اور انجی دیا کیزہ سیرت ایسا مبارک درخت ہے جو خدا کے حکم سے ہمیشہ سدا بہار اور ثمر دار رہتا ہے، اور ایک کمزور ترین فرد بھی ان صفات کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے اور کوئی بھی اقلیت، اگر ان اخلاق فاضلہ کی حامل ہو تو وہ اکثریت ہے۔

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِينَ

کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔

نہ مت ہمت نہ ہمت نہ ہو، تمہیں ہر پلندہ دو گئے اگر تم مؤمن ہو۔

قہر نسل در نسل قوت و عبرت کا سرچشمہ اپنے ایمانی طرز، اور اس کی دلیل ہونے کی وجہ سے ہے کہ انبیاء کی دعوت ہی کو فتح و غلبہ ملتی ہے، اور اللہ کی پسندیدہ سیرت و صفات ہی کے ساتھ قوت و فلاح وابستہ ہیں، غرض اس کے اسباب کتنے ہی مخالف، اس کی مخالف قوتیں کتنی ہی خیر آرزو اور مادی طور پر اس دعوت کے حامل کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں۔

فَدَكَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِتْنِیْنِ أَنْتُمَا فِئَةٌ تَفَاقَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْآخِرَىٰ

کافروں پر وہم مطلبہم راہی العین، واللہ یؤید بنصرہ من یشاء ان فی ذلک لمعبرۃ لاولی الابصار۔



تہمات کے لئے ان دو جہتوں میں اضافی تحقیق ایک حمايت کو اللہ کے راستے میں جب تک رہی تھی اور دوسری کا فرق تھی اور وہ مسلمانوں کو چشم دید طور پر اپنے سے دوستانہ دیکھ رہی تھی اور اللہ اپنے مددگار کے جس کی چاہت ہے تائید کرتا ہے ان میں غفلت والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

**انبیاء کی دعوت پر ایمان یہ پھر بل کست و تپا ہی :**

انبیاء کی سیرت سنت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کبھی تفصیل اور کبھی اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ نیکو ارادہ کا ذکر کیا ہے اس کے درمیان ایک ایسا متفقہ نقطہ پایا کہ ثابت نہیں کیا کبھی اختلاف نہیں ہوتا۔ وہ ہے ان کا تمام دکاہوں کے باوجود کہ میاں اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں ظاہر ہوں، اور اس کی وضاحت ہوئی ہیں یا تو یہ مخالفین ایمان سے آتے اور ان کی دعوت قبول کر لیتے اور ان کے مخالفین فدائی بن جاتے ہیں یا پھر بلک اور تباہ و برباد کر دیتے جاتے ہیں۔

فقطع دایر القوم الذین ظنموا بالحمد لله رب العالمین

یہ کسٹ لگی جزا ظالموں کی اور سب ترخیف اللہ رب العالمین ہی کے لئے۔

**انفرادی اور قومی مصالح کی کوئی قیمت نہیں :**

یہ دعوت انسانیت کی سعادت و نجات کا مدار ہے اس کی عند اللہ یہ قیمت ہے کہ اس کے لئے کوئی ایسی فطرت اور قوانین قدرت بھی توڑائے جاتے ہیں اور اس کے لئے وہ کچھ کیا جاتا ہے جس کا ٹھکان بھی نہیں ہوتا، اور فردی یا اجتماعی مفاسد یا سیادت و غلبہ کی خواہش اور دوسرے معنی قیادتیں جو خیر کو لٹھ تھیں اور شر کو گراہی ہیں اور ان سے اسلام و انسانیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور ان کا شر و فساد اور کفر و فسق کی طاقتوں سے کوئی جھگڑا نہیں والی کی ساری روز و صبح اور رات ہی کے لئے ہوتی ہے کہ جو نے اسے ترک نہ کیا اور فساد ان کے نگرانی سر پرستی اور ان کے سایہ اقتدار میں امن کا فائدہ نہیں سمجھتا تو ایسی انفرادی و اجتماعی کوششوں کی مدد کے یہاں کوئی قیمت اور پچھڑنے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں، اور اللہ کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ اس باوقی میں مرتی اور ان مسلمانوں ان پر ظالم یا کافر ہے، اور ان کا خاتمہ کب ہوتا ہے۔

یہی ہی کوششوں کے مقابلے میں سرکش و جاہل و بے رحم بخدا تیں اللہ تعالیٰ وہی اور



ایسے مشکلات و مسائل سامنے آ جاتے ہیں جن کی ابتداء نہ تھا مہلوس نہیں ہوتی۔

## ایک پھیلا ہوا غلط خیال :

آج مسلم قوموں اور عالم اسلامی میں یہ خیال مقبول و مروج ہے اور اس پر سب کا ایمان رائج ہے کہ ہیرت و اخلاق کے مقابلے میں مادی طاقت ہی فیصلہ کن میزان اور سرمایہ ہے۔ ہیرت سے اچھا سمجھے دینداروں حتیٰ کہ دین کے داعیوں کا بھی یہ نعرہ ڈھیا ہے کہ "مادی طاقت سب سے پہلے۔"

یہی وہ طریقہ فکر ہے جس کا ایضاً و ترویج انہماک و مسکن کی ہیرت ان کے سات پیش آنے والے حوادث اور ان کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے غائب و معجزات، ان پر اللہ کی نصرت و فتح کے انعام و رزق کے شمنوں سے انتقام میں موجود ہے۔

یہاں ایک بار پھر اپنے رسالہ "ظہور حق و انگلیس" سے ایک اقتباس مستعار لیتا ہوں۔

"ایک طویل مدت سے ہم اپنی ذات، اپنی قیمت و حیثیت کو (دنیا کے نقش میں) مادی طاقت و صلاحیت، وسائل، خام مواد، ملکی پیداوار، عادی طاقت، جنگی پوزیشن" سے تو لے اور تاپنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ہم کہیں اچھا پڑا بھاری اور کہیں ہلکا پاتے ہیں اور اس سے خوش یا غمراہ ہوتے ہیں۔"

ایک عرصہ سے مغرب کی قیادت و سیادت پر ہمارا ایمان سا ڈھکیا ہے اور گویا ہم نے مان لیا ہے کہ یہ تقدیر برہم باہر حکم اور اہل قانون ہے جس میں کوئی تبدیلی اور انقلاب نہیں آ سکتا اور اس طرح وہ قدیم مشال پھر زندہ ہوئی کہ اگر تم سے کہا جائے کہ تار یوں۔ نہ کہیں شکست کھائی تو کبھی اس کو باور نہ کرنا ہم لب مغربی اقتدار اور مغرب کی قائدانہ صلاحیت کو چیلنج کرتے کے بارے میں کبھی سوچتے بھی نہیں اور اگر کبھی علم و تحقیق سے آنکھ نہ چاکر اور عقل و فہم کو نظر انداز کر کے سوچتے بھی ہیں تو ہم اپنے مسائل و امکانات جنگی طاقت، اسلحہ، پیداوار اور انہی طاقت کی پوزیشن کا جائزہ لیتے ہیں، تو ہم کو ناامیدی اور بد حالی گھیر لیتی ہے اور میں یقین ہو جاتا ہے کہ ہم جمہوری و غلامی زندگی کے دھماکے سے دور رہنے، مغرب کا دست نگر، اور دو بڑی طاقتوں میں سے کسی ایک سے وابستہ رہنے ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔



## ایمان و اطاعت مومن کا ہتھیار اور کامیابی کی کنجی:

انجمنِ ائمہ نے قرآن میں انبیاء کی سیرت اور ان کے دشمنوں کا ہوا انجام بتایا اور جس کی ہم نے اپنے مقابلے میں کچھ ورختہ نہ ٹھیس پیش کی ہیں، وہ اس انداز فکر سے پوری طرح نکل رہی ہیں۔ ہم پر یہ واضح کرتی ہیں کہ انبیاء کی کامیابی کا راز اور شیخ کا سیاب ہتھیاروں سے نہیں ملے۔ اپنے منافقین کا مقابلہ کیا اور ان کی جھوٹی سی کنز اور جماعت کا سیاب اور دنیا کی امامت و ہدایت کے منصب پر فائز ہوئی وہ "ایمان" و "اطاعت" دعوتِ نبی اللہ تھی۔

و جعلنا منهم ائمة يهدون بهاونا لعاصبر وادكانوا ابيتنا يوقنون  
اور ہم نے ان میں سے ائمہ بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے یہ ان کے ہمراہ اور ہماری باتوں پر یقین کے سبب ہوا۔

واوحينا الي موسى واخيه ان توبا القومكما منصر يهوتا واجعلوا  
بیوتکم قبلۃ و اقيموا الصلوة و سرو المزمین  
اور ہم نے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی کو وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کو منصر میں رہنا اور اپنے گھروں کو مسجدوں کی شکل دو اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو یثرت دے دیجئے۔  
يا ايها الذين آمنوا ان تصروا الله ينصرکم و يثبت اقدکم  
اے وہ جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

فلا تھتوا و تدعوا الى السلم و اتبعوا اعلون و الله معکم و لیس یتراکم  
اعمالکم  
تو کمزور نہ ہو اور اس کی طرف بلاؤ تمہیں غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں سستی نہیں کرے گا۔

## امت مسلمہ کا مستقبل انبیاء کی سیرت سے وابستہ:

ان سیرتیں نہ قصوں کا یہ پچھا اور نہ سبق ہے، یہ ہمیں انبیاء کی زندگی اور ان کی پاکیزہ سیرت سے ملتا ہے۔ یہ وہ سیدھا اور سچا راستہ ہے جس پر بلا اشتباہا تمام انبیاء چلتے رہے اور



قرآن نے جس سے تقویٰ محفوظ رکھے ہیں  
 کمزور قوموں سے لئے آخر کو فی امید کا دوست ہو سکتا ہے تو یہی ہو سکتا ہے اور صاحب  
 دعوت و تصدیق قوموں کا مستقبل اسی طور طریق سے وابستہ ہے اور اللہ ہی حق کہتا اور دہی راستہ  
 دکھاتا ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اجتماعی ذہن اور قربانی و ایثار کا جذبہ

بحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد

محترم سامعین! (کہنے کی باتیں بہت سی ہیں لیکن اس وقت ہم یہ اہم اور ضروری بات کہیں گے کہ آپ اپنے ذہن کو اجتماعی بنائیے، صرف اپنے مفاد کو سوچنا کہ ہمیں فائدہ ہو جائے دین پر کچھ گزر جائے، ملت پر جو کچھ گزر جائے ہم سب کی فخر کیا کر سکتے ہیں، اس ذہن نے بڑا نقصان پہونچایا ہے، دیکھئے تو قرآن شریف میں آتا ہے ”و لا تعلقوا بکم المی التہلکة“ اپنے ہاتھوں بروکت میں نہ پڑو۔ اس کو بہت مت لوٹ ایسے پڑھ لیتے ہیں جیسے ”و لا تقربوا الصلوٰۃ، و لا تعلقوا الصلوٰۃ“ نماز کے قریب نہ جانا، بعض بے حیاء نادانوں کوک اس طرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں صاحب! قرآن شریف میں تو ہے نماز کے قریب نہ جاؤ۔ ”لا تعلقوا الصلوٰۃ“ اس طرح بد معنی کے ساتھ تو نہیں لیکن بعض نادانیت کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ان کو بہ خطرہ کے کام سے بچایا گیا ہے۔ ان کو جہاں کہنے ذرا تبلیغ میں چلئے کچھ خط و مول لجنے پہلی تجارت کے لئے کہتے ہیں ”و لا تعلقوا بکم المی التہلکة“ قرآن شریف میں ہے اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو کوئی کام ایسا نہ کرو، جان بوجھ کر جس میں تمہیں نقصان پہونچے، حالانکہ اس آیت سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ بلکہ اس آیت کا تقاضا بالکل اس کے برخلاف ہے چنانچہ سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر یہی اسی سنا تھا فرمایا ٹھہرو ٹھہرو تم نہیں جانتے یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی اس کی تفسیر تو ہم سے پوچھو، تم کیا جانو، تبصر یہ ہے کہ جب اسلام مدینہ میں آیا سرور تھ کوئی اس کا سر خم دینے والا نہ تھا تو ہم انصاریوں نے اس کا ساتھ دیا اور اپنی جان و مال سے ساتھ دیا اور اپنے تقاضوں سے آنکھیں بند کر لیں، بس ہر وقت اسلام کے لئے جان و تنہائی پر لئے پھرتے



کئے میدان جنگ میں کہا جائے تو وہاں تبلیغ کے میدان میں کہا جائے تو وہاں اور مالی خرچ کرنے کو کہا جائے تو ہم حاضر و غرض کہ ہم نے پھر مکر نہ دیکھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ غدار کھینچتا ہے اور ہرے بانگوں کا کیا حال ہے، ہماری دوکانوں کا کیا حال ہے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب ہم نے دیکھا کہ اب اللہ کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد خاصی ہو گئی ہے اور اب اسلام و ایمان پھیل رہا ہے اور میدان میں نہتا اور بے پرواہ دنگا دشمن ہے اور دوسری طرف ہم نے دیکھا کہ ہمارے دکانوں پر ہمارے مال اداوں پر بہت اثر پڑ گیا ہے اور تجارتیں ماند پڑ گئی ہیں، سب بازاروں میں ہم بتلا ہو گئے ہیں دوکانوں کے دیواروں پر لٹکے، گئے ہیں اور باغات خشک ہونے لگے ہیں، فرصت ہی نہیں ہم کو، ہم نے کہا اب ہم تھوڑے دن کی چھٹی لیں، مستقل آزادی یا مستقل چھٹی نہیں، بلکہ تھوڑے دن کی چھٹی سے لیں، سپاہی کو چھٹی ملتی ہے، طالب علم کو چھٹی ملتی ہے، استاد کو چھٹی ملتی ہے، سرجن کو چھٹی ملے لیں۔ بس یہ خیال آتا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی، ابھی شاید سب نے کوئی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ آیت نازل ہوئی اور سہ کیا کرتے ہو؟ اس وقت جب دین کو بامانیہ دیکھ رہی خدمت کی اور تہریری جاں نثار یوں کی ضرورت ہے تو چھٹی کا نام لیتے ہو، یہ چھٹی ہم قائل ہے، یہ چھٹی خود کشی کے مترادف ہے نہ باریز مینا۔

واتقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا ما یدرکم الی التہلکۃ و احسنوا ان اللہ یحب المحسنین یہ پوری آیت ہے۔ اب باتوں نے فتوے تک میں کھنکھار کر دیا ہے۔ حج ایک زمانہ میں ہندوستان میں مشکل ہو گیا تھا اور پانی سفر، پانی کشتیاں اور بدوؤں کی لوٹ مار کی وجہ سے بعض ممالک نے فتویٰ دیدہ و کہے حج ہندوستانی مسلمانوں کے نام سے راقط ہے اور سند الی کیا اس آیت سے کہ ولا تلقوا ما یدرکم التہلکۃ جان و جملہ بلائیت میں نہیں پڑنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے اور درجے بلند فرمائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ دہشت گردانہ علیہ کے اور ان کے شہر دلوں اور ان کے خلفاء کے کہ انہوں نے اس کے خلاف مسم شریعت کی اور فتویٰ لکھا اور پھر ان کے بعض خلفاء نے ان کے پیچھے اور حریزوں نے ایسی دھم دھام سے حج کیا کہ پھر یہ خیال ہی لوگوں کے دلوں سے نکل گیا، دہشت گردانہ ہندوستان میں اس کی عادت پڑ جاتی کہ بھائی، ہندو کا سفر خطرناک ہے اور حج ہمارے نام سے سناٹ ہے تو حج کو رکھ کر تھوڑے اور پرموں روز وصیت پر اثر ڈالنا ہے ولا تلقوا ما یدرکم الی التہلکۃ



اور پھر اس نے بعد نماز کہ اس سرودی میں مختصر یا نہیں اور نعت سے پالی سے وضو کریں یا اس تر میں  
میں چھوٹی سی رات میں ہم نکلے اور رات خراب کریں ولا قتلوا باء بند ہمکم الی التہلکۃ تو  
سارا دین ہی متعلق ہو سکے کہ وہ چاہے تو مسلمانوں کا ذہن انفرادی ہے اجتماعی ہونا چاہئے یعنی  
امت کے تقاضوں کو دیکھنا چاہئے اگر ہر شخص صرف اپنے اپنے تقاضوں کو دیکھنے لگے تو دین کی  
خدمت کہاں سے ہوگی۔ میں اس ادارہ کے متعلق نہیں سمجھتا، الحمد للہ ادارہ کے متعلق کہنے کے  
لئے یہ جملہ ہوا میں نہیں اور جوہر کا کام ہو رہا ہے۔ تعارف اور دینی خدمات دو الگ الگ شعبے  
میں یہ نہیں ہے کہ فلاں ادارہ اور فلاں چراغ بجھ رہا ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ دین کا تقاضا ہے کہ  
یہ کہتے ہیں اپنے اپنے ملاقا کی خبر لیجئے، اپنی اپنی جگہ کی مسجدوں کی خبر لیجئے۔ مدد سوں کی خبر لیجئے  
اپنی اپنی جگہ کی دینی تعمیر کی خبر لیجئے، اپنی اپنی جگہ کے مسلمانوں کی عادتوں اور ان کے برے  
اخلاق کی خبر لیجئے، دین کی وجہ سے رست ان کی کھڑی ہے، ٹھکانہ گھر گلی کھڑی ہے لیکن برستی  
نہیں کہ مسلمانوں میں تو یہ یہ عیب ہیں، مسلمانوں میں تو یہ جرائم ہیں، ان ان چیزوں کے  
مترتب ہو رہے ہیں، ان چیزوں کی خبر لیجئے یہ دین کا اجتماعی تقاضا اگر آپ پر ظاہری نہ ہو تو  
ہندوستان بچتے ملک میں دین کا باقی رہنا مشکل ہے اور ہندوستان کا کیا ذکر ہے ہندوستان تو خدا  
کے فضل و کرم سے بہت بہتر ہے اور بھی سکون میں یہاں تمام کی اسلامی حکومتیں ہیں، مسلمان  
حکومتیں ہیں وہاں کی حکومت کچھ ترکتی ہے نہ جانے از ہر جہاں ادارہ کچھ کر سکتا ہے جس کا اگر  
آپ کو بہت اور اس کی شان و شوکت معلوم ہو اور اس کے شیخ کے اقتدارات اور ان کی تحفہ آپ  
کو مہم ہو تو آپ حیران رہ جائیں، کیا کسی ملک کے صدر، جمہوریہ کی وہ شان ہوگی وہ تنخواہ ہوگی  
انہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے، دائرہ اجتماعی ذہن نہ ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا، کسی کو کوئی دلچسپی نہیں  
ہے۔ سب اپنے اپنے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ہماری اولاد چڑھ جائے، اور جلدی سے کام سے  
لگ جائے، اور جلدی سے بڑی آسانی اس کو مل جائے اس کے علاوہ کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہ  
نہیں ہے، یہ بہت غلط ناکہ ذہنیت ہے، اس ذہنیت نے قوموں کے چراغ بجھ کر دیئے ہیں،  
جہاں یہ ذہنیت طاری ہوئی وہاں کوئی سرچشک نہ رہ جائے کوئی بڑے سے بڑے مسئلہ اپنی چوری  
زندگی صرف کرے کوئی اثر نہیں، دوسری ذہنیت، ہمارے ملک میں پیدا ہو رہی ہے اور موجود ہے  
کسی کسی سے کوئی مطلب نہیں رہا، بس اپنا غدارا دیکھنا، اپنی خوشحالی کی اپنے گھر کی، کاروبار کی،



ترقی اور کامیابی کے سوا کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہ رہی، وقت اس منہ سے پیش آ رہی ہے کہ میں  
اجتماعی اور ملی نہیں ہے جہاں زمین اتر رہی ہے، اس کی باغیچہ نہیں ہے، قید تو اس کی اصلاح ہوئی  
یہ منہ کہ مدت کے مسئلہ اور زمین کے ٹانگوں کا درد آپ اپنے دل میں پیدا کریں۔ آری یہ نہیں  
سے تو پھر بہت بڑا فرق دیتے، نہ کوئی انجمن کی طرح نہ سستی ہے نہ کوئی ادارہ، پھر سزا دیتا ہے اور نہ کوئی اعلیٰ  
سے علی و معلول اور وہ دکھا اور ترس رہا کہ کونسا ہے، خدا فرمے آپ اتنی بات سے آگے نہ ہوتے  
نہیں لئے ہوں۔

وما علیہا الا البلاغ الحسین



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## تبلیغ دین کے لئے ایک اصول

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى . اما بعد .

حضرات سامعین! دین کا جو حصہ ہم تک پہنچا ہے اس کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں۔ ایک تو وہ حصہ ہے جو اپنی خاص ہیئت و شکل کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے اور اس کی ہیئت و شکل مطلوب ہے۔ اس کو ہم ”منصوص بالوضوح“ کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ دینی امور ہیں جو اپنی خاص ہیئت و صورت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ (مثلاً) ارکان دین اور بیت سے لیتے فرماؤں جن کو نہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بتایا بلکہ ان کی شکلیں زبانی بھی بتائیں۔ اور خود کر کے بھی دکھلائیں۔ (مثلاً) نماز، حج، وضو وغیرہ۔ دین کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں نفس ثانی مطلوب ہے، لیکن بہت سی شکلیں اور مضامین کی بناء پر (اور زمانہ کے تغیر اور امت کے لئے) معیت کا خیال کر کے آپ نے ان کی شکلیں متعین نہیں کیں، صرف شے بتا دی کہ یہ مقصود ہے یہ چیزیں خود متعین ہیں، انہیں ان کی کوئی نہ عن وضع و ہیئت منصوص نہیں (مثلاً) جہاد فی سبیل اللہ، دعوت الی اللہ، علم دین کے سلسلہ کو چلانا اور احکام کا امت تک پہنچانا، یہ سب امت سے مطلوب ہے، امت ان کو چھوڑ دے اور بالکل ترک کر دے تو وہ جنبہ کار ہوگی، لیکن صرف یہ اعمال مقصود ہیں۔ ان کی کوئی خاص شکل اور طریقہ متعین نہیں کیا گیا بلکہ اس بارے میں امت کی عقل سلیمہ پر اعتماد کیا گیا ہے اور ان فرمائش کی ادائیگی کو اس کی صلاحیتوں پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

غیر منصوص بالوضوح کی واضح مثال لباس کا مسئلہ ہے۔ لباس سائر ہر اشیائے نیک سے اونچا ہوتا، نیکتوں سے نیچا ہوتا، فاجر اور تکبر کا لباس نہ ہو، کوئی حرام و ناجائز (مثلاً) مردان کے لئے رشیم نہ ہو۔ نہ لباس بھی منصوص اور اس کی یہ شرائط بھی منصوص ہیں۔ لیکن لباس کی شکل لباس کا رنگ اور اس کی قطع وغیرہ غیر منصوص ہیں، ان میں امت کے لئے بہت سی سہولتیں ہیں ان کو امت کی



تغیر اور متغیر عالم پر مبنی ہو گیا ہے۔

دوسری مثال مساجد کی ہے۔ مساجد بھی مغلوب ہیں اور مساجد کی حفاظت بھی مطلوب ہے، یہ بھی مطلوب ہے کہ ان میں ان کے فائدہ ہو اور وہ دوسرے مقامات سے ممتاز ہوں۔ مگر ان کی کوئی خاص طرز تعمیر مطلوب نہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مساجد اسلام میں مساجد مختلف وضع کی پائی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ مزار اور گنبد بھی مساجد کے لئے شرائط میں نہیں تھے۔

بندراستان کی مسجدوں میں دو چیزیں گارویں جے اخیراً انہیں مساجد میں ایک مینار بنانا اور دنیا کی سب سے بڑی اور پہلی مسجد (بیت اللہ) کا کوئی حصہ نہیں۔

اب دعوت الی اللہ کی مثال بیت اللہ کی طرف اور اس کے نزدیک کی طرف دعوت دینا قرآن ہے۔ انفرادی یا اجتماعی تقریر سے سربا آئیں سے۔ علم ایہ ہو کہ نبوت میں اس میں کوئی تکل نہیں نہیں۔ لیکن علیہ السلام کی زبان سے قرآن پان میں وضع کر دیا گیا ہے کہ دعوت الی مختلف تشکیلات ہو سکتی ہیں۔ قال رب ابھی دعوت ہو میں لہذا دعوت کوئی نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میرے رب میں نے اپنی قوم کے سامنے بات میں بھی دین کی اور تو میری دعوت رکھی اور ان میں بھی (نہ اسی اعلیٰ لہم و سرور لہم سرور) (پھر میں نے ہدایت کی) آپ کا پیغام سن کر پہنچیں اور آپ پہنچیں ان میں بھی ان سے آپ کی بات سنی (ایہذا دعوت دین کا کام) ہے۔ دالے یہ فرد جو دعوت کو اختیار ہے کہ وہ دوسرا مانوس میں اپنے کے یہ طریقہ صحیح بنے۔ دوسرا ترے وراثتی حق و جہد کا جو طرز میں سب اور مفید تھے وہ اختیار کرے۔ اس میں کسی کو جہاد اور جائز نہیں کوئی، ایک نوک و کانے کا حق حاصل نہیں ہے جب تک کہ اس میں کوئی ایسا عنصر شامل نہ ہو جائے، جو شرعی طور پر مکتوب مقصد دینے کے لئے مسدود ہو۔

بعض غواہی ملقوس میں اس وقت ان دونوں اصولوں کو عملی جامہ دیا جاتا ہے، منقسم و غیر منقسم کا درجہ دیا جاتا ہے اور غیر منقسم و منقسم کے مقدمات پہنچایا دیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں مشابہت پیدا ہوتی ہے اور مختلف اداروں و دعووں میں اکثر تنازعہ کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ان چیزوں میں فرق سمجھ لیں تو بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی، بہت کمزوریوں کو ہمیں کا مددگار ہو جائے گا اور بہت سی نئی کھینچیں شکر ہو جائیں گی۔



چیزوں کی اسی ہیئت سمجھنے اور ان کو ان کے صحیح مقام پر رکھنے کا یہ چیلنج ہمارے ہاتھ آ گیا۔ اس کے بعد صحیح اصول پر چلنے والی اور مختصاً نہ دینی دعوؤں، دینی اداروں اور حلقوں کے درمیان تقابل و تضاد اور اختلاف کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ فرقہ وورہ جاتا ہے و صرف اپنے اپنے تجربوں اور عادات کے مطالعہ کا ہے کہ کام کی کوئی شکل اور طریقہ زیادہ نثر اور نتیجہ خیز ہے اور کس سے دوستانہ و مقاصد حاصل ہوتے ہیں جو اس کام سے مطلوب ہیں؟

دعوت الی اللہ کی مخصوص شکل اور طرز کی افادیت و تاثیر کی وضاحت کی جاسکتی ہے لیکن کسی کو اپنے تجربہ اور مطالعہ کا اس طرح پابند نہیں کیا جاسکتا جیسے انکا مقصد طبعی اور مخصوص قرآنہ کا دین کی خدمت کرنے والی کوئی جماعت انسانی خاص طریقہ کار کا اختیار کرتی ہے (بشرطیکہ وہ دین کے اصول اور سلف صالحین کے متفقہ مسئلہ اور طرز فکر کے مخالف نہ ہو) تو وہ اپنے فیصلہ میں حق بجانب ہے۔ ہم اپنے مخصوص طرز کار کو دوسری دعوؤں اور دین کی خدمت کرنے والے دوسرے حلقوں کے سامنے بہتر سے بہتر طریقہ پر پیش کر سکتے ہیں لیکن اگر صرف طرز کار کے فرق کی وجہ سے ہم ان کو غلط کار سمجھیں یا ان کی دینی مساعی اور مشاغل کی نفی کریں جن کو انہوں نے اپنے تجربہ اور مطالعہ اور زمانہ کے تقاضوں کے پیش نظر اختیار کیا ہے اور ان کی افادیت و واقعات اور برسوں کے تجربہ سے ان پر واضح ہو چکی ہے اور کتاب و سنت اور میرت نبوی اور حکمت و نبی کے وسیع دائرہ میں اس کے لئے ان کے پاس شواہد و دلائل پائے جاتے ہیں تو یہ ہمارے غلطی اور زیادتی ہوگی۔ ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ ان سے دوبارہ غور کرنے اور نتائج کو دیکھنے اور انکا موازنہ کرنے کی درخواست کریں لیکن ان کی تحقیق و تردید کرنا اور ان کو غلط کار اور گمراہ سمجھنا غلط ہے اور خدمت دین اور دعوت الی الخیر کے دروازے کو بند اور تنگ بنانے اور امور دین کے رشتہ کوڑمانہ اور ماحول سے منقطع کرنے کے مترادف ہوگا۔

دعوؤں اور طریق کار میں بعض چیزیں وہ ہوتی ہیں جن کی ہمیں شریعت نے نفی سے ساتھ تاکید کی ہے۔ بعض انتظامی امور ہوتے ہیں جو حدیث و قرآن سے استنباط کئے جاسکتے ہیں۔ وہ اصولی طور سے صحابہ کرام کی زندگی میں طے ہوئے لیکن خاص اس وقت میں نہیں طے ہوئے۔ یہ سب چیزیں اجتہادی اور تجرباتی ہیں۔ ان چیزوں پر یا ان خاص شکلوں پر ہر جگہ اور ہر شخص سے مندرجہ چیزوں کی طرح اصرار کرنا صحیح نہیں ہے۔











قرآن ولی کی یاد تزدکر نے والے واقعات سے سنئے تے ہیں در احوال کی روح پرور باد بہاری کے بہہ نئے نئے نکلتے ہیں۔

نہیں یہ بھی تاریخِ اصلاح و دعوت کا واقعہ الٰہی ہے اور فطرتِ انسانی کی کار فرمائی کو غور اس اصلاح و دعوت اور اس طریق کار میں مہر و تماشا سے "زمینیت" کو بے پادشاهیں دو جاتی ہے اور جو بیخیز راہ کو مٹانے اور اس راہ کو چمکانے کوئی تھی وہ بھی۔ یعنی رونے اندرونی جذبہ اور تازی کھودنی ہے اور ایک "رسم" ضابطہ اور routine بن کر رہ جاتی ہے اور یہی خود ایک نئی اسلامی دعوت اور ایک طاقت و شخصیت کی ضرورت پیش آ جاتی ہے جو اس خواب آلود اور لکیر کے فقیر کے نظم اور طریق کار کی اصلاح کرے اور اس میں جو بدعت، مٹا دے، مٹا دے اور محمود پیدا ہو گئے ہے ان کو توڑے اور اس معاشرہ میں کسی اور طریقہ سے جو کتاب و منہج سے مانع اور اصول و مقاصد کے مطابق، و معاشرہ کی زمینیت کو دور کرے۔ اور ایمان و تیار اور قوت عمل پیدا کرے۔

اس صورت حال کو سمجھنے کے لئے مثال پیش کی جاتی ہے جو ایک طریقہ کی حیثیت رکھتی ہے لیکن اس سے بڑا حق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بندہ کے ایک فاضل دوست نے بتایا کہ دریائے سندھ پر واقع ہونے کی وجہ سے ان کے کتب خانہ میں بندہ بندہ ایک لگ جاتی تھی اور قیمتی کتابیں تلف ہو جاتی تھیں، وہ پریشانی تھے کہ اس کا کیا مایع کریں۔ ایک تجربہ کار دوست نے بتایا کہ اگر اونٹ کی ہڈی میں کتاب خانہ میں رکھ دی جائے تو ایک نہیں لگتی۔ انہوں نے بڑی شگفتگی سے اونٹ کی ہڈی حاصل کی لیکن ان کی تیرت و پریشانی کی کوئی حد نہ رہی جب انہوں نے ایک دن دیکھا کہ اونٹ کی اس ہڈی میں خود بخود ایک کتاب لگ گئی۔

یہاں ایک ہر ایک بات سمجھ نہیں وہ یہ کہ ایک نئی کتاب ہے اور ایک مجدد اور ایک مصلح ہوتا ہے۔ نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے بغیر نجات ہی نہیں ہو سکتی اور اس کی ہدایت حاصل کئے بغیر اللہ کی رضا اور کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس میں کسی قسم کی مداخلت و تداخل کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن مجددین اور مصلحین کا حال یہ نہیں ہے ہر مجدد اور ہر مصلح اس کی پیروی سے دین کو اور دین کے مصلحوں کو فتنہ پہنچتا ہے مثلاً کسی مجدد نے طریقہ سے قرآنی کے جذبات پرستے ہیں۔ لہذا اس کے طریقہ کی پیروی کے قربانی کے جذبات پرستیں



ہمے اور ایک دوسرے مجدد کے طریقہ سے انفاق فی سبیل اللہ کے جذبات پیدا ہوتے ہیں لہذا اس کے اثر سے انفاق و ایثار کے جذبات پیدا ہوں گے۔ ایک دوسرے مجدد کے طریقہ سے اخلاقی کی اصلاح اور صفائی معاملات کا اہتمام پیدا ہوتا ہے تو اس سے تعلق و وابستگی خاص طور سے اس میں موثر ہوگی۔

بہر حال انہی کے طریقہ پر نجات کا اٹھنا ہوتا ہے اور بالکل اسی طریقہ پر چلنا لازم لیکن کسی مجدد و مصلح کا معاملہ یہ نہیں۔ خاص خاص ترقیوں تو ان کی ابتداء اور وابستگی سے ہوتی ہیں، لیکن نجات اس پر منحصر نہیں ہوتی۔

ایک بات یہ بھی جانی چاہئے کہ امت میں طبقات کا اتنا اختلاف ہے اور فوہان کا اتنا تفاوت ہے اور حالات ایسے مختلف ہیں کہ کوئی دعوت و تحریک اور کوئی اصلاحی جدوجہد یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ تمام طبقات کو متاثر کر سکتی ہے اور ان کی تسکین کا سامان کر سکتی ہے اور ان کی استعداد کے مطابق دینی غذا فراہم کر سکتی ہے۔ کوئی ذہن تقریر سے متاثر ہوتا ہے کسی پر لٹریچر اثر انداز ہوتا ہے اور کوئی کسی دوسرے ذریعہ سے متاثر کیا جاسکتا ہے اسی طرح واحد طریقہ کار سے ہر جگہ ماحول میں اور ہر حالت میں کامیابی مشکل ہے اس حقیقت کو نہ سمجھنے اور اس کے مطابق نہ چلنے سے لوگوں سے بڑی غلطیاں ہوتی ہیں، بہت سے لوگ قابل قدر اور بڑے مفلس ہیں لیکن ان لوگوں کا اس وقت تک دل خوش نہیں ہوتا جب تک کہ ہر شخص اسی مخصوص طرز پر کام نہ کرے جس کو اس نے اختیار کیا ہے حالانکہ عمومی اصلاحی و انتہائی تحریکوں اور دعوتوں کا معاملہ یہ نہیں ہوتا۔ وہاں ہر چیز اس کے صحیح مقام پر رکھی جاتی ہے اور ٹھیک چوکھٹے میں بٹھائی جاتی ہے ہر شخص سے دینی کام لیا جاتا ہے جس کا وہ زیادہ اہل ہو اور اس میں دوسروں سے ممتاز ہو اور جس کو دوسروں سے بہتر طریقہ پر انجام دے سکتا ہو۔

یہ اللہ کی طرف سے انتظام سمجھنا چاہئے کہ کچھ لوگ اس راستہ سے دین تک آ جائیں اور کچھ اس راستہ سے آ جائیں، اپنے طریق کار کو مناسب طریقہ سے ان کے سامنے اکثر پیشتر کرتے رہنا چاہئے لیکن اس طرح نہیں کہ اس میں دین کے دوسرے کاموں اور دینی و اصلاحی مساعی کی نفی اور تحقیر ہوتی ہو اور اخلاص سے کام کرنے والوں کی بہت ٹھکن اور انہیں مایوسی اور بد دینی پیدا ہو اس طرح امت کے مختلف طبقات اور جماعتوں میں تعاون علی البر و تقویٰ کی روح



